

UNIVERSAL
LIBRARY

OU_224198

UNIVERSAL
LIBRARY

تاریخ

تاریخ اور آثارِ قدیمہ کا نامی کتاب

ایڈیٹر

حکیم سید الشہر قادری

اعظم اعظم پرنس جید آباد میں چھپا

دفتر تاریخ کوٹ لکہ جہ جید آباد میں سے نکلیں ہو

نیت سالانہ (حصہ) پانچ روپیہ

۸۹۱۳۴۰۵

۸۹۱۳۴۰۵

تالیخ

جلد اول جنوری ۱۹۲۹ء حصہ اول

-
- ۱۔ مملکت آصفیہ سنہ ۱۱۶۰ھ میں ازاد پٹر ۱
 - ۲۔ کتب خانہ اسکندریہ۔ از جی۔ ایچ۔ بوشنل
 - ۱۵۔ مترجمہ مولوی سید معین الدین قریشی۔ ایچ۔ اے
 - ۲۹۔ سید معصوم نامی ازاد پٹر
 - ۳۹۔ سلاطین بہمنیہ ماخوذ از مہنت اقلیم
 - ۵۔ قسوج از وی۔ اے اہمت
 - ۶۵۔ مترجمہ مولوی سید محمد ضامن کنتوری
 - ۸۱۔ تبصرے
 - ۴۔ انتشارات انجمن زردشتیان ایران۔ تاریخ فخر الدین مبارک شاہ۔
 - مینجائے ملاعبہ النبی فخر الزمانی۔ تاریخ ظفر گرد ہاری۔ ذکر میر میر تقی میر
 - طبقات الامم خلفائے راشدین۔ مزارات حرمین

۱۔ یہ رسالہ سال میں چار بار جنوری۔ اپریل۔ جولائی اور اکتوبر میں شائع ہوا کرے گا۔

۲۔ ہر رسالہ کا حجم کم از کم سو صفحے ہوگا۔

۳۔ قیمت سالانہ پانچ روپیہ۔ مالک غیر سے آٹھ شلنگ۔

۴۔ جو حضرات نظر احتیاط ذریعہ رجسٹری رسالہ طلب فرمائیں گے انہیں قیمت مقررہ پر آٹھ آئے زائد ادا کرنے ہوں گے۔

۵۔ مضامین اور ریویو کی کتابیں ایڈیٹر کے نام۔ زر قیمت اور انتظامی خط و کتابت اسسٹنٹ ایڈیٹر کے نام ہونے چاہیے۔

حکیم شمس الدین قادری ایڈیٹر
سید احمد شمس الدین قادری اسسٹنٹ ایڈیٹر
کوٹلہ اکبر جاحید آباد

الَيْسَ عَمِيٍّ وَالْإِمَامِ مِنَ اللَّهِ

تاریخ اور آثار قدیمہ کے رسالے میں کسی قسم کی خیال آرائی یا مضمون آفرینی بے محل سی چیز خیال کی جائیگی اس لئے بغیر کسی طویل تمہید کے اس قدر عرض کر دینا کافی ہے کہ اس رسالہ کے اغراض و مقاصد حسب ذیل ہوں گے۔

ملک میں تاریخ اور آثار و عتائق کی تحقیق و تفحص کا صحیح مذاق پیدا کرنا۔ اسلام کے آثار و عتائق سے ملک و اہل ملک کو واقف کرانا۔

ان اغراض کی تکمیل کے لئے ”تاریخ“ میں اقوام و ملل۔ مذاہب و اسیانہ اور علوم و فنون کی گزشتہ تاریخیں، اقالیم و امصار کے جغرافیہ، مشاہیر رجال کے تذکرے، آثار و عتائق کے انخشافات پر تحقیقی مضامین شائع ہوا کریں گے۔ ان کے ساتھ ساتھ مورخین کے اختلافات اور تاریخی اغلاط کی تصحیح بھی کی جائے گی۔

آثار و عتائق اور تاریخ و تراجم پر جو کتابیں وقتاً فوقتاً شائع ہوا کرتی ہیں ان سے بھی اہل ملک کو متبصروں کے ذریعے روشناس کرایا جائے گا۔

جن مباحث کا تعلق ممالک اسلام اور ہندوستان و دکن سے ہوگا ان کی جانب خاص توجہ کی جائے گی۔

غیر زبانوں کے بہترین مضامین جو مقاصد رسالہ کے تحت آسکتے ہیں، ترجمے اور اقتباسات کے ذریعہ شائع کیے جائیں گے۔

عربی فارسی اردو کی نادر و نایاب کتابوں کے خاص خاص اور اہمیت رکھنے والے
اجزاء بھی اس میں حسب ضرورت شائع ہو کریں گے۔

موجودہ نمبر ہماری سعی و کوشش کا نقش اول ہے۔ اس میں عیوب اور کمزوریاں
دونوں موجود ہیں۔ جن کو رفع کرنے کے لئے آئندہ نمبروں میں ہم تا حد امکان کچھ نہیں
کریں گے۔ رسالہ کی ترقی کے جو وسائل ہمارے پیش نظر ہیں ان کا اظہار ناظرین پر وقتاً
وقتاً ہوتا رہے گا۔ تاہم ارباب علم و فضل سے توقع ہے کہ وہ بھی اس کی اصلاح و ترقی
سے متعلق مفید مشوروں سے دریغ نہیں فرمائیں گے۔

اگر رسالہ کی اشاعت وسیع ہو جائے اور وہ ٹائپ کے اخراجات کا تحمل ہو سکے
تو آئندہ نمبر ہی سے اس کو ٹائپ میں چھپوانے کی کوشش کی جائے گی۔ اور ایسی صورت
میں موجود نمبر سالانہ جلد کی تکمیل کے لئے ٹائپ میں مکرر چھپوایا جائے گا۔

امید ہے کہ اردو زبان کے بھی خواہ اور علم تالیف کے شائق موجود کمزوریوں کی
نظر انداز فرما کر اس رسالہ کی سرپرستی فرمانے سے دریغ نہیں فرمائیں گے۔

خاکسار

اڈیش

مملکت صفیہ

سنہ ۶۰۰ھ میں

گیارہویں صدی ہجری کے اخیر ایام میں دکن کا شمالی حصہ جس میں صوبہ جات خاندیس و برار و احمد نگر شامل تھے سلاطین مغلیہ کے تصرف میں تھا اس کے نیچے مشرق میں قطب شاہی اور مغرب میں عادل شاہی خاندان برسر حکومت تھے۔ جنوب میں پالیکاروں کی چھوٹی چھوٹی ریاستیں واقع تھیں۔

اورنگ زیب عالمگیر نے سنہ ۱۰۶۷ھ میں بجاپور اور سنہ ۱۰۶۹ھ میں حیدرآباد فتح کیا۔ ان فتوحات کے باعث مزید کوشش کے بغیر جنوب میں میسور تک دکن کے تمام علاقے منلیہ عملداری میں شامل ہو گئے۔ جلوس کے پینتیسویں سال (سنہ ۱۰۷۳ھ) بادشاہ نے فساد کرناٹک رفع کرنے کے لئے ایک مہم روانہ کی۔ پانچ چھ سال کے عرصہ میں جمجمی تک تمام ملک مفتوح ہو گیا۔ اس کے جنوب میں پالیکاروں کی حکومت تھی۔ انھوں نے

سنہ ۱۰۷۴ھ میں اورنگ زیب عالمگیر کی طرف سے ضیاء الدین چٹاپٹن کی خدمت دیوانی پر امور تھلا مائر عالمگیری نے سنہ ۱۰۷۹ھ میں نواب ذوالفقار خاں نے جمجمی کو فتح کیا۔ مائر عالمگیری ص ۲۹۱

بغیر کسی فتنہ و فساد کے بادشاہ کی اطاعت قبول کر لی۔ اور ان فتوحات کی وجہ سے
رامیشورم تک تمام ملک بلا وقت و ثنوی مخلوں کے قبضہ میں آ گیا۔^{۱۵}

عالمگیر کے مقبوضات دکن کو مورخین نے دو بڑے بڑے حصوں میں تقسیم کیا ہے
(۱) وہ ملک جو نربدا اور کرشنا کے مابین ہے۔

(۲) وہ ملک جو کرشنا کے نیچے واقع ہے۔

پہلا حصہ ذیل کے چھ صوبوں میں منقسم تھا۔

(۱) صوبہ خاندیس (۲) صوبہ ہرار

(۳) صوبہ اورنگ آباد (۴) صوبہ بیدر

(۵) صوبہ حیدر آباد (۶) صوبہ بجاپور

دوسرے حصے کو کرناٹک کہا کرتے تھے۔ اس کے مغربی قطعات کرناٹک بجاپور
اور مشرقی قطعات کرناٹک حیدر آباد کے نام سے موسوم تھے۔ اور ان دونوں کو علحدہ علیحدہ
طور پر صوبہ جات حیدر آباد و بجاپور کا ضمیمہ بنا دیا گیا تھا۔

۱۷۔ دکن میں حسب ذیل مقامات پر اورنگ زیب عالمگیر کے سکے مضروب ہوئے ہیں۔

(۱) اورنگ آباد (۲) عالمگیر پور۔ (۳) قمرنگر کرنول (۴) اعظم نگر بنگالوں (۵) بنگا پور۔

(۶) بجاپور (۷) برہمان پور (۸) چنیاٹن (۹) ایلوپور (۱۰) گلبہرہ (۱۱) گوکلندہ (۱۲) گتی۔

(۱۳) حیدر آباد (۱۴) امیازگڈھ اوہونی (۱۵) جنی (۱۶) کرپا (۱۷) مچلی ٹن (۱۸) محمود ندر

(۱۹) میسلا پور (۲۰) نصرت آباد ساگر (۲۱) پرینڈہ (۲۲) شولا پور (۲۳) درنگل۔

(۲۴) ستارا (۲۵) تورگل (۲۶) ظفر آباد۔

۱۸۔ اس تقسیم کی تفصیل کے لئے دیکھئے۔ پترن کی چار گلشن۔ یا ڈاکٹر جادو ناتھ سکرار
کی کتاب انڈیا آف اورنگ زیب جو سنہ ۱۹۰۷ء عیسوی میں کلکتہ میں
چھپی ہے۔

حیدر آباد کا کرناٹک دو حصوں میں تھا۔ ایک بالا گھاٹ اس میں گنتی۔ کبھی کوٹہ۔ سندھوت۔ کورم کنڈہ۔ شال تھے۔ دوسرا پامان گھاٹ اس کا علاقہ گنتور سے کولارتک ساحل کارامنڈل پر پھیلا ہوا تھا۔ بیجاپور کا کرناٹک آب کرشنا سے میسور کی اخیر سرحد تک وسیع تھا۔ اور اس میں انا گوندی۔ بیدنور۔ چتیل ورک۔ ہرن پہلی۔ بنگلور۔ سرائو میسور کے علاقے شال تھے۔

عالمگیر اورنگ زیب کی وفات کے وقت کرناٹک کے ہر دو علاقے صوبہ دار ذوالفقار خاں کے تفویض تھے۔

اورنگ زیب کی وفات کے بعد محمد شاہ بادشاہ کی تخت نشینی تک دکن کا تمام ملک منلیہ مقبوضات میں شمار ہوتا تھا مرہٹوں کی قوت دکن کے شمال اور مغربی علاقوں میں نمودار ہو گئی تھی۔ لیکن ان کی حیثیت فارت گروں سے زیادہ نہ تھی۔ اور مغلوں کے حکام و عمال جو دکن کے مختلف علاقوں میں برسر حکومت تھے وقتاً فوقتاً ان کی مداخلت کر دیا کرتے تھے۔

سلطنت منلیہ کی طرف سے نواب نظام الملک آصف جاہ جب دکن کے صوبہ دار مقرر ہوئے تو وہ تمام ملک ان کے تصرف میں آیا جو عالمگیر کے عہد سے منلیہ مقبوضات میں شمار ہوا تھا۔ اس زمانہ میں کوکن کا علاقہ مرہٹوں کے قبضہ میں تھا۔ ۱۷۱۳ء میں جب کہ امیر الامرا سید حسین علی خاں دکن کا صوبہ دار تھا تو اس نے مرہٹہ سردار ساہو جی سے لوٹ مار اور راہ زنی کے چھوڑ دینے کا اقرار لے کر دکن کے چھ صوبوں کی چوتھ اور سرد سیکھی غایت کی اور اسے صوبہ دکن کے کارکنوں میں شامل کر کے تنخواہ کے عوض کوکن کا علاقہ بطور جاگیر عطا کیا۔ اس بنا پر پونا سے ستاراٹک جو ملک واقع ہے وہ مرہٹوں کی ملک قرار پایا۔

نواب آصف جاہ جب صوبہ دار مقرر ہوئے تو اس وقت دکن میں دو شخص مرہٹوں کی سرداری کے مدعی تھے۔ ساہو جی۔ سنبھاجی۔ پہلا ستارا کا دوسرا کولا پور کا راجہ تھا۔ ۱۲۹ھ میں نواب آصف جاہ نے ساہو جی کو معزول کر کے اس کے عوض سنبھاجی کو مرہٹوں کا سردار قرار دیا اور اُسے اپنے دربار میں بلا کر دکن کی چوتھ اور سردار سیکھی بھی حوالہ کی۔ یہ امر ساہو کے پیشوا بابے راؤ کو ناگوار ہوا۔ اور اس نے ۱۳۰ھ کے موسم برسات میں اورنگ آباد کے اطراف غارت گری شروع کر دی۔ نواب آصف جاہ نے جب مدافعت کا انتظام کیا تو باجی راؤ سے مقابلہ نہ ہو سکا اور وہ برہان پور سے ہوتا ہوا ہجرات کی جانب چلا گیا۔ اسی اثناء میں ساہو کے ایک سردار نے سنبھاجی کو مجبور کر کے ایک صلحنامہ لکھوایا جس کی رو سے ساہو ستارا کا اور سنبھاجی کولا پور کا راجہ تسلیم کیے گئے۔ لیکن مرہٹوں کی سرداری صرف ساہو کے حق میں سلم ہوئی چوتھ اور سردار سیکھی ابھی اسی کا حصہ قرار پایا۔ اس تصفیہ کو نواب آصف جاہ نے بھی ناگزیر قبول کر لیا اور ساہو کو حسب سابق چوتھ اور سردار سیکھی کے اختیارات دیدیے۔

۱۳۱ھ میں امیر الامرا کی سفارش سے محمد شاہ نے باجے راؤ کو مالوہ کا صوبہ دار بنا دیا۔ جس کے باعث دکن کے شمال میں مرہٹوں کا اقتدار قائم ہو گیا تھا اور وہ شمال و مغرب دونوں جانب سے جب کبھی موقع ملتا تو نواب آصف جاہ کے حدود میں آکر قتل و غارت کیا کرتے اور جس وقت مدافعت کی جاتی تو واپس چلے جاتے تھے۔ اس لئے نربدا کے نیچے برار و خامدیس میں ان کو کسی قسم کا بھی اقتدار نہیں تھا۔ کرناٹک اورنگ زیب عالمگیر کے زمانہ سے صوبہ جات دکن کا ماتحت علاقہ

۱۔ لیتھبرج کا مقدمہ تاریخ ہند ص ۱۷۱ ۲۔ حدیقہ العالم جلد دوم ص ۱۲۹

۳۔ حدیقہ العالم جلد دوم ص ۱۲۱ ۴۔ انفسٹن کی تاریخ ہند جلد دوم ص ۱۱۰۳

۵۔ حدیقہ العالم جلد دوم ص ۱۲۱ ۶۔ خزانہ عامرہ ص ۴۲

علاقہ چلا آتا تھا۔ اور یہاں کے حکام صوبہ داران دکن کے نائب ہو کر تے تھے۔
 ۱۷۵۱ء میں کرناٹک کے نواب سادات اللہ خاں کا انتقال ہو گیا تو اس کے
 قرابت داروں میں جانشینی کے لئے کئی سال تک جھگڑا ہوتا رہا۔ اس فساد کو
 رفع کرنے کے لئے نواب آصف جاہ نے کرناٹک پر یورش کی۔ یہاں سے فارغ
 ہو کر ترچناپلی پہنچے۔ معمولی لڑائی کے بعد یہ مقام اور مدور آد وغیرہ مفتوح ہو گئے۔ اس کے
 بعد ارکاٹ واپس آئے اور ۱۷۵۶ء میں سراج الدولہ نواب انور الدین خاں کو کرنا
 کی نیابت تفویض کی۔ اس فتح سے اس کماری تک دکن کا مشرقی علاقہ قلمروے آصفیہ
 میں داخل ہو گیا۔

نواب آصف جاہ نے اپنے نواسے نواب مظفر جنگ کو بجاپور کا صوبہ دار بنایا تھا
 اسے چور اور اداہونی کے علاقے اپنے فرزند نواب بسالت جنگ کو جاگیر میں عطا کیے
 تھے۔ کرنل، کراپہ اور شاہ نور میں افغان سردار برسر حکومت تھے۔ مغربی گھاٹ اور
 ساحل پر بید نور کے رانا کی حکومت تھی۔ میسور میں کرشنا خاندان کے راجہ شکرانی
 کر رہے تھے۔

شاہ نور بجاپور کے اور کراپہ کرناٹک کے ماتحت تھا۔ کرنل کے نواب نے
 تسخیر کرناٹک کے زمانہ میں اطاعت قبول کر لی تھی۔ بید نور کا رانا عالمگیر کے زمانے
 سے صوبہ داران دکن کا مطیع چلا آ رہا تھا۔ میسور کے راجہ خود سر ہو گئے تھے لیکن
 نواب آصف جاہ نے ان کی تنبیہ کے لئے نواب ناصر جنگ کے زیر کمان ایک مہم
 دکن کھیڑے سے روانہ کی۔ ۱۷۵۹ء میں سر جھکا پٹن کا محاصرہ ہوا تو راجہ نے مطیع ہو کر

۱۷۵۹ء تاریخ طفرہ ص ۱۰۰۔ لال کی مملکت برطانیہ ص ۸۴۔ ۱۷۵۹ء مدنیۃ العالم جلد دوم ص ۱۰۰۔ اس کرناٹک

۱۷۵۹ء عزائم عامہ ص ۵۹۔ ۱۷۵۹ء تاریخ دیر جنگی ص ۲۰۰۔ ۱۷۵۹ء مدنیۃ العالم جلد دوم ص ۱۰۰

۱۷۵۹ء۔ انڈیا عالم گیری ص ۲۵۲

سالانہ خراج ادا کرنے کا اقرار کیا ہے

میسور کے نیچے کوچین و ٹراون کور کے علاقے تھے مغرب میں ساحل سمندر پر
ملیبار کا ملک تھا۔ یہ سب آصفیہ عہداری سے خارج ادیرہاں کے حکمران خود مختار تھے۔
۱۶۱۱ء میں جب نواب آصف جاہ کا انتقال ہوا ہے۔ تو اس وقت ان کے
مقبوضات کی سرحد شمال میں نزد با سے شروع ہو کر جنوب میں رامیشورم پر ختم ہوتی تھی۔
مغرب میں کوکن کا علاقہ ان کی حکومت سے خارج تھا۔ مشرق میں اڈریہ کے ساحل
پر بنگالہ کی سرحد تک ان کی عہداری پھیلی ہوئی تھی۔ موجودہ جغرافیہ کے لحاظ سے مالک
محروسہ سرکار عالی کے علاقہ میں حسب ذیل ممالک ان کی مملکت میں شامل تھے۔ احاطہ مدراس
کا تمام ملک، ملیبار اور کوچین و ٹراون کور کو چھوڑ کر۔ احاطہ بمبئی کا جنوبی حصہ۔ مالک تنو
کے وہ قلعے جو نزد با کے نیچے واقع ہیں۔

مغلوں کے عہد حکومت سے یہ ملک چھ صوبوں میں منقسم تھا اور ہر صوبہ کی تقسیم
مستند و سرکاروں پر مشتمل تھی۔ ان صوبوں کا ذکر اور سرکاروں کی تفصیل ہندوستان
کی ان تمام جغرافیہ تارخیوں میں تحریر ہے جو اورنگ زیب عالمگیر کے بعد ضبط تحریر
میں آئی ہیں۔ ان میں سب سے پہلی کتاب غالباً اخبار النواہ ہے۔ جس کو رائے
چیمبرن نواب غازی الدین خاں بہادر کی فرمائش سے ۱۷۰۲ء میں بھد شاہ عالم بادشاہ
ثانی تصنیف کیا ہے۔ دیباچہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا مسودہ منتشر و پراگندہ
تھا۔ منشی چندربھان نے سن ۱۷۰۲ء میں اسے از سر نو مرتب کیا اور چار جلدیں اس کا نام
رکھ اس میں چار باب ہیں۔ پہلے باب میں ہندوستان کے پندرہ اور دوسرے
باب میں دکن کے چھ صوبوں کا بیان ہے۔ تیسرے باب میں ہندوستان کے
راستوں کی تفصیل ہے۔ چوتھے باب میں مسلمان اور ہندوؤں کے مختلف فرقہ کا تذکرہ ہے۔
دوسری کتاب لالہ کچھی نارائن شفیق کی حقیقت ہائے ہندوستان ہے۔ جو

سلسلہ میں ولیم پیٹرک کی فرمائش سے بمقام حیدرآباد تصنیف ہوئی ہے۔ یہ بھی چار مقالوں میں منقسم ہے۔ پہلے مقالہ میں ہندوستان کے محاصل و مخارج کا گوشوارہ ہے دوسرے اور تیسرے مقالے میں ہندوستان کے پندرہ اور دکن کے چھ صوبوں کی تفصیل بیان کی ہے۔ تیسرا مقالہ سلاطین ہندوستان کے حالات میں ہے۔

تیسری کتاب مورخ قادر خاں بیدری کی ہے جو نواب سکندر جاہ آصف جاہ سوم کے عہد میں سلسلہ میں لکھی گئی ہے۔ اس کی پہلی جلد میں جس کا نام سیر النہد ہے ہندوستان خاص کے پندرہ صوبوں کا ذکر ہے۔ دوسری جلد جو گلشت دکن کے نام سے موسوم ہے۔ دکن کے چھ صوبہ جات سے تعلق رکھتی ہے۔

اس سلسلہ میں دو کتابیں ایسی بھی ہیں جن میں صرف صوبہ جات دکن کا تذکرہ ہے۔ ان میں سوانح دکن مقدم ہے۔ اسے شتم خاں اورنگ آبادی نے سلسلہ میں بمقام اورنگ آباد مرتب کیا ہے۔ اس میں سب سے پہلے صوبہ جات دکن کے حالات اور ان کے بعد نواب آصف جاہ اور ان کے امراء کے دربار کا تذکرہ مرقوم ہے۔

دوسری کتاب گلزار آصفیہ ہے جسے حکیم غلام حسین خاں نے سلسلہ میں تصنیف کیا ہے۔ یہ دکن کی عام تاریخ ہے اس میں چار باب ہیں۔ پہلے باب میں سلاطین قلع شاہیہ کا ذکر ہے۔ دوسرے باب میں شاملان آصفیہ کی تاریخ ہے۔ تیسرے باب میں حیدرآباد کے اعیان و امراء اور دیگر ارباب فضل و کمال کا تذکرہ ہے۔ چوتھے باب میں صوبہ جات دکن کی تفصیل ہے۔

ان پانچوں کتابوں کو پیش نظر رکھ کر ہم نے صوبہ جات دکن اور ان کے جملہ سرکاروں کی ایک فہرست مرتب کی ہے جو ذیل میں درج ہے۔ اس میں سے پرنا لاؤد اولیٰ کی کوکھن۔ اور جوار کے چار سرکار خارج کر دینا چاہئے۔ ان کے علاوہ باقی تمام سرکار ملکات آصفیہ میں شامل ہیں۔ صوبہ جات اور سرکاروں کے محل وقوع کو ظاہر کرنے کیلئے

ہم نے ایک نقشہ بھی بنا دیا ہے۔ اس کی ترتیب و تیاری میں اپریل گز میٹر کے علاوہ چند خاص خاص نقشوں سے مدد لی ہے۔ جواب سے سو سو سال پہلے ایسٹ انڈیا کمپنی کے زمانہ میں تیار ہوئے ہیں۔ ان میں قابل ذکر اور کارآمد نقشہ ہے۔ سی واکر کا ہے۔ اس میں وہ تمام مقامات درج ہیں جن کا ذکر مغلوں کی تاریخ میں آیا ہے اس کے بعد ہٹری آف برہمن آرمی کے نقشوں سے مدد لی ہے۔ ان سے جنوب کے بعض مقامات کا پتہ چلا ہے۔

(۱) صوبہ خاندیس

اس صوبہ میں چھ سرکار تھے۔ برہمن پور مستقر حکومت تھا۔

ب م	۳۳ محال	(۱) سرکار اسیر
	۳۰ محال	(۲) سرکار بکلانہ
ب ل	۳۳ محال	(۳) سرکار بجاگڈھ عرف گھروں
	۷ محال	(۴) سرکار کالنے
ب ل	۶ محال	(۵) سرکار مندر بار
ا م	۲۰ محال	(۶) سرکار بانڈیہ

(۲) صوبہ برار

یہ صوبہ دو حصوں میں منقسم تھا (۱) بالا گھاٹ۔ اس میں پانچ سرکار تھے (۲) پامان گھاٹ۔ اس میں سات سرکار تھے۔

بالا گھاٹ

ج م	۱۱ محال	(۱) سرکار پاتھری
ب م	۹ محال	(۲) سرکار باسم
	۹ محال	(۳) سرکار بتیال باری

(۴) سرکار ماہور محال ۱۰ ج ل

(۵) سرکار مہکر محال ۱۲ ج ل

پایان گھاٹ

(۶) سرکار کاویل محال ۳۶ ج ل

(۷) سرکار کلم محال ۲۴ ج ل

(۸) سرکار کھیرالہ محال ۲۴ ج ل

(۹) سرکار زنالہ محال ۳۷ ب م

(۱۰) سرکار پونار محال ۴ ب م

(۱۱) سرکار دیوگڈہ عرف اسلام گڈہ محال ۴۹ ب ن

(۱۲) سرکار سرسویہ محال ۷ ب ن

(۳) صوبہ اوزبک آباد

اس صوبہ میں بارہ سرکار تھے۔

(۱) سرکار دیوگیبر عرف دولت آباد محال ۲۷ ج ل

(۲) سرکار احمدنگر محال ۱۰ ج ل

(۳) سرکار پٹن محال ۲ ج ل

(۴) سرکار پرینڈہ محال ۱۹ ج ل

(۵) سرکار بیڑ محال ۱ ج ل

(۶) سرکار جالناپور محال ۱۰ ج ل

(۷) سرکار سنگنیر محال ۱۱ ج ل

(۸) سرکار شولاپور محال ۲ د ل

(۹) سرکار وہارور عرف فتح آباد محال ۱۱ ج م

۷۱۱ ۲۶۳	ل	ح	محال ۲۴	سرکار جونیر	(۱۰)
			محال ۱۶	سرکار تل کوکن	(۱۱)
	ک	ج	محال ۱۳	سرکار جوار	(۱۲)

۴ صوبہ محمد آباد بیدر

اس صوبہ میں سات سرکار تھے۔

م	د	محال ۸	سرکار بیدر عرف ظفر آباد	(۱)
م	د	محال ۷	سرکار انکل کوٹ	(۲)
م	د	محال ۲	سرکار کلیان	(۳)
م	ج	محال ۱	سرکار اٹگیر عرف فیروز گدہ	(۴)
م	د	محال ۱۳	سرکار ملکیہ عرف مظفر نگر	(۵)
		محال ۱	سرکار امر حفتہ	(۶)
م	ج	محال ۲۲	سرکار نانڈیٹ	(۷)

۵ صوبہ بیجا پور

اس صوبہ میں اٹھارہ سرکار تھے۔

ل	ا	محال ۳۰	سرکار بیجا پور	(۱)
م	د	محال ۱	سرکار گلبرگہ عرف احسن آباد	(۲)
ل	ہ	محال ۱۵	سرکار بگانوں - اعظم نگر	(۳)
ل	د	محال ۱۲	سرکار انکلوج - سعد نگر	(۴)
م	ہ	محال ۶	سرکار ادونی - امتیاز گدہ	(۵)
م	ہ	محال ۹	سرکار راجپور - فیروز نگر	(۶)
م	ہ	محال ۱۶	سرکار بنکا پور	(۷)

ل	د	۱۶	محال	سرکار تورگل	(۸)
ن	ہ	۲۳	محال	سرکار متحد یاں عرف غازی پور	(۹)
		۸	محال	سرکار ملدرک	(۱۰)
ل	د	۷	محال	سرکار ایگری عرف محمدنگر	(۱۱)
م	ہ	۱۳	محال	سرکار مدگل	(۱۲)
ک	د	۸	محال	سرکار دابول عرف منسطفے آباد	(۱۳)
ل	د	۶	محال	سرکار مرجع ۷ مرتضیٰ آباد	(۱۴)
ل	د	۸	محال	سرکار پتالہ ۷ بنی شاہ درگ	(۱۵)
م	د	۵	محال	سرکار ساگر ۷ نصرت آباد	(۱۶)
ل	د	۱۲	محال	سرکار رائے باغ	(۱۷)
		۵۶	محال	سرکار کرناٹک	(۱۸)

۶ صوبہ حیدرآباد

اس صوبہ کے دو تفریق تھے (۱) تلنگانہ اسمیں بائیس سرکار تھے۔
(۲) کرناٹک اس میں اکیس سرکار تھے۔

ملک تلنگانہ

ن	د	۱۲	محال	سرکار گولکنڈہ عرف محمدنگر	(۱)
ن	د	۱۱	محال	سرکار پھونگیر	(۲)
ن	د	۱۳	محال	سرکار دیورکنڈہ	(۳)
ن	ج	۱۲	محال	سرکار میدک	(۴)
م	ج	۵	محال	سرکار کونٹلاس	(۵)
س	د	۱۱	محال	سرکار کھمبھٹ	(۶)

ن	د	۲۲	محال	سرکار نلگندہ	(۷)
ن	د	۱۳	محال	سرکار کوئل کندہ	(۸)
ن	د	۵	محال	سرکار پانگل	(۹)
ن	د	۹	محال	سرکار گھن پورہ	(۱۰)
ن	ج	۲۱	محال	سرکار ایلگندل	(۱۱)
ن	ج	۱	محال	سرکار آرام گیر	(۱۲)
ن	ج	۱۶	محال	سرکار ورنگل	(۱۳)
ن	ج	۳	محال	سرکار ملنگور	(۱۴)
س	د	۲۴	محال	سرکار کوندے پٹی مصطفیٰ نگر	(۱۵)
س	د	۵	محال	سرکار گنٹور عرف مرتضیٰ انگر	(۱۶)
س	د	۱۲	محال	سرکار ایلور	(۱۷)
س	د	۲۴	محال	سرکار راج مندری	(۱۸)
س	د	۸	محال	سرکار مچھلی پٹن	(۱۹)
س	ہ	۱	محال	سرکار نظام پٹن	(۲۰)
		۱	محال	سرکار کان الماس	(۲۱)
		۱	محال	سرکار چلکہ سیکا کول	(۲۲)

ملک کرناٹک

علاقہ بالا گھاٹ

ن	ہ	۸	محال	سرکار سدھوت	(۲۳)
ن	ہ	۱۵	محال	سرکار کجھنی کوٹہ	(۲۴)
م	ہ	۱۳	محال	سرکار گولی	(۲۵)

ن	و	محال ۱۲	سرکار کورم کٹڈہ	(۲۶)
ی	ہ	محال ۱۸	سرکار محکم	(۲۷)
علاقہ پایان گھاٹ				
		محال ۶	سرکار اودگیر	(۲۸)
ی	و	محال ۸	سرکار ویلور	(۲۹)
ن	ز	محال ۱۳	سرکار پالم کوٹ	(۳۰)
ن	و	محال ۱۰	سرکار ترپاتور	(۳۱)
		محال ۱۴	سرکار جلدیو	(۳۲)
ن	و	محال ۱۰	سرکار چندراگری	(۳۳)
س	و	محال ۳	سرکار چنگل سپٹ	(۳۴)
س	ہ	محال ۱۳	سرکار سرودھ پٹی	(۳۵)
ن	و	محال ۱۵	سرکار کبجی	(۳۶)
ن	و	محال ۱۱	سرکار ترناٹلی	(۳۷)
ن	و	محال ۸	سرکار جمنی عرف نصرت گڈھ	(۳۸)
		محال ۹	سرکار ورداور	(۳۹)
ن	ز	محال ۵	سرکار والکنڈہ	(۴۰)
ن	و	محال ۳	سرکار ونڈواشی	(۴۱)
ن	ز	محال ۱	سرکار ترچیاپلی	(۴۲)
ن	ز	محال ۱	سرکار تنجاور	(۴۳)

مختلف کتابوں میں صوبہ جات دکن کے جو گوشوارے تحریر ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ نواب آصف جاہ کے عہد میں ان صوبوں کے کم و بیش

اٹھارہ کروڑ چالیس لاکھ تریالیس ہزار روپیہ سالانہ کی آمدنی تھی۔ اس کے علاوہ وہ رقم تھی جو تلنگانہ اور کرناٹک کے راجاؤں اور زمینداروں سے پیش کش میں وصول ہوا کرتی تھی۔

صوبہ خاندیس سے تخمیناً	۵۸۷۸۰۰۰ روپیہ
صوبہ ہزار	۱۲۷۸۳۰۰۰
صوبہ اورنگ آباد	۱۲۷۷۷۰۰۰
صوبہ بیدر	۶۹۳۲۰۰۰
صوبہ بجالور	۷۸۸۱۸۰۰۰
صوبہ حیدر آباد	۶۶۸۲۵۰۰۰

میزان ۱۸۴۰۳۲۰۰۰

راجگان زمینداران کرناٹک کا پیش کش تخمیناً	۵۲۵۶۱۰۰۰
راجگان وزمینداران تلنگانہ کا پیش کش تخمیناً	۶۰۰۰۰۰۰

میزان ۵۸۵۶۱۰۰۰

میزان کل ۲۴۲۶۰۳۰۰۰

کتاب خانہ اسکندریہ

اردو زبان میں کتاب خانہ اسکندریہ پر متعدد مضامین لکھے گئے ہیں لیکن ان میں بالعموم مورخین مغرب کے اس الزام کی تردید کی گئی ہے کہ ”مسلمانوں نے اس کتاب خانہ کو جلا دیا تھا“ یہ کتاب خانہ کس عہد میں قائم ہوا۔ اس کے قیام کا مقصد کیا تھا، اور اس میں کس قدر کتابیں تھیں۔ ان مباحث کی جانب بہت کم توجہ کی گئی ہے۔

جارج بوشنل نے جو یورپ کے مشہور محقق و مصنف ہیں۔ جون سن ۱۹۲۸ء کے رسالہ عقایق (انٹی کوینیٹی) میں کتاب خانہ اسکندریہ کی نسبت ایک عالمانہ مضمون شائع کیا ہے اور اس میں کتاب خانہ کی گزشتہ تاریخ کے متعلق ایسے معلومات فراہم کیے ہیں جن سے ارباب اردو بہت کم واقف ہیں۔ ہمارے کرم مولوی سید معین الدین قریشی ایم اے نے جو عثمانیہ یونیورسٹی میگزین کے ایڈیٹر بھی رہ چکے ہیں۔ اس مضمون کا ترجمہ کیا ہے۔ جسے ہم شکریہ کے ساتھ درج رسالہ کرتے ہیں۔

تقریباً دو سو چالیس سال قبل مسیح میں علمی جدوجہد کا عام مرکز اثنیہ سے اسکندریہ منتقل ہوا۔ اس شہر میں جس کی بنیاد سکندر نے حضرت عیسیٰ سے کوئی تین سو تیس سال قبل ڈالی تھی، بطلمیوس، فلاویوس کے زیر نگیں تصنیف و تالیف کا بازار گرم ہو گیا۔

جہاں تک کتب خانوں کی تاریخ کا تعلق ہے کتب خانہ اسکندریہ بہت بعد میں وجود میں آیا۔ چنانچہ مشرق ہزار ہا سال پہلے کتب خانوں سے آشنا تھا۔ کتب خانہ اسکندریہ کے قیام سے ایک سو سال پہلے خود یونانیوں کا اولین سرکاری کتب خانہ موجود تھا جس کو یونانی حکومت نے تین سو پچاس سال قبل مسیح یہ مقام ہر کلیہ قائم کیا تھا۔ یہ اس زمانہ کا ذکر ہے جبکہ سکندر ابھی لڑکا تھا۔

اسکندریہ کا ادبی فروغ اثنیہ اور روما کے ادبی نشوونما سے ذرا مختلف ہے ان دونوں شہروں میں ادب نے آہستہ آہستہ اور بتدریج ترقی کی۔ بطلمیوس ثانی بڑے حوصلوں اور ارادوں کا آدمی تھا جس کی بدولت اہل قلم اور طالب العلم جو درجوں میں کچھے چلے آئے۔ ان افراد نے عظیم الشان ادبی تصنیفات کے مستند ادیشن تیار کیے جو بعد میں اور تمام کتب خانوں کا آسرا بنے۔ یہ سکندری ادیشن تمام یونانی دنیا میں گشت لگاتے رہے۔

ان ہی سے وہ سب مخطوطات نے زندگی پائی جو اس زمانہ کے مشہور و معروف کتب خانوں کی زینت ہیں اور جن سے ہومر، زینوفن وغیرہ کے مطبوعہ نسخوں کی تیاری میں اہل سودا کا کام لیا گیا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک قحط کے زمانہ میں بطلمیوس نے اثنیہ والوں کو صرف اس شرط پر غذا دینی منظور کی کہ وہ اس چلیں، سوفوکلس اور یوریپیدس کے حزنہ کار ناموں کے مستند نسخے فراہم کر دیں اور جب یہ شرط پوری ہوئی تو اس نے بڑی فیاضی سے غلہ کی کثیر مقدار اور ۵ اٹیانٹس نقری اثنیہ والوں کو عنایت کیے۔

سکندری میوزیم دراصل ترقی علوم و فنون کا ایک ادارہ تھا جس نے صاحبان علم و فضل کی ایک برادری قائم کر دی۔ اس کی عمارتیں شہر کے شاہی علاقہ میں

محل سے متصل واقع تھیں جو چین اور خانقاہوں اور کھانے کے ایک وسیع ہال پر مشتمل تھیں۔ ممتاز علماء و حکماء کو اس مجلس علم کی دعوت رکنیت دی جاتی تھی جنہیں تابعدار کی جانب سے سالانہ وظیفے بھی دیئے جاتے تھے۔ یہاں انہیں اپنی زندگی کو علم کے لئے وقف کرنا پڑتا تھا تعلیم و تعلیم کا ابتداء میں کوئی انتظام نہیں تھا۔ لیکن اتنا ضرور ہے کہ بعض امور میں یہ میوزیم آئینہ کے مدارس حکمت سے ملتا جلتا تھا۔ خاص کر اس محاطہ سے کہ یہ بھی دیولوں کا ایک معبد تھا جس کا ایک صدر باجاری ہوتا تھا۔ اس کا تقرر حکومت کی جانب سے عمل میں آتا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ ایک چھوٹا سا کتب خانہ بھی تھا جس میں ۲۲۰۰۰ کتابیں تھیں۔ کچھ عرصہ بعد سکندریہ میں ایک عیسائی اور ایک یہودی کالج بھی قائم ہو گیا۔

سکندریہ، عہد مقدونیہ میں علمی تحقیق کا سب سے بڑا مرکز تھا یا یہ کہنا زیادہ صحیح ہو گا کہ اس کا شمار وہاں کے دو عظیم الشان مرکوزوں میں تھا۔ ادبیات عالیہ، علوم ریاضی، علم تشریح، فلکیات، تاریخ طبعی اور علوم حکمت کا جو بھی سرمایہ اس زمانہ میں موجود تھا وہ اس شہر کے دامن سیرپرستی میں سمٹ آیا۔

سکندریہ والے محل سے کچھ ہی دور، چین کے اس پار کتب خانہ تھا جو ہلاکہ کتابوں سے مالا مال تھا جنہیں اپنی کتاب العنایت (۱۲-باب دوم) میں فراہمی کتب کا ایک قصہ بیان کرتا ہے جس کی صحت کے متعلق یقین کے ساتھ کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ وہسٹن کے ترجمہ کا اقتباس یہ ہے:-

واقعہ یہ ہے کہ شاہی کتب خانہ دارڈی مٹ ری ایس فیل ری ایس نے اس امر کا بیڑا اٹھا رکھا تھا کہ تمام عالم (دیکھو نقشہ عالم مرتبہ یراٹوس تھینز۔ ۲۰۰ ق م) کی کتابوں کو اپنے ہاں اکٹھا کر لے بشرطیکہ یہ ممکن ہو جہاں بھی جو چیز کام کی یا بادشاہ کے مذاق کی منگتی اس کو وہ فوراً خرید لیتا (واضح رہے کہ بادشاہ کو کتابوں کے

مشہور و معروف ”پیٹو جنٹ“ کی وجہ تسمیہ اور اصلیت یہی بیان کی جاتی ہے کیونکہ ستر رتی اس کام میں مصروف رہے۔

ابھی نی ایس کا بیان ہے کہ کتب خانہ کی مشمولات میں ارسطو کی تصنیفات بھی تھیں جو نیولیس سے خرید کی گئی تھیں۔ سوفو کلیس، یوری پدیس اور ایس چلیس کی تصانیف اہل اٹینہ سے مستعار لی گئی تھیں جن کے اہل نسخے تو محفوظ کر لیے گئے اور ان کی نقلیں مالکوں کو دی گئیں۔

مشہور و معروف شاعر و فلسفی کیا لی مے کس جس زمانہ میں کتب خانہ کی کاغذی دنیا پر فرماں روائی کر رہا تھا ادبی دنیا میں ایک نمایاں تغیر نمودار ہوا۔ اہل ادب نے رزم و جان بازی کے تمثیلی موضوع ترک کر دیے۔ قدرت کی دل فرمیاں اب ان کے دلوں کو بھانے لگیں۔ دیہات کے سیدھے سادھے مناظر و واقعات اور بہتے چشموں کے کنارے گد بانوں کی بخودی ان کی نظموں میں جذب ہونے لگی۔ اسی زمانہ میں مٹی اور کرائی ٹس کی منظری نظمیں تخلیق ہوئیں۔

اس قدر نگاری کے علاوہ ایک قسم کی حقیقت آمیز طریبہ نگاری بھی عالم وجود میں آئی جس میں شہریوں کی کمزوریاں اور خصوصیات ظریفانہ اور مزاحیہ نگ میں بیان کی گئیں۔ اس نئی طریبہ نگاری کا علم بردار غالباً اٹینہ کا باشندہ میاندر تھا۔ کیا لی مے کس (جو ابتدا کے عظیم الشان کتب خانہ داروں میں گنا جاسکتا ہے) کے دور میں ایک فہرست کتب مرتب کی گئی جو ۱۲۰ مجلدات پر مشتمل تھی۔ یہ گویا ان تمام مصنفین اور کتابوں کا ایک اشاریہ تھا جو کیا لی مے کس کے نزدیک کسی نہ کسی حیثیت سے قابل قدر تھیں اس کا نام ”فہرست متفرقات“ تھا۔ اس ذی ہوش کتب خانہ دار سے یہ مقولہ منسوب ہے کہ ایک بڑی کتاب حقیقت میں ایک بڑی بلا ہے جس کا غالباً یہ مفہوم تھا کہ ایک بڑی کتاب مشکل ایک مستقل جلد میں سمایا سکتی ہے

اسی خیال سے اس نے تصانیف کو مختلف جلدوں میں منقسم کر دیا تھا اور ہر جلد، کتاب یعنی حصہ کے نام سے موسوم کی گئی۔ الیڈا اور اوڈیے، ہیرڈٹس کی تاریخ اور دیگر تصنیفات کی تقسیم اسی طریق پر عمل میں آئی تھی گرا تھی نانامی ایک درباری کی تصنیف ”قوانین ضیافت“ اور ایچی میں۔ ہیکلی سی پس اور مٹروبی ایس کی تصانیف پینیری روٹیاں بنانے کے فن میں شامل فہرست ہیں۔

میں نے ابھی ابھی یہ بیان کیا ہے کہ بطليموس نے عبرانیوں کی حکمت و دانش کے قصے سنکر کتب مقدسہ کو طلب کیا اور عام افادہ کی خاطر ان کا یونانی میں ترجمہ کرایا۔ اس کے علاوہ اُس نے قدیم مصریوں، کلدانیوں اور رومانیوں کی کتابیں بھی فراہم کیں جن کے ترجمہ کے لئے بے شمار مترجمین کی خدمات حاصل کی گئی تھیں۔

ابتدائی مصنفین میں اس امر کا بحد اختلاف ہے کہ درحقیقت اس کتب خانہ کی کل کائنات کیا تھی۔ جارجیس سٹریٹس کے خیال میں کل تعداد ایک لاکھ تھی سینکا، ۴ لاکھ اور جوسیفیس ۲ لاکھ بیان کرتے ہیں۔ آلس کے لیس کا بیان ہے کہ تعداد کتب، لاکھ تک پہنچ گئی تھی۔ امیانس بھی اسی کا ہم نوا ہے۔ تعجب ہے کہ اسے سی ڈور صرف، ہزار کا اندازہ کرتا ہے۔ غالباً اس سے سہو ہو گیا اصل شمار، لاکھ معلوم ہوتا ہے۔

یوسیس (یوسیفیس) کے نزدیک فلا دلفیوس کی وفات کے وقت ایک لاکھ کتابیں تھیں۔ اسے پی نے نس جو اس سے ذرا قبل کا مصنف ہے ۴۸۰۰ بتلاتا ہے اور سی ایس کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ جولیس سیرز کے ہاتھوں جہازوں کے بیڑے کے ساتھ ۴ لاکھ کتابیں نذر آتش ہو گئیں۔ میرے خیال میں عام طور پر ۵ لاکھ کا تعین کیا جاتا ہے۔

بارہویں صدی کا مصنف ٹینرس غالباً کیالی میلس کی سند پر یہ بیان کرتا ہے کہ بیرونی کتب خانہ (۲۲۰۰۰) مجلدات پر اور اندرونی کتب خانہ (۴۹۰۰۰۰) مجلدات پر مشتمل تھا۔ فہرست سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ موخر الذکر میں ۹۰,۰۰۰ بے میل مجلدات تھے یعنی ہر جلد بجائے خود ایک مستقل تصنیف تھی اور چار لاکھ جلدیں ملوان تھیں یعنی ہر جلد دو یا زیادہ تصنیفات پر مشتمل تھی۔

عام طور پر غالباً اس کا اندازہ نہیں ہے کہ متذکرہ بالا جلدوں میں موجود زمانہ کی متوسط تقطیع کی معمولی جلد سے کم مواد ہوتا تھا۔ مثلاً "تغیرات عالم" مصنفہ ادوڈ کی ۵ کتابیں تھیں اور وہ ۵ جلدیں شمار کی جاتی تھیں۔ اسی طرح ایچی نی ایس کا بیان ہے کہ ڈائسڈی نس نامی ایک شخص نے ساڑھے تین ہزار جلدیں لکھیں ان امور کے بد نظر اختلاف کی گتھی ایک حد تک سلجھ سکتی ہے اور تعداد کو ایک مناسب حد میں معین کیا جاسکتا ہے۔

اسٹرابون نے کتب خانہ کا نقشہ یوں کھینچا ہے :-

"اس میں ایک ابوان استوانی، ایک دارالتقریر اور ایک وسیع طعام خانہ ہے جہاں اس میوزیم کے ارباب علم مل جہلکہ کھانا کھایا کرتے ہیں۔

کالج کی آمدنی کا ایک مشترک مد ہے جس کا انتظام میوزیم کے نگراں پادری کہہ سپرد ہوتا ہے۔ اگرچہ اس عمارت کے کوئی آثار اب باقی نہیں ہے لیکن اس کے متعلق جو بیانات ہمیں ملتے ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ وہ عام یونانی اور رومانی طرز تعمیر کی شان لی ہو ی تھی۔

یہ امر تقریباً مسلمہ ہے کہ سکندریہ کے ابتدائی کتب خانہ دار حسب ذیل تھے۔ ڈی مسٹریس باشندہ غیلرم۔ کیالی مے کس۔ پیراٹوس بحلیہ سنز۔ پالونیس۔ ارسٹوفنس باشندہ بارنطنیہ۔ لائی کو فارن باشندہ کیا لکس۔

الکزنڈر اے ٹوس اور ارٹارکس باشندہ سووٹھریس۔

مجھے کسی ایسی کتاب کا علم نہیں جس سے یہ تمام نام معلوم ہو سکیں لیکن میں سمجھتا ہوں کہ سو تا ڈیڑھ سو سال کے ایک دور میں یہ افراد سکندریہ میں یقیناً کتب خانہ دار رہے ہیں۔ ان کی ترتیب زمانی پر بہت کم مورخ متفق الہے ہیں لیکن اس معاملہ میں کسی قسم کی بحث اکثر و بیشتر بیکار ثابت ہوگی کیونکہ ان میں سے بعضوں کے متعلق تو یہ یقین کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ انھوں نے دوش بدوش کام کیا۔ دور حاضر کی طرح اس زمانہ میں بھی ایک سے زائد قائل کتب خانہ دار کار گزار رہا کرتے تھے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ الکزنڈر باشندہ اے ٹوس کے زیر اہتمام حزنیہ شاعری تھی تو رزمیہ اور سرودی شاعری کا انتظام زینوڈوٹس کے سپرد تھا۔ اور لائی کو فارن طریقہ شاعری کی ترتیب و تبویب کا ذمہ دار تھا۔

غالباً اس موقع پر مختصر سا سوانحی خاکہ بے محل نہیں سمجھا جائے گا۔

سکندریہ کا مشہور مصنف لائی کو فارن بھی جیم کے مورخ لائی کس (جو بعض اوقات تبھی اس کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے) کا متبنی تھا۔ تقریباً سنہ ۳۳۰ ق۔م۔ میں اس کی ولادت ہوئی اور ۲۸۴ کے لگ بھگ وہ کنذیرہ گیا۔ مورخ لائی کس اور بطلمیوس اول کے کتب خانہ دار دی میٹریس کے درمیان عداوت تھی۔ دی میٹریس بادشاہ کو ٹپی پڑھا تا رہا کہ وہ اپنے بیٹے کو جو بری انس کے بطن سے تھا کسی طرح جانشینی سے محروم کر دے۔ لیکن بطلمیوس دوم (فلادلفیوس) بالآخر سنہ ۲۸۵ ق۔م۔ میں اپنے باپ کے تارک السلطنت ہونے پر تخت حکومت پر منکمن ہو گیا۔ سنہ ۲۸۲ ق۔م۔ میں بطلمیوس اول کی وفات

بعد ہی بطلیموس فلاولیفوس نے ڈی مٹ ری سیس کو قید کر دیا جس کے بعد وہ زیادہ دن زندہ نہ رہ سکا۔ اور سانپ کے ڈسنے سے راہی ملکِ عدم ہوا۔ لائی کو مارن کے حق میں اپنے باپ کے دشمن کی وفات ہر طرح مفید ثابت ہوئی۔ اس کی زندگی کے متعلق ہمیں اس سے زیادہ نہیں معلوم ہو سکا کہ وہ کتب خانہ میں غالباً طربہ شعرا کی ترویج کا ذمہ دار تھا۔ اڈوڈ کی بات اگر تسلیم کر لی جائے تو اس کی موت کے متعلق بھی صرف اسی قدر معلوم ہو سکتا ہے کہ وہ ایک تیر کا نشانہ بنا۔

اس سلسلہ میں جو امر ہم سے متعلق ہے اور جو گزشتہ بیانات سے اخذ کیا جاسکتا ہے یہ ہے کہ ڈی مٹ ری سیس کی سبکدوشی اور بطلیموس دوم کی حکمرانی سے پہلے تک لائی کو مارن کو سکندریہ کی کتب خانہ داری نہیں ملی تھی۔

کتب خانہ کی تہذیب و تربیت کا ایک عام خاکہ غالباً دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ بعض اوقات ترتیب و ترویج کتب کا ابوالا با کھیالی سے کس خیال کیا جاتا ہے۔ یوں تو اس کی ابتداء کا سہرا ارسطو کے سر باندھا جاتا ہے لیکن علمی اور علی فن ترتیب کے لحاظ سے کھیالی سلیس ہی کو اولیت کا شرف حاصل ہونا چاہیے بصر و بابل اور اشوریا کے کئی ابتدائی کتب خانوں میں ترویج کتب عمل میں آچکی تھی لیکن بد قسمتی سے ہمیں نہ تو ان کی اسکیم کا حال ٹھیک طور پر معلوم ہے اور نہ ترویج کنندوں کا۔

کھیالی سے کس کی اسکیم کا ایک خفیف سا اندازہ ڈائیونیسیس ایتھی نیس سولی ڈاس، ڈائوجنس لیرنیس وغیرہ کے بعض سرسری حوالوں سے ہو سکتا ہے۔ اس کے متعلق کچھ زیادہ معلومات تو ہم نہیں پہنچائی جاسکتیں۔ البتہ صرف اس قدر بتلایا جاسکتا ہے یہ اسکیم قریب قریب ذیل کے عنوانوں اور ذیلی عنوانوں پر مرتب کی گئی تھی۔

حکما

ہندسہ
طب

مقننین

ضیافتوں کے متعلق

مورخین

خطباء

شعراء

رزمیہ

حزنیہ

طربیہ

منظومات مدحیہ

متفرق مصنفین

پرندوں کے متعلق

مچھلیوں کے متعلق

پنیری روٹیوں کے متعلق

اس میں شک نہیں کہ سکندریہ میں کئے چھوٹے چھوٹے کتب خانے موجود تھے لیکن ان میں قابل ذکر وہ کتب خانہ ہے جو سر ایس کے مندر سے متعلق تھا جس کے بارے میں غالباً ابھی یہ یقین نہیں ہو سکا کہ سراپین میں اس کا صحیح محل وقوع کیا تھا۔ یہ خیال کیا جاتا ہے کہ اس کتاب خانہ میں ۴۲۰۰۰ کتابیں تھیں۔ بعض قصوں نے اس کو پرکاشم اور سکندریہ کے کتب خانوں سے جالایا ہے۔

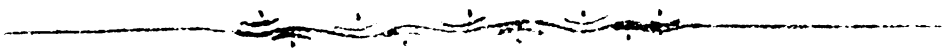
لیکن یہ سارے قصے بالکل بے حقیقت معلوم ہوتے ہیں۔

سینز، پاپی کے تعاقب میں مصر ہوتا ہوا اسکندریہ پہنچا تو وہاں کے گلی کوچوں میں ایک مجمع اس پر حملہ آور ہوا اسی میں کتب خانہ اسکندریہ کا ایک بڑا حصہ غالباً اتفاقی طور پر جل گیا۔ باوجود اس کے کہ اس کے متعلق کئی مصنفین کے قطعی بیانات موجود ہیں۔ اس عمارت کے جلنے کے اسباب یقینی طور پر نہیں معلوم ہو سکے۔ یہ تباہی شہ ق-م میں نازل ہوئی لیکن یہ امر قرین قیاس نہیں معلوم ہوتا ہے کہ پورا کتب خانہ جل کر خاک ہو گیا۔ بہر صورت ۳۶۲ء کے بعد یہ عمارت ناپید ہو گئی۔ جب کہ حملہ آر لین کے زمانہ میں اسکندریہ کا بروشین عسلاۃ ڈھیر کر دیا گیا۔

اب یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ حضرت عمرؓ کے لشکر نے ۶۴۲ء میں کس طرح اس کتب خانہ کو تباہ و تاراج کیا۔ اگرچہ بعض علماء اب بھی اس قصہ پر ایمان رکھتے ہیں۔

سقوط اسکندریہ کے ۶ سو سال بعد جارجیس بارہیرس نے اس قصہ کو چلایا کیا۔ اپنے پُر اثر انداز بیان میں وہ بیان کرتا ہے کہ یحییٰ بن عروہ ابن عاص کی خدمت میں جو اسکندریہ پر قابض تھے حاضر ہو کر استدعا کی کہ مال غنیمت کا کچھ حصہ اس کو بھی عنایت کیا جائے۔ عروہ بن عاص نے پوچھا کہ آخر تمہیں کونسی چیز چاہیے۔ یحییٰ نے جواب دیا "فلسفہ و حکمت کی وہ کتابیں جو شاہی خزانہ (کتب خانہ) میں موجود ہیں۔ عروہ نے غدر کیا کہ بغیر امیر المومنین کی اجازت کے یہ کتابیں نہیں دی جاسکتیں۔ اس نے امیر المومنین حضرت عمرؓ کی خدمت میں عرض کی جس کا اسے یہ جواب ملا "جن کتابوں کا تم ذکر کرتے ہو وہ اگر کلام اللہ کے مطابق ہیں تو ہمیں اُن کی ضرورت نہیں۔ اور اگر اس کے برخلاف ہیں تو ان کی

کتاب خانہ اسکندریہ کا کتب خانہ دار رہا ہے۔ پروفیسر موصوف نے بعض مستند
اشخاص کے اقتباسات دیکر یہ واضح کیا ہے کہ ان سے کوئی بات بھی ثابت
نہیں ہوتی یہاں مجھے یہ بھی بیان کر دینا چاہیے کہ پروفیسر موصوف کی تحریر کے
مطالعہ کے بعد بھی میری رائے غیر متزلزل ہے۔ تاریخ ادبیات کے متعلین کا
فرض ہے کہ قدیم استنادات کا بطور خود مطالعہ کریں اور اپنی ذاتی رائے قائم
کریں۔ تاہم اس خصوص میں پڑانہ ریورنشیہ منسکر الیٰ الرائے کا احترام
ہر طرح واجب ہے۔



میر محمد مصوم نامی

عہد اکبری کا مشہور شاعر اور کاتب نویس

وفات ۱۰۱۹ھ

میر صاحب ترمذ کے سادات عظام سے ہیں۔ ان کے اجداد کسی وجہ سے ترک وطن کر کے افغانستان میں چلے آئے اور قند ہار کی سکونت اختیار کی۔ قند ہار کی تواج میں جانب مغرب دس کوس کے فاصلہ پر موضع اکلچہ میں فخر السادات سید محمد شیر قلندر فرزند سید حسین زنجیر بابا کا مقبرہ ہے۔ میر صاحب کے دادا سید محمد مرتضیٰ اس کے متولی متفرع ہوئے یہ خدمت ان کے خاندان میں دو پشت تک جاری رہی۔ سید محمد صفائی فرزند سید محمد مرتضیٰ قند ہار کی سکونت چھوڑ دی۔ اور وہاں سے سندھ میں آکر سلطان محمود والی بھکر کے متول ہو گئے۔ سید شاہ مطلب الدین محمد بن محمود بھکر کے شیخ الاسلام تھے۔ ۹۷۷ھ میں جب ان کا انتقال ہو گیا تو سلطان محمود نے سید صفائی کو اس منصب جلیلہ پر مامور کر دیا۔ سید صفائی یہ خدمت نیک نامی کے ساتھ کم و بیش پندرہ سال انجام دی۔ ۹۹۱ھ میں ماہ ذیقعدہ

دوسرے ہفتہ بھکر میں انتقال کیا۔

میر صاحب بھکر میں پیدا ہوئے۔ علامہ کنکری سے علوم متداولہ کی تحصیل کی۔ اس کے بعد فکر معاش میں وطن سے نکلے۔ پھرتے پھرتے دارالحکومت میں پہنچے۔ کوشش کر کے اکبر کے دربار میں رسائی حاصل کی۔ بادشاہ نے انھیں ڈھائی سو کا منصب مقرر کر دیا۔

جلوس کے اٹھائیسویں سال (۹۹۱ھ) مرزا عزیز کو کلناش باغیان بنگالہ کی سرکوبی کے لئے دارالحکومت سے روانہ ہوئے۔ سرحد پر لڑائی شروع ہو گئی۔ غنیم کی کثرت تھی۔ شاہی لشکر تذبذب میں تھا۔ بادشاہ کو جب اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو دربار کے بعض امرا کو ملک کے لئے بنگالہ جانے کا حکم دیا اور انھیں گھوڑے اور خلعت سر فراز فرمائے۔ ان امرا میں میر صاحب بھی شریک تھے۔ یہ سب سے پہلا موقع ہے کہ میر صاحب کا تذکرہ عہد اکبری کی سیاسی تاریخ میں نظر آتا ہے اس کے بعد اسی سال میر صاحب سرکاری طور پر جانب گجرات روانہ ہوئے۔

۹۹۱ھ کے اخیر میں بادشاہ نے اعتماد خاں کو گجرات کی ایالت حوالہ کی۔ میر ابوتراب امین۔ خواجہ نظام الدین احمد بخشی اور خواجہ ابوالقاسم دیوان مقرر ہوئے۔ چودہ امیروں کو بادشاہ نے خلعت و جاگیر سے سر فراز فرما کر ان کے ہمراہ کیا۔ ان چودہ امیروں میں میر صاحب بھی شامل تھے۔ خواجہ نظام الدین اور میر صاحب دونوں کمبیش سات سال گجرات میں مقیم رہے اس عرصہ میں بہت خدمات انجام دیئے جن کے واقعات اکبرنامہ طبقات اکبری اور اقبالنامہ میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہیں۔ جلوس کے پتیسویں سال (۹۹۸ھ) مرزا عزیز کو کلناش گجرات کے صوبہ دار

مقرر ہوئے تو بادشاہ نے خواجہ نظام الدین احمد کو دربار میں واپس بلا لیا۔ خواجہ صاحب کے ساتھ میر صاحب بھی گجرات سے چلے آئے۔

جلوس کے چھتیسویں سال (۹۹۹ھ) بادشاہ نے تسخیر سندھ کے لئے ایک مہم روانہ کی۔ خانخانان مرزا عبدالرحیم کو سپہ سالار مقرر کیا۔ دیگر امراء کے ساتھ میر صاحب بھی اس مہم میں شریک کئے گئے۔ اور یہاں بھی بہت سے کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ ۱۰ھ

جلوس کے چالیسویں سال (۱۰۰۰ھ) بادشاہ نے میر صاحب کو منصب ہزاری سے سرفراز فرمایا۔ اور ندیمان مجلس میں شریک کر کے سفروں میں اپنے ہمراہ رکھنے کا حکم دیا۔

جلوس کے چالیسویں سال (۱۰۰۰ھ) تسخیر دکن کے لئے بادشاہ نے آگرہ سے کوچ کیا۔ میر صاحب بھی بادشاہ کے ہمراہ رکاب تھے۔ شاہی لشکر راستہ میں جہاں جہاں مقیم ہوا وہاں کے اکثر عمارات پر میر صاحب نے بطور یادگار اپنے اشعار اور سفر کی تاریخیں کندہ کر دی ہیں جو اب تک موجود ہیں۔ بادشاہ نے دو سال کے بعد ۱۰۰۱ھ میں دکن سے مراجعت کی۔ ۱۰۳۱ھ مرداد کو جلوس کے چھیالیسویں سال رايات شاہی کا دار السلطنت آگرہ میں نبردل اجلال ہوا ۱۰۳۱ھ اکبر نے آگرے میں مراجعت فرما ہونے کے بعد مختلف علاقوں میں فتح نامے

۱۰ تاریخ فرشتہ جلد ۲ ص ۳۴۳۔ مستدفاں نے اقبال نامہ میں اس کو مہم قندھار کے

نام سے موسوم کیا ہے۔ (اقبال نامہ جلد ۲ ص ۱۹۱)

۱۱ تحفۃ الکرام جلد ۳ ص ۱۲۰۔

۱۲ اقبال نامہ جلد ۳ ص ۱۲۰۔

بھیجے۔ ایران و توران کو وہاں کے بادشاہوں کے پاس سفارتیں روانہ کیں۔ اسی سلسلہ میں بادشاہ نے میر صاحب کو سفیر بنا کر شاہ عباس ماضی کے یہاں بھیجا۔ میر صاحب قندہار کے راستہ سے ہوتے ہوئے اصفہان پہنچے۔ اور وہاں سال ویرہ سال مقیم رہنے کے بعد سلسلہ میں جلوس کے پچاسویں سال واپس ہوئے۔ چنانچہ نے جلوس کے دوسرے سال سلسلہ میں میر صاحب کو سندھ کا امین الملک مقرر کیا۔ میر صاحب نے سندھ میں آکر سکھر میں سکونت اختیار کی اسی جگہ انتقال کیا۔ لب دریا مدفون ہوئے۔ ان کے فرزند میر بزرگ نے مزار پر مقبرہ بنوایا جو اب تک موجود ہے۔

میر صاحب کی تاریخ انتقال میں اختلاف ہے۔ اکثر کتابوں میں لکھا ہے کہ جس سال امین الملک مقرر ہوئے اسی سال انتقال کیا۔ اس اعتبار سے ان کا سال وفات سلسلہ قرار پاتا ہے۔ لیکن صاحب تذکرہ آفتاب عالم نے سلسلہ میں میر صاحب کی وفات بیان کی ہے اور اپنے بیان کی تائید میں تاریخ وفات کا مصدقہ ذیل پیش کیا۔

بودہ نامی صاحب ملک سخن

۱۲۰۰ شاہ عباس ماضی۔ سلسلہ میں برسر حکومت ہوا۔ بیالیس سال حکومت کرنے کے بعد ۱۲۴۴ جمادی الاول ۱۲۰۰ کو انتقال کیا۔ اکبر و جہانگیر کا معاصر اور خاندان صفویہ کا پانچویں بادشاہ ہے۔ مفتاح التواریخ ص ۲۳۷

۱۲۰۱ شاہ نواز خاں نے تاتاراں میں لکھا ہے کہ میر شمس الدین بو جہانگیر بادشاہ ایران سے واپس ہو چکے لیکن انگریزوں پر صفا کے فرزند میر بزرگ نے جو کتبہ کندہ کیا ہے اس سے سلسلہ میں واپس آنا ثابت ہوتا ہے۔

۱۲۰۲ نتائج الافکار ص ۲۲۔ تاتاراں جلد ۳ ص ۷۷

”ملا عبد القادر بدایونی نے منتخب التواریخ میں لکھا ہے کہ

”میر صاحب بڑے متقی اور پرہیزگار۔ ہیں کسی نے اُن سے کہا تھا کہ دین کی رہنمائی کے لئے مرشد ضرور چاہئے اس لئے آپ بھی کسی سے بیعت کر کے تلقین و اجازت حاصل کیجئے۔ میر صاحب نے جواب دیا کہ بالفعل تین مرشد موجود ہیں ایسی حالت میں کسی اور مرشد کی کیا ضرورت ہے۔“

”جب میں وطن سے نکل کر دارالخلافہ میں آیا تو سر میں جوانی کی ہوا دو ہوں اس قدر تھی کہ منصب ہزاری و دہ ہزاری قبول کرنے کو جی نہیں چاہتا تھا۔“ جب دربار میں پہنچا تو چوب داروں کے ڈنڈے کھائے اور بڑی ذلتیں اٹھائیں۔ تب شکل سے منصب بستی نصیب ہوا۔ سارے خیالات دُور ہو گئے اور اپنی حقیقت معلوم ہو گئی۔ مرشد کی تعلیم کا نتیجہ اس سے زیادہ کیا ہو سکتا تھا۔“

”دوسرا مرشد ابوالغیث بخاری ہے کہ مرتبہ میں مجھ سے بدرجہا بڑا بلہوا ہے جب تک مجھ کو اس سے ملاقات نہ تھی میرا حال یہ تھا کہ تین روزہ میرے گھوڑوں کو گھاس اور دانہ نہ ملتا تو اس قدر رنج ہوتا تھا کہ کسی سے بات کرنے کو بھی جی نہ چاہتا تھا۔ جب میرا ابوالغیث سے ملاقات ہوئی تو اُن کا یہ حال دیکھا کہ کبھی کبھی تین چار روز تک اُن کے طویل میں گھاس دانہ نام نہ آتا تھا اور نہ مطبخ گرم ہوتا تھا۔ اس پر بھی وہ سنسی خوشی اور کشادہ پیشانی سے رہتے تھے۔ رنج کا اثر چہرہ سے ظاہر نہیں ہوتا تھا۔ تب میں نے بھی اپنے دل کو تسلی دی کہ جب اس شخص کا یہ حال ہے تو میرا مرتبہ اس کے عشرِ عشر بھی نہیں پچھریں کیوں بیفائدہ رنج کروں۔“

”تیسرا مرشد وہ کنیزک ہے جو بادشاہ نے عنایت فرمائی ہے۔ جب کبھی

”خطرہ شیطانی اور ہوائے نفاہی کا اثر ہوتا ہے تو اس سے خواہش فرج ہو جاتی

” ہے اور گناہ سے بچ رہتا ہوں مرشد کا بھی یہ ہی کام ہے کہ امور نا شایستہ سے

” باز رکھے۔ ایسی حالت میں اب کسی اور مرشد کی کوئی ضرورت باقی ہے لے

میر صاحب کو علوم رسمہ میں کافی مہارت تھی۔ شعر و سہما اور طب میں
 یدِ طولیٰ رکھتے تھے لے نامی تخلص تھا۔ شعر بھی خوب کہا کرتے تھے بحیثیت سفیر جب
 اصفہان میں پہنچے ہیں تو وہاں حکیم شفا فی محمد رضا فکری۔ اور تقی اودھی کے ساتھ
 ان کی خوب صحبتیں رہی ہیں۔ مرزا محمد نیشاپوری۔ شاہ عباس صفوی کے وزیر تھے
 ان کے حکم سے میر صاحب اور تقی اودھی کے لئے ایک صحبت مشاعرہ برپا ہوئی تھی
 چنانچہ اودھی نے اپنے تذکرہ میں اس کا ذکر اس طرح کیا ہے۔

”بنا بر حکم مرزا محمد نیشاپوری کہ وزیر شاہ عباس صفوی بود با میر

مزبور صحبت مشاعرہ داشتیم۔ الحق اوراق و قدرت عظیم در شاعری بود“

میر صاحب نے خمسہ کے جواب میں پانچ مثنویاں موزوں کی ہیں۔ انکے
 علاوہ ایک دیوان بھی ہے۔ جس میں قصائد و غزلیات اور دیگر اقسام سخن شامل ہیں۔
 مثنویوں کی تفصیل یہ ہے لے

محزن الاسرا

بجواب

(۱) معین الافکار

لے کتاب منتخب التواریخ ۱۸۴۷ ترجمہ اردو ص ۵۳۷

لے منتخب التواریخ ص ۳۸۵

لے مثنویوں کی تفصیل کے لئے دیکھئے۔ کتبہ نمبر (۱۰) اور تذکرہ نفی کاشی و فہرست

اسپرنگر ص ۱۱۱

لے تحفۃ الکرام جلد ۳ ص ۱۲۷

(۱۲) حسن و ناز	بجواب	یوسف زلیخا
(۱۳) پری صورت	بجواب	لیلیٰ العجبوں
(۱۴) خمسہ متحیرہ	بجواب	ہفت پیکر
(۱۵) اکبرنامہ	بجواب	اسکندرنامہ

صاحب تحفۃ الکرام نے حسن و ناز کا نام ناز و نیاز لکھا ہے اس میں سندھ کے مشہور عاشق و معشوق سشی بنوں کی داستان مذکور ہے۔

میر صاحب نے طب و تاریخ میں بھی کتابیں لکھی ہیں۔
طب نامی۔ متوسط کتاب ہے۔ اس میں تشخیص امراض اور تدابیر علاج کو بیان کیا ہے۔

مفردات معصومیؒ۔ اس میں امراض کے لحاظ سے ادویہ مفردہ کے نام جمع کئے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ موقع و محل کے لحاظ سے ان کا طریق استعمال بیان کیا ہے۔ مفید اور کارآمد کتاب ہے۔

تاریخ سندھؒ۔ یہ کتاب میر صاحب کی تصنیفات میں سب سے زیادہ شہرت رکھتی ہے۔ اس میں بلاد سندھ کے وقایع اور دہاں کے حکام و مشاہیر کے تذکرہ جمع ہیں۔ میر صاحب نے اس کو چار حصوں میں تقسیم کیا ہے۔

حصہ اول۔ بلاد سندھ کے اسلامی فتوحات کی سرگزشت اور ادن حکام و عمال کے واقعات جو خلفائے بنی امیہ و بنی عباس کے طرف سے سندھ میں برسر حکومت رہے ہیں۔

۱۔ اس کا ایک نسخہ کتب خانہ آصفیہ میں موجود ہے۔ فن طب ص ۳۶۹

۲۔ اس کے دو نسخے کتب خانہ آصفیہ میں موجود ہیں۔ فن تاریخ ص ۲۹۲ ص ۶۷۷

حصہ دوم۔ اس میں اون سلاطین ہندوستان کا تذکرہ ہے جن کے حکام و کالے سندھ میں حکومت کی۔ ہے اور اس کے ضمن میں خاندان سومرہ اور سمہ کے حالات بھی لکھے ہیں۔

حصہ سوم۔ اس میں شاہان ارغونہ کا تذکرہ ہے۔

حصہ چہارم۔ اس میں ان واقعات کا ذکر ہے جو شہنشاہ اکبر کے زمانہ میں تعمیر شدہ کے وقت پیش آئے ہیں اور نیز اون احکام کا تذکرہ ہے جو فتح شدہ کے بعد سلطنت مغلیہ کی طرف سے اس علاقہ میں مقرر ہوئے ہیں سندھ کے متعلق فارسی اردو انگریزی میں جو تاریخیں تصنیف ہوئی ہیں ان سب کا ماخذ یہی تاریخ ہے اور اس کے اکثر اجزا کا انگریزی ترجمہ سرہنری ایٹ کی بے نظیر تاریخ ہندوستان کی جلد اول میں شامل ہے۔

میر صاحب نے سواد بھکر میں عمارات عالی تعمیر کئے۔ تھے سبھل اول کے بھگتے آثار اس وقت بھی موجود ہیں۔

سندھ میں دریائے نیلاب (سندھ) کے کنارے ایک عمارت بنوائی تھی سیٹان سر اس کا نام رکھا تھا۔ ”گنبد دریائی“ سے اس کی تاریخ تعمیر نکالی ہے۔ اس کے آثار ریلوے پل کے قریب موجود اور مسافروں کو دور سے نظر آتے ہیں۔ سکھر میں قلعہ سے باہر ایک بلند مینار تعمیر کرایا تھا جو اس وقت بھی موجود ہے اور میلوں سے نظر آتا ہے۔

میر صاحب کو کتابہ نگاری میں کمال حاصل تھا۔ دکن سے تبریز تک جن جن مقامات پر میر صاحب کا گذر ہوا ہے وہاں کے مساجد اور عمارات پر اپنے اشعار جبرت خیز اقوال اور بعض تاریخی واقعات کندہ کر دیئے ہیں موزنین نے بھی ان کتبوں کا تذکرہ کیا ہے مصام ماتر الامرا میں تحریر کرتے ہیں۔

”کتابہ نویس و خوشخط بالادست بود۔ از ہند تا تبریز و اصفہان ہمہ جادر راہ
و منازل اشعار خود را بر سنگ ہائے مساجد و عمارات کندہ و کتابہ دروازہ
قلعہ آگرہ و مسجد جامع فتحپور بخط اوست“
علی شیر قانع نے تحفۃ الکرام میں لکھا ہے۔
”در کوہ قند ہار کتبہ مشتمل بر اسمای مالک محروسہ اکبر بادشاہ بخرچ
مبلغ گراں بر سنگ با ہتاش نقش کردند“

سید معصوم کے بعض تاریخی نوکتے

(۱)

آگرہ میں قلعہ کے دہلی دروازے پر۔
حضرت شاہنشاہ جم جاہ خلافت پناہ ظل اللہ جلال الدین محمد اکبر بادشاہ
شاہ توجہ تسخیر دکن فرمود۔ و در سال ۹۶۰ نزول اجلال فرمود۔
شاہ جہاں چوں گرفت جائے بہ تخت شرف تخت ز رفعت نہاد بر زبر چرخ پا
دست دعا بر کشا دیر فلک از نشاط گفت کہ بادام حکم تو فرماں روا
خواست کہ نامی کند سال چو سن قم بود در اں دم لبش بر زشتاء و دعا
میل و چشم عدد یک افش کرد و گفت باد جہاں بادشاہ شاہ جہاں گیر ما
قائلہ و راقمہ محمد معصوم البکری

(۲)

فتح پور سیکری میں بلند دروازے پر۔
بتایخ سلسلہ الہی موافق سلسلہ ہجری را یات ظفر را ہزم تسخیر دکن

ایں جا عبور افتاد :-

نامی ز فلک دوش دلم کرد سوال کز رفته و آئنده بیان کن احوال
گفتا چه خبر ز رفتگان نیست اثر آئنده چو رفته دال چه می پرسی حال

جانب مشرق

حضرت شاهنشاه فلک بارگاه ظل الله جل الدین محمد اکبر بادشاه بفتح ملک کن
و و اندیس که سابقاً مسمی به خاندیس بود در سال ۱۰۰۰ هجری موافق سنه ۱۶۰۰ هجری بفتح پور بریده
عزیمت آگره فرمودند

نام زمین و آسمان است تا نقش وجود در جهان است
نامش بر سپهر هم نشین باد دانش بجهان ابد قرین باد

قال علیه السلام الدنيا قنطرة فاعبروها ولا تعمروها من تأمل انه
يعيش غداً تأمل انه يعيش ابداً وقيل الدنيا ساعة فاجعلوها طاعة
بقية العمله قيمة لها

جانب مغرب

من قام الى الصلوة ليس معه قلبه لا يريد من الله الا بعداً - خيرا المال
ما انفق في سبيل الله - بيع الدنيا بالآخره يريح - الفقر ملك
ليس فيها محاسبة -

نامی چه شد از تیر غمت گاهی کردی وز قصر زرا اندود پناهی کردی
خوبی جهان به صورت آئینه دان خود گیر تو هم درون نگاهی کردی
قایم و کاتبه محمد معصوم نامی بن سید صفائی الترمذی اصلاً و البکری مسکناً و المنتسب
الی سید شیر قلندر بن بابا حسن ابدال السبزواری مولداً و القندهاری مولداً

اوجین سے جانب شمال پانچ میل کے فاصلہ پر سپراندی کے کنارے
 سلطان ناصرالدین خلجی کی مالیشان عمارت کے دو ستون پر
 (۱) سنہ ۸۴۲ھ الہی موافق سنہ ۱۴۳۹ھ ہجری کہ آیات ظفر آیات عازم تسخیر دکن
 بود بایں جا عبور افتاد۔

نامی ز فلک دوش و لم کرد سوال کز رفتہ و آئندہ بیاں کن احوال
 گفتا بہ خبر ز رفتگان نیست اثر آئندہ چو رفتہ داں چہ می پرسی حال
 راقم محمد معصوم نامی البکری
 (۲) سنہ ۸۵۴ھ الہی موافق سنہ ۱۴۴۱ھ ہجری حضرت خلافت پناہ ظل اللہ جلال الدین
 محمد اکبر بادشاہ ملک دکن و خاندیس راقم کردہ مراجعت فرمودند۔
 فتح خاندیس و دکن چوں کرد شاہ عازم نہ بہت گہ سہور شد
 یک عدد نامی فرود الگاہ گفت شاہ والا عازم لاہور شد
 (۴)

و ہا میں لاٹ مسجد کے اندر
 در زمانیکہ اعلیٰ حضرت خاقانی ظل سبحانی شان منظر حق شاہ اکبر تعالیٰ شانہ اللہ اکبر
 عازم دکن بود بتایخ ہشتم اسفند ازند سنہ ۸۵۴ھ جلوسی موافق سنہ ۱۴۴۱ھ ہجری دریں مقام
 نزول اجلال فرمودند۔ عمل داد و کندہ کار حررہ محمد معصوم البکری۔

(۵)

سعد پور میں رود خانہ کے دو چھروں پر
 ہندگان حضرت شاہ شاہ خلافت پناہ ظل اللہ جلال الدین محمد اکبر بادشاہ در
 حین توجہ تسخیر دکن ایں منزل را بہز قدم رشک فردوس بریں ساختند و کان و الک
 فی تایخ ادائل اسفند ازند سنہ ۸۵۴ھ الہی موافق سنہ ۱۴۴۱ھ ہجری۔ حررہ محمد معصوم نامی بکری

نامی بکشا چشم بصیرت دریاب بنیاد زمانہ ہم چو نقش است بر آب
باتو گویم کہ حاصل دنیا چیست بیداری یک زمان باقی ہمہ خواب

(۶)

شادیا باد ماندو میں قلعہ کے اندر عمارت نیل کنٹھ کے ایک ستون پر
در تاریخ سلسلہ الہی موافق ششہ ہجری ہند گان اعلیٰ حضرت جہاں پناہ
فلک بارگاہ ظل اللہ متوجہ دکن بودند بدیں جامعہ اور افتاد ۔

تاکے گوئی بجرخ شد خانہ ما خند ہمہ بردل دیوانہ ما
زافسانہ دیگر اں بیا عبرت گیر ز اں پیش کہ بشنود افسانہ ما
حضرت ظل اللہ اکبر بادشاہ فتح دکن و داندیس نمودہ در ششہ ہجری عازم ہند
شدند ۔ قائلہ خامی ۔

دیم چندے نشستہ در صبح بگاہ بر کنگرہ مقبضہ شروان شاہ
فریاد کناں ز روئے عبرت می گفت گو آں ہمہ حشمت کجا آں ہمہ جاہ
حررہ محمد معصوم

(۷)

برہان پور میں جامع مسجد کے ایک منارہ پر
تاریخ الہی عبارت است از زمان جلوس حضرت شاہنشاہ ظل اللہ اکبر بادشاہ
غازی کہ ز تائید جوان بخت خویش قلعہ اسیر کشاد
گشت آباد اسیر ازاں نامی سنہ بیست و یک گفت الہ آباد
تاریخ الہ فروردی ماہ الہی سلسلہ موافقہ در رمضان ششہ ہجری حضرت
شاہنشاہ فلک بارگاہ ظل اللہ برہان پور را مقرر آیات ظفر آیات ساختند و بہادر خان
آمدہ بیابوس مشرف شد ۔ و او را با اتباع جاں بخش کردند و قلعہ اسیر فتح شد ۔

شاہ غازی جلال دین اکبر آں بتائید نجت قلعه کشاء
 کرد فتح اسیر ازل نامی گفت بگرفت قلعه اعلا
 قایلہ و کاتبہ محمد معصوم المتخلص بنامی بن سید صفائی الترمذی اصلاً و البکری
 مسکناً و مدفناً و منتسب امانی سید شیر قلندر ابن بابا حسین ابدال السبزواری مولداً و تقداً
 مولداً و مرقداً

بتایخ روز ماہ دو از دہم اردی بہشت ۱۰۶۶ موافق ۲۶ شوال ۱۰۰۹
 بندگان حضرت عازم لاہور شد
 فتح خاندیس و دکن چون کرد شاہ عازم ہندوستان فی الفور شد
 یک عدد نامی فرزد انگاہ گفت شاہ والا عازم لاہور شد

(۸)

بیانہ میں شہر سے باہر جانب جنوب خواجہ باولی کے پاس ایک گنبد کے
 ستون پر۔

بتایخ سن ۱۰۰۹ ہجری حضرت شاہنشاہ خلافت پناہ اکبر بادشاہ بعد از دکن و
 خاندیس ازیں جاعبور فرمودند۔ العبد محمد معصوم نامی البکری۔

(۹)

قصبہ مدہ گہر میں سلیمہ سلطان بیگم کے باغ کی مسجد کے دو ستون پر بندگان
 حضرت نعل الہی بعد از فتح دکن بندہ را از آگرہ بجانب عراق و خراسان و سن ۱۰۰۹
 مرض فرمودند۔ حررہ محمد معصوم بکری المتخلص بہ نامی بن سید صفائی۔
 من معدن الافکار

بخجی عمرت چنان راہ دار کش نتواں باز کشیدن میار
 نامی ازیں رہ دولت آگاہ بہ ساز باندازہ ازیں راہ بہ

قائمہ وکاتبہ محمد معصوم انامی البکری - تحریر فی الشہر رمضان ۱۲۸۴ھ

(۱۰)

ناگور میں شیخ حمید الدین ناگوری کی خانقاہ کے دروازہ پر -
جانب راست

دو جہاں در نظر دیدہ دران مختصر است ہر کہ بر بست از چشم طمع دیدہ درست
تا تو بد عہد رہ ہر دوفا بر بستی نامی دل شدہ را دیدہ بد یوار و درست
بعد از فتح دکن اعلیٰ حضرت بندہ را بہ حجاب عراق رخصت فرمودند العبد
محمد معصوم - سنہ ۱۲۸۴ھ

در صین مراجعت از ایران در ملازمت نواب میر محمد معصوم نامی دریں جا
رسیدہ و ایں چند بیت از خمسہ ایشان کہ دریں و لا با تمام رسانیدہ بودند تحریر نمودہ - ۱۲۸۳ھ
از معدن الافکار

بجز گرداب تست کا سہ گر تانخی از خود یا بد مگر

از حسن و ناز

قریب لعل آں ہر چشمہ نوش شدہ سرگرم چوں دژ بنا گوش

از اکبر نامہ

بگل چینی آں گلستان ندیم سراپا صبا دار داماں ندیم

از پری صورت

حسن است دم خریدہ او خوبی گل ز آفریدہ او

از خمسہ متحیرہ

ہست بر نامت ابتدائے ہمہ بتو آغاز و انتہائے ہمہ

جانب چپ دو تھیر

نامی بختا چشم بصیرت در یاب بنیاد زمانہ ہم چو نقش است بر آب
با تو گویم حقیقت دنیا صیبت بیداری یک ماں و باقی ہمہ خواب

عن سلیمان علیہ السلام اعظم المصائب موت الوقت بلا فائز ۸۔
حرہ میر بزرگ بن میر محمد معصوم النامی تخلصاً و البکری سکناً و ترندی اصلاً و آئینی
نسباً و کان ذالک فی سنۃ ثمانیۃ المئۃ

(۱۱)

ناگور میں بیرون شہر جانب شمال محلہ آہن گراں میں ایک مقبرے کے
دوستوں پر۔

(۱)

تو خفتہ براہ و کار روان تیز منشیں دو چو گرد باد بر خیز
نامی چہ نشستہ وریں راہ می نہ قدمے دراز کوتاہ

(۲)

گویند بود فاتحہ را فایکہ زان فاتحہ بخش نگہت رایکہ
بر روح گذشتگان فرست اخلاص محتاج و عاٹیم بخواں فاتحہ
حرہ میر بزرگ شملہ

(۱۲)

قندھار میں عمارت چہل زینہ پر۔

منقوش مرآت ضمیر ارباب دانش می گرداند کہ مملکت قندھار در قبضہ تعرف
آبائی بندگان حضرت شاہنشاہ جم جاہ فلک بارگاہ خلافت پناہ ظل اللہ جلال الدین
محمد اکبر بادشاہ غازی خلد اللہ ملکہ بود۔ و رحیمی کہ رایات کشورستانی جنت آشیانی محمد پایو
بادشاہ غازی لمیب اللہ تراہ و جل بحنتہ متواہ بمیا من توفیقات ربانی و تائیدات بھانی

تسخیر دہلی نمود و باز قندہار از تصرف این دو دمان بیرون رفت۔ و چوں دولت
شاہنشاہی اکثر اقالیم راج مسکون را کہ طول آن از حدود سمرندپ و اڈیسہ و بندر گورگان
و گورنگالہ تا تختہ و بندر لاہری و ہر منر کہ مسافت آن قریب بدو سال راہ می شود و
عرض آن از کابل و کشمیر تا سرحد ہزار و دکن کہ قریب یک نیم سالہ راہ باشد مسخر گردانید
و در سلسلہ ہزار و دو بست قندہار در حیطہ تصرف غلامان در گاہ خلایق پناہ درآمد۔ امید
کہ عنقریب اکثر اکناف عالم را از تائید نجات و اقبال حضرت ظل النبی و شاہنشاہان گردان
اقدار سلیم شاہ و مراد شاہ و دانیال شاہ و پیر و نیز شاہ سحر و لیلے یزدان گردان آئین
رب العلمین۔ تمت فی سلسلہ ہزار و ہفت۔

پوشیدہ نمائند کہ در زمانیکہ اعلیٰ حضرت خاقانی حکومت قندہار را توپ نامہ ارشاہ بیگ نامہ
کابلی مفوض فرمودہ بودند بندہ در گاہ محمد معصوم بن سید صفائی بن سید شیر قلندر بن
سید حسین زنجیر پائے بن بابا حسین ابدال البزداری مولد ادا القندہ ہاری مولانا و مرقدہ

تعلیقات

(۱) کتبات ذیل اکبر کی ہم تسخیر دکن کے مختلف منازل سے تعلق رکھتے ہیں۔

۱-۲-۳-۴-۵-۶-۷-۸

اکبر نے جلوس کے پتیا لیسویں سال آگرہ سے کوچ کیا۔ ۱۱۸۵ھ فروردین
جلوسی کو برہان پور اور غرہ اسفندار سلسلہ جلوسی کو احمدگر فتح ہوا۔ اقبالنامہ
جلد ۲ ص ۱۷۱ (۱۷۲ھ) اردو بہشت سلسلہ جلوسی کو بادشاہ نے برہان پور
مراجعت فرمایا (کتبہ نمبر ۷) ۲۰ھ مرداد سلسلہ جلوسی کو فتح پور پہنچا اور ۱۲۳ھ مرداد کو
داخل آگرہ ہوا (اقبالنامہ ج ۲ ص ۱۷۱)۔

آگرہ سے برہان پور تک دو سو اٹھائیس کوس کا فاصلہ ہے یہ مسافت
اڑتائیس روم میں طے ہوئی۔ اثنائے راہ میں بادشاہ نے ساٹھ مقام کئے (اقبال
ج ۲ ص ۶۶ و ص ۷۷)

اکبر کے عہد میں ایک کوس پانچ ہزار گز کا رائج تھا (المقادیر ص ۷۷)
انگریزی میل ایک ہزار ایک سو ساٹھ گز کا ہوتا ہے (المقادیر ص ۷۷) اس اعتبار
سے ایک کوس ساڑھے تین میل کے مساوی۔ اور جگہ مسافت آٹھ سو میل کے
قریب ہوتی ہے۔

(۲) خاندیس کو قدیم زمانہ میں ندر بار کہا کرتے تھے۔ اس علاقہ میں غریب خاں
نامی ایک زمیندار گزرا ہے۔ جس کے نام سے منسوب ہو کر یہ علاقہ خاندیس
مشہور ہو گیا۔ مسئلہ میں جب اکبر نے اس کو فتح کیا تو شاہزادہ دانیال کو
یہاں کا حاکم بنایا اور اس کے نام پر اس علاقہ کا نام داندیس رکھ دیا۔
اقبال نامہ جلد دوم ص ۷۳ خلاصہ التواریخ ص ۵۲ مقدمہ سید المتأخرین
ص ۲۹ آرایش محفل ص ۱۴

(۵) سعدل پور۔ مالوہ میں دہار سے جانب شمال مشرق بارہ میل کے
فاصلہ پر واقع ہے۔

(۷) بہادر خاں۔ خاندیس کے خاندان فاروقیہ کا خیر فرماں روا ہے فتح خاندیس کے
بعد اکبر نے اسے اہل و عیال کے ساتھ قلعہ گوالیر میں نظر بند کر دیا تھا۔
(اقبال نامہ ج ۲ ص ۷۴) کچھ عرصہ کے بعد لاہور بھیج دیا۔ جہانگیر کے
عہد حکومت میں جلوس کے انیسویں سال ۳۳ سنہ میں بمقام آگرہ اس کا
انتقال ہوا (فرشتہ ج ۲ ص ۱۹۱)

(۹) مدھکر۔ آگرہ سے ۱۲ میل کے فاصلہ پر آگرہ اور فتح پور کے درمیان یہ قصبہ فتح

کتابت ۱۰۵۹ میر معصوم کی سفارت ایران سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کتبوں سے معلوم ہوتا ہے کہ میر صاحب اکبر کی طرف سے سفیر ہو کر ایران کی جانب سلسلہ میں روانہ ہوئے۔ اور سلسلہ میں ایران سے واپس آئے۔ صاحب اثر الامرا اور بعض دوسرے تذکرہ نویسوں کا بیان ہے کہ میر صاحب سلسلہ میں روانہ ہوئے اور سلسلہ میں بہمد جہانگیر بادشاہ ان کی ہرا ہوئی۔ لیکن کتابت سے اس بیان کی صریح تردید ہوتی ہے۔

(۱۰) تمام تذکرہ نویسوں میں صرف تقی کاشفی نے میر صاحب کے خمسہ کا تذکرہ کیا ہے۔ لیکن اس نے بھی صرف دو مثنویوں کے نام تحریر کئے ہیں۔ اس کتبہ سے نہ صرف پانچوں مثنویوں کے نام معلوم ہوتے ہیں بلکہ یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ خمسہ کی پانچوں مثنویاں سلسلہ سے پہلے ختم ہو چکی ہیں۔

(۱۲) اس کتبہ میں میر صاحب نے اکبر کی سلطنت کے حسب ذیل حدود بیان کئے ہیں۔

لؤل۔ یلون۔ اوڈیسہ۔ گورگھاٹ۔ گورو بنگالہ سے تہتہ لاہری بندر اور ہرمنز تک۔ جو کم و بیش دو سالہ راہ کی مسافت ہے۔ عرض۔ کابل و کشمیر سے برابر و دکن تک جو تقریباً ڈیڑھ سال کا راستہ ہے۔ گورگھاٹ۔ مشرقی بنگالہ میں نارنگاؤں کے قریب واقع ہے۔ گور۔ بنگالہ کا مشہور تاریخی مقام ہے۔ ہنرگز میٹر جلد ۵ ص ۲۵۔ تختہ۔ سندھ کا قدیم اور تاریخی دارالحکومت ہے۔ ہنرگز میٹر جلد ۱۳ ص ۱۱۔ لاہری بندر۔ سندھ کا قدیم بندرگاہ جو کراچی کے قریب واقع ہے۔ ہنرگز میٹر جلد ۸ ص ۱۹۔

ہرمنز۔ خلیج فارس میں واقع ہے۔

سلیم۔ مراد اور دانیال اکبر کے فرزند ہیں۔ خسرو اور پرویز شاہزادہ سلیم کے
 لڑکوں کا نام ہے۔

۳۹
 شاہ بیگ خاں کا بی کو اکبر نے جلوس کے اونتالیسویں سال سستانہ میں
 قندہار کا دانی مقرر کیا۔ جلوس کے چالیسویں سال سستانہ میں شاہ بیگ نے اکبر کے
 نام کا خطبہ و سکہ جاری کیا۔ اقبال نامہ جلد ۲ ص ۲۴۱ و ص ۲۴۵

قندہار کے کتبہ کا ذکر اگرچہ کہ بعض تاریخوں میں مذکور ہے لیکن اس کی
 عبارت گذشتہ صدی کے اخیر ایام تک کسی مورخ نے نقل نہیں کی ہے لالہ موہن لال
 ۱۲۴۸ء میں برٹش گورنمنٹ کی طرف بعض مورخ کی تحقیقات کے لئے کابل و قندہار کو روانہ
 ہوئے تو انھوں نے سفر میں اس کتبہ کو نقل کیا۔ اس کے بعد ۱۸۹۹ء میں فرانس کے
 مشہور مشرق پر و فیس دار میٹیر نے لالہ صاحب سے اس کتبہ کے پڑھنے میں
 جو غلطیاں ہو گئی تھیں ادن کی اصلاح کی۔

کتابیات

حالات سے متعلق

طبع لکھنؤ ۱۲۹۲ھ ص ۱۰۱
 طبع لکھنؤ ص ۱۱ اردو ترجمہ ص ۵۳
 جلد سوم طبع لکھنؤ ص ۳۹ ص ۴۱ ص ۴۵
 قلمی نسخہ کتب خانہ آصفیہ طبع ۱۲۷۱ھ ص ۱۴۵
 طبع لکھنؤ جلد دوم طبع ۱۲۷۳ھ ص ۳۶ ص ۴۱
 طبع کلکتہ جلد سوم ص ۳۹
 طبع دہلی جلد سوم ص ۶۶ ص ۱۲۴
 طبع مدراس ص ۲۲
 طبع لکھنؤ ص ۱۵۵

خواجہ نظام الدین احمد نجفی
 ملا عبدالقادر بدایونی
 شیخ ابوالفضل غلامی
 میر معصوم بکری
 محمد شریف معتمد خاں
 مصباح الدولہ شاہ نواز خاں
 علی شیر قانع
 محمد قدرت شاہ خاں گویاوی
 طامس بیہل

(۱) طبقات اکبری
 (۲) منتخب التواریخ
 (۳) اکبر نامہ
 (۴) تاریخ شدہ
 (۵) اقبال نامہ جاگیر
 (۶) ماثر الامرا
 (۷) تحفہ الکرام
 (۸) نیاچ الافکار
 (۹) مفتاح التواریخ

- (۱۰) ہفت آسمان سید احمد علی
(۱۱) روز روشن مظفر حسین صبا
(۱۲) محبوب الالباب مولوی خدابخش خاں
(۱۳) بلاک مین کا ترجمہ آئین اکبری
(۱۴) ایٹ کی تاریخ ہندوستان
(۱۵) مارلے کی فہرست مخطوطات فارسی متعلقہ کتب خانہ ایشیاٹک سوسائٹی
(۱۶) ریونکی فہرست مخطوطات فارسی متعلقہ برٹش میوزیم جلد اول
(۱۷) ابھی کی فہرست مخطوطات فارسی متعلقہ دیوان ہند نمبر
(۲) کتبات کے متعلق
(۱۸) رویداد ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال باب۱۷۷۷ء
(۱۹) رسالہ ایشیاٹک سوسائٹی آف بمبئی جلد ۲۱ ص ۳۴۷ و ص ۳۹
(۲۰) ارکیولوجیکل سروے آف انڈیا جلد ۴ ص ۱۱۳
(۲۱) سالانہ رپورٹ ارکیولوجیکل سروے آف انڈیا باب۱۷۷۷ء ص ۱۶۶
(۲۲) رسالہ ایشیا۔ سلسلہ ہشتم جلد ۱۱۔ ص ۲۰۳
(۲۳) رسالہ رائل ایشیاٹک سوسائٹی بابت ۱۸۸۹ء ص ۵۹
(۲۴) بلوئین ناگ پور میوزیم جلد اول نمبر اول ص ۵
(۲۵) اپیکرافیا انڈوسینسی کا باب۱۷۷۷ء ص ۱۳ ص ۲۶ ص ۲۷
(۲۶) بمبئی گزیٹیر جلد اول حصہ اول ص ۳۷
(۲۷) محمد لطیف کی تاریخ آگرہ
(۲۸) توزک جہانگیری
(۲۹) احسن السیر
(۳۰) تاریخ فرشتہ
(۳۱) خلاصہ التواریخ
(۳۲) مقدمہ سیر المتاخرین
(۳۳) آرایش محفل
(۳۴) ہنٹر کا گزیٹیر آف انڈیا
طبع کلکتہ ص ۴۱
طبع آگرہ ص ۶۹
طبع حیدرآباد ص ۶۸
طبع کلکتہ جلد اول ص ۵۱
طبع لندن جلد اول ص ۲۵۲
ص ۷۷
جلد ۱۹ جلد سوم ص ۹۴
ص ۳۳
ص ۱۷۵ ص ۲۰۹
ص ۳۴۷ و ص ۳۹
جلد ۴ ص ۱۱۳
جلد اول حصہ اول ص ۳۷
طبع کلکتہ ص ۵۷ ص ۹۹ ص ۱۴۶
طبع لکھنؤ ص ۵ حاشیہ
طبع اجمیر ص ۲۲
طبع لکھنؤ جلد دوم ص ۲۹
طبع دہلی ص ۵۷
طبع لکھنؤ ص ۲۹
طبع کلکتہ ص ۱۴
جلد ۵ ص ۲۵ جلد ۶ ص ۱۹ جلد ۷ ص ۲۱

سلاطین ہند

آقیاس از مہفت اہم تصنیف امین احمد رازی

مہفت اہم فارسی زبان میں جغرافیہ اور تاریخ و تراجم کا مبسوط انسائیکلو پیڈیا

ہے اس کا مصنف امین احمد رازی جو امین رازی کے نام سے زیادہ مشہور ہے

رے کا باشندہ تھا۔ اس شہر میں اس کا خاندان نہایت معزز اور صاحب

ثروت مانا جاتا تھا۔ اور اس کے عزیز و اقارب ذی اثر صاحب علم و فضل

اور شاہی دربار میں عہدہ ہائے جلیلہ پر مامور تھے۔ امین رازی کا باپ

خواجہ مرزا احمد شاہ ٹھہا سپ صفوی (۱۹۳۰ء - ۱۹۸۲ء) کے اراکین دبار

تھا۔ اور بادشاہ نے اسے رے کا کلان تر مقرر کیا تھا۔

امین رازی کا چچا محمد شریف ہجری جو ہجری رازی کے لقب سے مشہور

ہے اور ۱۸۸۲ء میں فوت ہوا ہے فارسی زبان کا مشہور صاحب دیوان

شاعر اور اپنے زمانہ کا سرآمد روزگار شخص گزرا ہے۔ ابتدائے عمر میں خزانہ

جا کر تاتار سلطان ولد محمد خاں شرف الدین ادغلی کا وزیر ہو گیا۔ اس کی

وفات کے بعد شاہ ٹھہا سپ نے بند اور ابرقوہ کی وزارت عطا کی سات

سال اس خدمت کو بعدگی تمام انجام دیا۔ اس کے بعد بادشاہ نے اسے

امعبیان کا عہدہ وزارت تفویض فرمایا۔ اعتماد الدولہ مرزا خیانت بیگ

جو نور چہار باغیم کا باب اور شہنشاہ جہانگیر (۱۶۰۶ء - ۱۶۲۷ء) کا وزیر اعظم ہے
امین رازی کا مومن زاد بھائی تھا۔

امین رازی نے یہ کتاب شہنشاہ اکبر (۱۵۶۵ء - ۱۶۰۶ء) کے زمانہ میں بمقام
آگرہ تصنیف کی۔ چھ سال کی محنت کے بعد ۱۶۰۲ء میں اختتام کو پہنچایا اور
حسب ذیل رہائی سے اس کی تاریخ نکالی ہے۔

ایں نسخہ کہ بہت فردوس کو ناموشوی درود نہ بشکافی ہو
گرا تو کسی سوال تاریخ کند تصنیف امین احمد رازی گو

یہ کتاب سات اقلیم پر مشتمل ہے۔ ہر اقلیم کے تحت میں اس کے صوبوں اور
شہروں کے حالات تاریخی حوادث، سلاطین و حکام کے واقعات مذکور ہیں۔ اس کے
بعد ہر شہر میں جس قدر مشاہیر علماء، حکماء، شعراء، امراء اور صوفیہ وغیرہ گذرے ہیں ان کا
تذکرہ تحریر کیا ہے۔ اس تقریب سے تذکار سلاطین کے علاوہ اس کتاب میں پندرہ سو
بیچاس مشاہیر رجال کے تذکرے مذکور ہیں۔

امین رازی نے اس کتاب کی تصنیف میں بہت سی کتابوں سے مدد لی ہے
مجلد اوں کے بعض مشہور و معروف کتابوں کے نام یہ ہیں۔

تاریخی کتابیں طبقات ناصری۔ تاریخ گزیدہ۔ روحنتہ الصفا۔ حبیب السیر
جہاں آرا۔

جغرافیائی کتابیں مسالک و معالک۔ صور الاقالیم۔ معجم البلدان۔ نزهتہ القلوب۔
صوفیہ کے تذکرے تذکرۃ الاولیاء شیخ عطار۔ حکایات الصالحین امام باغی
نفحات الانس ملا جامی۔

شعرا کے تذکرے لباب الالباب محمد عوفی۔ چہار مقالہ نظامی عروضی۔ تذکرۃ الشعراء
دولت شاہ سمرقندی۔

ہفت اقلیم جس قدر مشہور ہے اسی قدر نادر و کمیاب ہے اس کا ایک نسخہ جو تصنیف سے چھبیس سال بعد شہنشاہ جہانگیر کے تیرہویں سال جلوس (جشن) میں مکتوب ہوئے۔ اس وقت ہمارے پیش نظر ہے اس سے اقتباس کر کے سلاطین بہمنیہ کا حال ذیل میں درج کرتے ہیں یہ بیان اگرچہ کہ نہایت مختصر اور ناقص و نامکمل ہے لیکن قدامت کے اعتبار سے تاریخی اہمیت رکھتا ہے۔ سلاطین بہمنیہ کے متعلق جو کتابیں اس وقت میرے آتی ہیں۔ ان سے مشہور اور قدیم کتابوں کے نام یہ ہیں۔

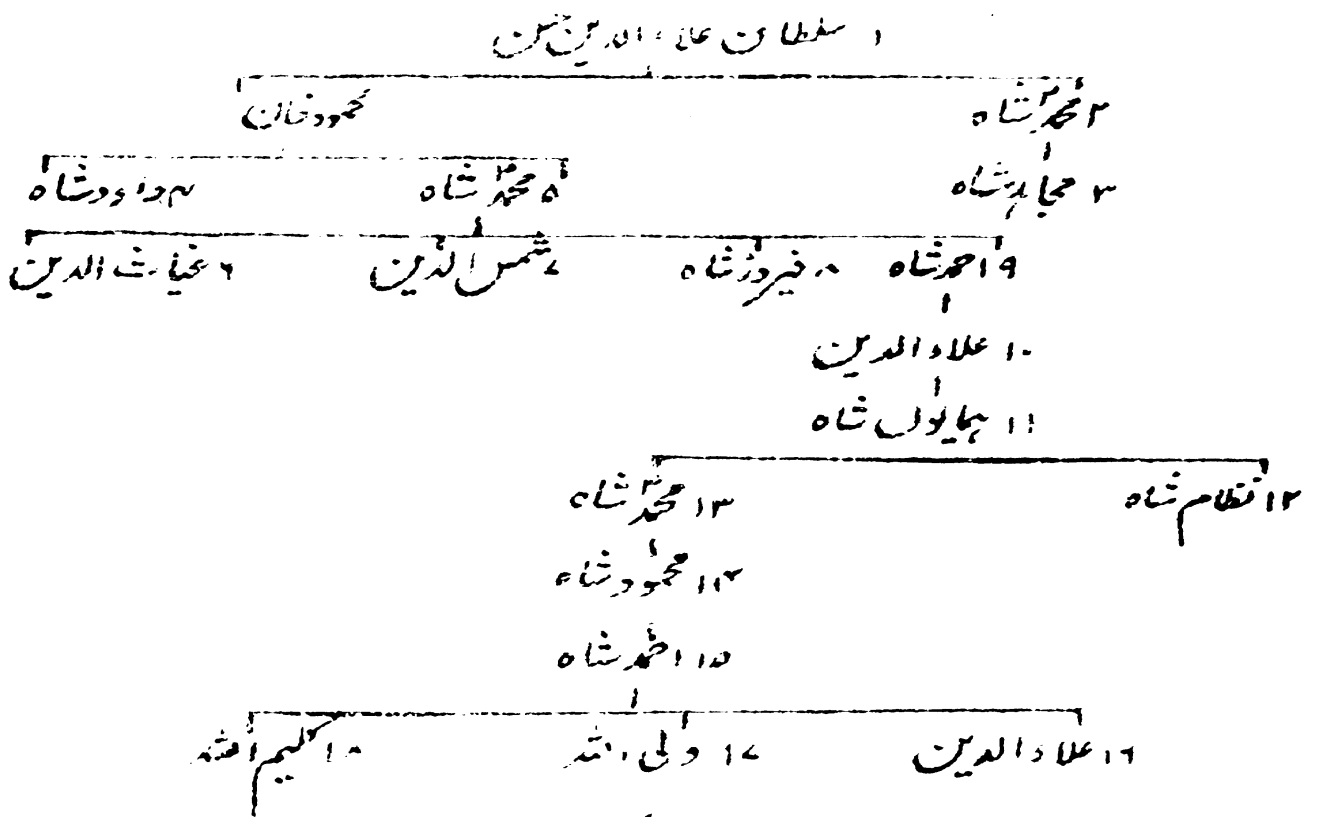
(۱)	طبقات اکبری	ملا نظام الدین احمد	۱۰۰۲ھ
(۲)	برہان المآثر	علی مازندرانی	۱۰۰۳ھ
(۳)	ذکر الملوک	شیخ عبدالحق محدث دہلوی	۱۰۰۵ھ
(۴)	تاریخ فرشتہ	علیم محمد قاسم فرشتہ	۱۰۱۵ھ
(۵)	تذکرۃ الملوک	رفیع الدین شیرازی	۱۰۱۷ھ

ان میں طبقات اکبری سب سے قدیم ہے۔ ہفت اقلیم بھی اگرچہ اسی سال تمام ہوئی ہے۔ لیکن اس میں جو حصہ سلاطین بہمنیہ کے متعلق ہے وہ سلسلہ میں قلم بند ہوا ہے اس لئے طبقات اکبری پر بھی لمحاظ قدامت اس کو فوق حاصل ہے۔

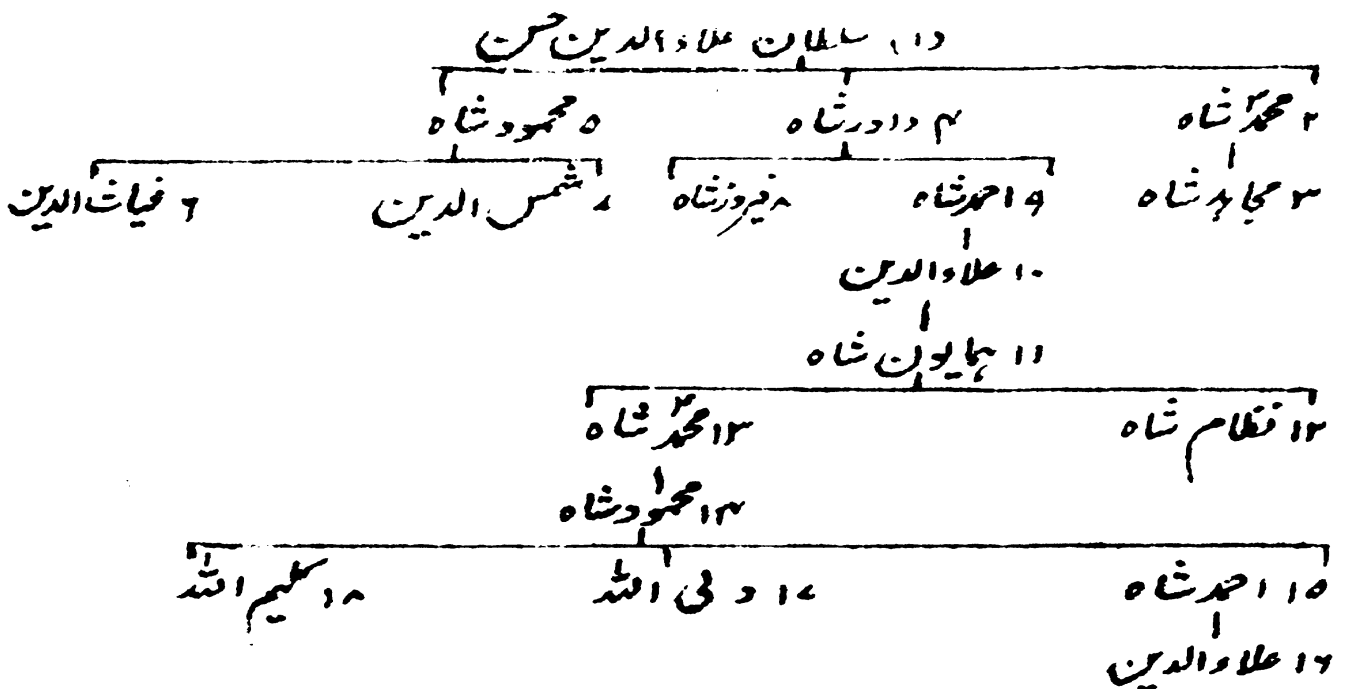
ہفت اقلیم میں سلاطین بہمنیہ کے جو حالات درج ہیں ان کو امین رازی نے عیون التواریخ سے اخذ کیا ہے یہ تاریخ سلاطین بہمنیہ کے عہد میں لکھی گئی ہے اور اس وقت ناپید ہے۔ اس بنیاد پر اس اقتباس کو اور بھی اہمیت حاصل ہو جاتی ہے۔

سلاطین ہند کا شجرہ نسب

۱۔ ہفت اقلیم کے مطابق



۲۔ تاریخ فرشتہ کے مطابق



اول کیکه از سلاطین دہلی بر ولایت دکن مستولی گردیده سلطان علاء الدین خلجی
بوده - و دیوگیر کہ عبارت از دولت آباد باشد با مضافات دیگر پرگنات تازماں سلطان
محمد تغلق تعلق بسلاطین دہلی داشته - و در آخر زماں دولت او حسن گاکویہ کہ از جملہ ملازماں
سلاطین بود براں دیار استیلا یافته خود را بسلطان علاء الدین مخاطب ساخت - و از
زماں استیلائی وی کہ در سال ہفت صد و چہل و ہشت بودہ تازماں پتھریرہ کہ از ہجرت
ختی پناہ صلی اللہ علیہ وسلم ہزار و یک سال گذشتہ بیست و یک تن بحکومت دوارائی
ملک دکن متکفل گردیدہ اند - و ازین جماعت بعضی در شہر گلبرگہ و برخی در شہر بیدروچی
در احمد نگر و چندی در تلنگ و قومی در برابر بلوازم امور حکومت پر داختہ اند - چنانچہ محلی از
ہر طبقہ در محل خویش رقم زدہ ملک بیاں خواہد گردید -
طبقہ اول ملوک گلبرگہ است - و اول ایشان -

(۱) سلطان علاء الدین حسن است - چون صاحب بیون التوایخ نسب وی را
بہمن بن اسفندیار میرساند ہر آئینہ آن سلسلہ بہ ہمینی اشتہار یافته اند - و سلطان علاء الدین
ابتداء ملک علاء الدین سرتیز را کہ سلطان بدفع او امور ساختہ بود بقتل آوردہ دیوگیر را
متصرف گردید - و پس ازاں کساں فرستادہ گلبرگہ نیز مسخر ساخت و بر اثر آن شہر
بیدر را با چند موضع بجز ضبط آورد - و بعد از میت و یک سال کہ بیاری از گردن کشاں
وزمین داران را مطیع و متقاد خود را گردانیدہ - رخت بعالم بقا کشید - و بعد از وی دلدار خد
(۲) سلطان محمد شاہ - بر سر سلطنت نشستہ بکلی ہمت مصروف بہ تخریب بلاد و احیاء
مراسم جہاد نمودہ ولایت بیار داخل بلاد خود ساخت تا بعد از ہزردہ سال و ہفت ماہ
دست اجل قبائی بقار از براو دور کردہ روی بوادی خاموشاں نہاد -

(۳) سلطان مجاہد شاہ - بعد از پدر قایم مقام گردیدہ ابتداء تاخت بولایت
بیجانگ بردہ غنیمت بسیار بدست آورد - و رائے کشن کہ پیشوا اہل عصیاں بود

انقیاد را حصار ناموس ساخته قلعه را تسلیم نمود - در خلال این احوال تنهیاں خبر آوردند کہ بعضی
متمردان با موال مو فوریگی کو ہائے شامخ آن ولایت متحصن گردیدہ اند سلطان وادو خاں را کہ
ابن عجم دی حی خد بر راہ گریز متمردان گزاشتہ خود منجب و غارت مشغول گردید - و پس از تقسیم
غنائم وادو خاں را کہ در محافظت راہ تھاوول و رزیدہ بود مخاطب بمانندہ افراض بیا ر نمود - و وادو خاں
کینہ سلطان در خاطر گرفتہ شبی در خلوت سرائے دی در آمدہ اورا بزخم خنجر ہلاک ساخت
مدت سلطنتش یک سال و یک ماہ نہ روز بودہ -

(۴) وادو شاہ بن محمود خاں بعد از مجاہد شاہ بر اورنگ آباد ایالت قرار گرفتہ
گردہی از مقر بان را با خود موافق ساخت - و خواہر مجاہد شاہ جہت بازخواست خون برادر
بعضی از امراء بفریفت تا در مسجد جامع دیر از پای در آوردند ایام حکومتش یک ماہ و سہ روز بود

(۵) سلطان محمد شاہ بن محمود خاں بن حسن شاہ نوزدہ سال حکومت نمودہ
راہ آخرت پیش گرفت - از خصوصیات احوال او چیزی کہ قابل ایراد باشد بظہر نیامدہ -

(۶) سلطان غیاث الدین - بجائی پدر بر بند سلطنت تکیہ زدہ جمیع سپاہ سر عہدیت
بنجاک راہ دی نہادند - مگر غلامی تغلمچی نام کہ بنزد اخمصا ص قرب و منزلت اخمصا ص داشت
می خواست کہ دولت اندو بہ برادرش منتقل شود - لاجرم جہت نفاذ این ارادہ دعوتی ترید
دادہ سلطان را بہمانی طلبید - و در خلوت دی را بدست آوردہ چشم جاں میں و رایل
کشید - و سلطان شمس الدین را در ہفت صد و نود و نہ بجکومت برداشت - مدت سلطنتش
یک ماہ و بیست روز بود -

(۷) سلطان شمس الدین و چون سلطان شمس الدین بجی تغلمچی بجکومت نشست برادران
دی فیروز خاں و احمد خاں و اہمہ کردہ قلعہ سگر رفتند - و از آن جا لشکری فراہم آوردہ
بر سر برادر خود آمدند - و سلطان شمس الدین ایشان را استقبال نمودہ بعد از محاذات صفیں
و موازات طرفین سلطان شمس الدین انہرام یافتہ معاملہ بمصالحہ انجامید - پس از آن

هر سه برادر بشهر درآمدند و بعد از چند روز سلطان نقض عهد نموده میخواست که برادران را بدست آورد که فیروز خان پیش دستی کرده در وقتی که مند امارت را خالی یافت با مردم خود جرات نموده بر تخت سلطنت نشست. و سلطان شمس الدین بعد از چند روز بقتل رسیده سلطنت بر فیروز شاه قرار گرفت. مدت سلطنتش پنجاه و هفت روز بوده.

(۸) فیروز شاه در سال هشت صد هجری بر متکائے دولت تکیه زده. در عهدش قوا مروت و رسوم فتوت و مہمانی عدل و انصاف رسوخ تمام داشت.

عدل و صفحہ ایام ز تیغ کرد پاک از اثر درد و دیغ

و او نخست تسخیر بجا نگر را پیش نهاد اہمیت ساخته کبوج متواتر رفته در کنار دریای کشن فرود آمد. چون عبور ممکن نبود بی اختیار توقف واقع شد. و رای بجا نگر با لشکر عظیم آمده در آل طرف فرود آمده. و سلطان ازین موازات و محاذات بیار لول گردیده ہموار با مراد دولت خواہاں طریقہ مشورت ملوک میداشت. تا روزی قاضی سراج کہ یکے از مخصوصاں بود و بیزید شجاعت انصاف داشت بعرض رسانید کہ عقدہ این سالہ جز بگرہ کشائی نکرد فریب کشودہ نشود. و بعد از تمہید مقدمہ با چندی از اقارب کہ برایشان اعتماد و وثوق داشت از آب گذشتہ خود را بشکر رای بجا نگر رسانید. و چون در فن سویتی بہارت تمام داشت در خانہ مطرباں فرود آمد. و بعد از چند روز کہ رای بجا نگر جشنی ترتیب دادہ اہل طرب را طلبید قاضی با اتباع خود ہمراہ مطرباں بد آئی مجلس در آمدہ صبح چند نمود کہ رای بجا نگر در مدت عمر خود ندیدہ بود. ہر آئینہ منظر نظر گردیدہ حکم شد کہ در خلاد ملاتی آمدہ باشد. و قاضی انتظار فرصت جستہ شبی کہ رائے مست بود بہ خنجر زہر آلود سینہ اش را دریدہ متابعانش نیز خنجر ہا کشیدہ سردارانش را سر بریدند چون غوغائی ہندو الی سلطان رسید از آب عبور نمودہ بقیۃ السیف را طعنے تیغ بید ریج گردانید. و چند ان غلام بدست افتاد کہ محاسب روزگار از عدد اوصای آل عاجز ماند. و در آخر عمر بر سر قعره از رخ

دو سال آن قلعہ را محاصرہ نمود۔ و کاری از پیش نتوانست برد۔ و چون بواسطہ آب و هوا اکثر مردم و چارپا تباہ می شدند ہر آئینہ معاودت نموده بجانب گلبرکہ در حرکت آمد۔ و رای بیجا نگر از مراجعت دی خبردار گشتہ لشکر بسیار فرستادہ تا مدخل محاراج آن راہ را مضبوط ساختند۔ و کس بیاری از سپاہ سلطان را مجروح و بیروح گردانیدند و زخمی سلطان نیز رسانیدند۔ و اسرا بعد از محنت تمام عنان سلطان را گرفتہ از آن ہلکہ بر آوردند و سلطان از غیرت بیمار شدہ پہلو بر بستر ناتوانی نهاد۔ در خلال احوال خواست کہ خانخانان احمد خاں را گرفته مقید سازد۔ پسر خود حسین خاں را قایم مقام گرداند کہ احمد خاں آگاہ شدہ خود را بامن عافیت رسانید۔ و سپاہ از ہر طرف آمدہ بوی طمخ گرید۔ و فیروز شاہ غلام خود را با بیست ہزار سوار و سی سلسلہ فیل بدفع او فرستادہ مفہوم برگشت و فیروز شاہ با جود بیاری در پاکی نشستہ خود متوجہ شد۔ و در وقت استوا صفوف طرفین است شدہ اکثر لشکر فیروز شاہ گریختہ با احمد خاں پیوستند و فیروز شاہ از مشاہدہ این حال برگشتہ بہ شہر آمد و کلید قلعہ و خزاین را بدست اکابر شہر بدو فرستاد۔

خردمند آن بود کہ در ہمہ کار گئے با گل بسازد گاہ با خار
ہمہ لقمہ فکر نتوان فرو برد گئے صافی بہ پیش آید گئی درد

و احمد خاں بدولت خانہ آمدہ فیروز شاہ او را بر تخت نشانید و بجا ہر زواہر نضایح گوش او را گرانبار ساختہ در باب فرزند اں خود سفارش فرمود در ہاں شب دست غارت گر اجل متاع زندگانی او را بغارت برد۔ ایام ایالت او بمیت پنج سال و ہفت ماہ و بمیت روز بودہ۔

(۹) احمد شاہ چون سریر سلنت و سند ایالت بکوس احمد شاہ بتایخ ہشت صد و بمیت پنج زیب و رینت یافت طبقات از عدل کال احسان شامل او آسودہ گشتہ۔

در سہلت آں چناں باز شد کہ کنجشک ہم خانہ باز شد
 و چون در زمان فیروز شاہ از دیورای والی بجانگر بی ادبی بسیار چنانچہ نوشتہ آمد
 واقع شدہ بود ہر آئینہ سلطان سخت بغزم انتقام او متوجہ گردید۔ و دیورای کہ
 از غرور و اشکبار سر بفلک دوار می سود عنان تمالک از دست دادہ یکے از معتمدان
 خود را با تحف و ہایا فرستادہ اظهار اطاعت و انقیاد نمود۔ و سلطان قلم حضور جرایم او
 کشیدہ مہنگہا بروی مقرر ساخت کہ ہر سال میدادہ باشد۔ و سلطان بعد از مراجعت
 رفتہ قلعہ کھرلہ را محاصرہ نمود۔ رای کھرلہ سلطان ہوننگ را بعد خود طلبیدہ بشرطی کہ
 ہر روز سہ لک تنگہ بہت مدد خرج بدو میدادہ باشد۔ چون ہوننگ نزدیک رسید
 سلطان احمد از پائے قلعہ برخاستہ سہ منزل عتب نشست۔ و سلطان ہوننگ بدین
 قناعت نا کردہ سہ منزل دیگر دی را تعاقب نمود۔ و سلطان احمد راقی غیرت بکرت
 آمدہ برگشتہ جنگ در پیوست۔ و بعد از محاربہ عظیم شکست بر ہوننگ افتادہ اہل
 حرمش بدست اہل دکن گرفتار گردید و سلطان احمد از کمال مروت لشکر خود را از
 تعاقب بازداشتہ بعد از چند روز اہل حرم ہوننگ را سامان نمودہ با پانصد سوار ہمبند و
 فرستاد۔ و در سال ہشت صد و سی و ہشت مرہی بر ذات سلطان طاری گردید کہ
 بغزم درست و نیت صادق از جمیع معاصی و ذنوب توبہ کرد۔ و فرزند بزرگ خود سلطان
 علاء الدین را در حضور امراء و وزراء بامر سلطنت وصیت کردہ در شب سیوم رجب
 جاں بجاں آفریں سپرد۔ مدت سلطنت او دو از دہ سال و نہ ماہ و سبت چار روز بود
 (۱۰) سلطان علاء الدین بن احمد شاہ چون قایم مقام پدر شد خود را احمد شاہ
 مخاطب ساختہ ہمگی بہت بر تہید قواعد سہلت و تشدید مبانی نصفت مصرف گردانید
 در سال ہشت صد و سی و نہ نصیر خاں ضابط اسیر و برہان پور بمیان ولایت دکن
 آمدہ پارہ از پرگنات را تاخت و تاراج نمود۔ احمد شاہ خلف حسن را کہ ملک التجار خطاب

داشت مبدفع دی نامزد ساخت - بعد از تملاقی فریقین نصیر خاں گر نخته ملک التجار تا ابر
 رفته پاره از ولایت اوراد و عرض تاخته مراجعت نمود - و پس ازین خدمت او را به تسخیر
 حصار سکر که از مخطات قلاع سواحل دریا بدار است فرستاد - و ملک التجار ابتدا حصار را
 کشود که راجه آن حصار سکر که نام داشت - سکر را خواست که بقتل رساند - او گفت که از
 کشتن من منفعتی بشما عاید نخواهد شد - اما صوبت این راه و بسیاری جنگل بر همه کس واضح و
 ظاهر است - اگر بنده بازنده دارید لشکر را بر ابرم که خاری بر دهن سواری نشیند -
 و ملک التجار اعتماد بر قول او کرده طلیعه سپاه دلیل راه ساخت - و دلیل گمراه راهی را
 سرگرد که دیوار ملاحظه آن آشفته شدی تا بموضع رسیدند که سه طرف آن کوه و جنگل بود
 و یک طرف جوی آب عمیقی که به جنگل می پوست - و در آن جنگل نیم شبی قرب چهل هزار
 پیاده فرو ریختند - و خلف حسن را با جمعی از اهل اسلام بقتل رسانیدند - و زرای دکن که
 عداوت غرباء را همیشه در خاطر مخفی ساختند این واقعه را بصورت قبیح بعرض سلطان رسانیدند
 فرمان بقتل آن جماعت حاصل کردند - هر آئینه راجه رستم که بنظام الملک ملقب بود سالار
 حمزه که شیر الملک خطاب داشت بدین امر ماسور گشته قرب سه هزار کس را بقتل آوردند -
 که از آن جمله هزار و دویست سید صحیح النسب بودند - و در اندک روزی نظام الملک
 و شیر الملک بعلت برص مبتلا شده بدار البوار منزل گزیدند - گویند که سلطان علاء الدین
 خود خطبه خواندی - و خوشن را بایں القاب ستودی که السلطان العالم اکلمیم اکرمیم
 الرؤف علی عباد الله الغنی علاء الدین احمد شاه بن احمد شاه الولی البهمنی - چون
 خبر قتل سادات بدور رسید بغایت متالم و ملول گردید روزی که سلطان در مدح خود این فقره
 فقره بیان می نمودی برخاست و گفت - والله انک الکذاب و است ببادل ولا حلیم ولا
 کریم تقبل الذریت و الطاهرة و تتکلم بهذه الکلمات علی منابر المسلمین - و سلطان از
 گفتار او محمل شده در غور از مسجد بنجانه رفت - و اصلا متعرض دی نگشت - و پس از چند روز

بیارگشته ہایوں خاں را کہ ارشد اولادش بود سلطنت و صیت فرمودہ در ہشت صد و شصت و دو روی بہالم آخرت آورد۔ مدت حکومتش بیست و سہ سال و نہ ماہ و بیست و دو روز بودہ

(۱۱) ہمایوں شاہ اگرچہ کمال تہور و مردانگی موصوف بفضاحت بیان و ملاقت لساں معروف بود لیک در آزار مردماں بیباک و در تادیب مجرماں سفاک می زیست۔ چنانچہ مظلومی ایں رباعی در حق وی گفتہ۔

ای ظالم از آہ دل شب خیز ترس وز فعل بد نفس شرا نگیز ترس
مژگان بخوں غرقہ مظلوم بہیں زان غمخیز آبدار خونریز ترس

و بتدیرج کارش بجائی انجامید کہ دست تقدی بعیال و فرزنداں مردم دہانہ می کرد و می فرمود کہ عروس را از میانہ راہ گرفتہ بحرم سرائی وی می بردند۔ و پس از ازالہ بکارت بخانہ شوہرنی فرستادند۔ و امرا بنوعی از دستوہم بودند کہ ہر گاہ بسلام میرفتند فرزنداں را وصیت نمودہ قدم در راہ می نہادند۔ و چون گاہی اہل حرم را نیز لاگن شئی بقتل میرساند ہر آئینہ خدمتکاراں با یک دیگر اتفاق کردہ در وقتی کہ با سحر است مشغول بود کینز جیشی بیک چوب کارش را آباخر رسانید۔ و نظیری شاعر ایں قطعہ در تاریخ فوت او گفت۔

ہمایوں شاہ مردود و خوش گشت تعالی اللہ ز ہے مرگ ہایوں

جہاں پر ذوق شد تاریخ مرگش ہم از ذوق جہاں آرید بیرون

مدت ایالتش سہ سال و شش و پنج روز بودہ۔ پس از فوت وی امرادر سال ہشت صد و شصت و پنج پسرش۔

(۱۲) نظام شاہ را کہ ہشت سالہ بود سلطنت برداشتند و دریں وقت کفار تلنگ و ادوئیسہ فرصت یافتہ بقصد نہب و غارت ولایت در حرکت آمدند و

اهل دکن در خدمت نظام شاه بنگل بیرون آمده مسلمانان ظفر یافتند. و چون سلطان محمود خلجی خبر یافت که حکومت دکن بظفری قرار گرفته با جنود موافق متوجه آن صوبه گردید. و امرای دکن نیز از همه جاسپاهای درهم کشیده وی را استقبال نمودند و بعد از تلافی فریقین شکر ماهه شکست یافته مردم دکن بتاراج مشغول شدند. و سلطان محمود که با فوج خود در گوشه پای ثبات افشوده بود بدکنیاں حمله برده منظر گردید. و سکندر خاں نامی نظام شاه را از آن سو که بر آورده بشهر بمیدر رسانید و سلطان محمود از عقب آمده وی را محاصره فرمود. و دکنیاں از حاکم گجرات مدد طلبیده سلطان محمود گجراتی به نفس خود بجانب دکن روان گردید. و سلطان محمود از آمدن او خبر یافته رایت مراجعت بجانب ولایت خود بر افراخت و کرت دیگر بدکن دور آمده بے آنکه کاری از پیش بر و معارت نمود. و پس ازین قضایا در بهشت صد و شصت و هفت نظام شاه فوت شده برادرش.

(۱۳) محمد شاه بجای وی پادشاه گردیده سلطان محمد شکر یلقب گشت و وزارتش تعلق بخواجه محمود گیلانی که خواجه جهان مشهور بود گرفت. و بسعی وی در ملک سلطان رونقی پدید آمد. و ملک احمد ولد ملک نایب و دریاخان بن علاء الدین که غلامان سلطان بودند بسعی خواجه جهان تربیت یافته ملک احمد بخلاب نظام الملکی و اقطاع جوینر ممتاز گردید. و دریاخان بعماد الملک ملقب گشته اقطاع کادیل بدو تعلق گرفت. در خلال احوال راجه اودیسه پای از حد خود فراتر نهاده متعرض ولایت دکن گردید. و سلطان محمد دفع او را پیش نهاد اہمت ساخته بجانب اورواں گشت. و در کنار آب راج ہندری تلافی فریقین دست داده ہر دو لشکر بدو طرف آب فرود آمدند. و چون در آن وقت ہنگام کثرت آب بود و عبور از آن آسانی میسر نبود بعد از چند روز راجه اودیسہ جمعی از مردم خود را بعبطہ قلعہ کنار آب تعین کرد

خود بدیگر ولایت رفت. و سلطان محمد سی موخو از آب گزشتہ قلعہ را محاصرہ نمود. و چون دانست کہ کمند استعدادش بشرقات برج مقصود نمی پیوندد ہر آئینہ بہ پیشکش قناعت کردہ بجانب تلنگانہ در حرکت آمد. و تا اقصیٰ آن ولایت رفتہ شہرستان ابدان بیاری از سگان آن ولایت را ویران ساخت. و بنجینق غزو و جہاد تجا نہائے ایشان را خراب گردانیدہ. غنیمت بسیار مال بے شمار بدست آورد. و دریں سفر مرتبہ خواجہ از جمیع مقربان در گزشتہ محسود ہنگناں گشت. و اقران بواسطہ بے اختیار ی خود و اعتبار او ہمیشہ در مدد استیصال دی نمی بودند تا در آخر شخصے را نزد ہر دار او فرستادہ بمال بسیار او را فریفتہ ساختند و کاغذی را بہر او رسانیدہ بعد از آن کتابتی از زبان خواجہ بہاں بجا کم او ڈیسہ در قلم آوردند. بدیں مضمون کہ ہر گاہ لشکر شما بمیان ولایت آید من نیز از طرفی برآمدہ بدیشاں ملحق خواہم گردید و بادنی توجہے ولایت دکن در حیطہ تصرف خواہم آمد. لیکن بشرطیکہ بعد از تسخیر ولایت بالسویہ قسمت شود. و چون این کتابت را بنظر سلطان در آوردند سلطان مضطرب و مہر ہمہ گشتہ کس بطلب خواجہ فرستاد. نزدیکان و اعیان خواجہ کہ بر سبب طلب اطلاع داشتند خواجہ را از رفتن منع نمودند. چہ دہ ہزار سوار در آن وقت بر درگاہ خواجہ حاضر بود خواجہ در جواب گفت کہ سالہائی دراز بدو لستہ این سلسلہ فراغت کردہ ام و ایچ گو نہ تقصیری از من بوجود نیامدہ. بجز دہتمتی کہ کردہ باشند خود را بہ یونانی منسوب گردانیدن و حق ولی نعمت صنایع ساختن از خود دور می نماید. و یقین است کہ دروغ را فروغی نخواہد بود. و من سیاست را بہ از حرام نمکی میدانم. و ہاں ساعت تنہا بدرگاہ پادشاہ رفت. چون سلطان از مہر و خط پرید گفت ہر از من ست اما خط از من نیست. و سلطان بی آنکہ دیگر حرفی پرید حکم بقتلش فرمود. خواجہ گفت قتل من موجب خرابی ملک خواہد شد. و الا کار من کہ بغایت پیری رسیدہ ام سہل است. سلطان از کمال کوتہ اندیشی سخن او گوش ناکرد.

فرمود که آن پیر عاقل فاضل را بدرجه شهادت رسانیدند - و بعد از قتل خواجہ در اندک زمانی امرارایت مخالفت برافراشته هرکس در هر جا که بود دم از انا ولا غیر می زد - و سلطان نیز زیاده بر سه ماه هجرت نیافته فوت گشت -

که در زمانه بی اعتبار طرح ستم خیال بست که خود هجرت زمانه نشد

زمان سلطنتش نوزده سال و چهار و نیم ماه بوده -

۱۱۴۱ سلطان محمود چون سلطان محمد بجبال سرمد انتقال نمود پسرش سلطان محمود بر مصالح سلطنت صعود فرمود - و از غایت جوانی و هوای نفسانی استیغاف لذات را بر مصالح جهان بینی مقدم داشت - و والده اش باتفاق نظام الملک و عماد الملک بسر انجام امور ملک و مال می پرداخت - و لا و رخا که یکی از غلامان سلطان بود از روی حسد بعرض رسانید که هرگاه نظام الملک و عماد الملک باستصواب رائے خود مہمات را تمثیت میداده باشند عقرب مستقل گشته زمام امور مملکت از کف اختیار و چون مو از خمیر بیرون خواهند آورد - بعد از آن افسوس و افسوس فایده نخواهد بخشید - و این سخن در ضمیر سلطان بی تدبیر جای گیر گشته قاصد قتل ایشان گردید و مدوری که آن دو امیر آمده در خلوت سخنی بعرض والده سلطان میرسانیدند و لا و رخا با یک کس دیگر بفرموده سلطان از عقب ایشان درآمده بر هر یک زخمی رسانیدند و ایشان شمشیرهای کشیده شتر لا و رخا را از خود دفع نمودند - و در فور خود را با سپاه رسانیدند و منزل خود آمدند - و ملک برید را که حاکم شهر بود از حقیقت آگاه ساخته گفتند که سلطان قصد تو نیز دارد - محافظت خود نمائی - و باخیل و مشتم بجانب اقطاع خود در حرکت آمدند و بعضی گفته اند که چون سلطان سخن در باب غرض ملک نایب پدر نظام الملک را بقتل رسانید ملک احمد نظام الملک از اطاعت سر باز زد - پسر تقدیر چون سلطان محمود بحركات ناستوده اقدام نمود هر یک از امرای که در قطری از اقطار دکن بودند دم استقلال

استبداد زده قدم از دایره اطاعت بیرون نهادند - و ولایت دکن را با یک دیگر قسمت نموده
خواطر از فکر ادا نمود و نواحی پیرا ختنه چنانچه اسماعیل عادل خاں ولد ملک یوسف ترک در
ولایت بیجا پور و گلبهرگ و مرج و کلیان و کلمر و دیگر محال که در تصرف داشت - را
بنا و لاغیری برافراشت - و سلطان قلی قطب الملک که از ترانکه بهمان بود و در عهد
سلطنت سلطان محمود بر سراج امارت و سروری صعود نموده بود تمام ولایت تلنگانه
را بخوزه تصرف خویش آورده از مرتبه فرمانبرداری برتبه فرماں فرمائی رسید - و دریاخان
عماد الملک بن ملک عماد الدین که حاکم برار بود آن ولایت را بحیطه ضبط کشید - و
ملک احمد نظام الملک بحر که بر ولایت جوین و کون و دولت آباد و آسیر و پرتو و پیر
حکومت داشت شعار سلطنت اظهار کرده دیگری را گردن نهاد - و زغم بعضی آنست که ملک
برادر سلطان محمود بود - چه وقت ولادت سلطان محمد والده اش را بواسطه احکام نجوم
بادیگر دجوه ملک نایب پسرده بود - و احمد در حجر تربیت ملک نایب نشو و نما یافته بعد از آن
مردم او را بملک نایب نسبت دادند - و برخی گفته اند که سلطان والده احمد را که آبتن بود
ندانسته بملک نایب بخشید و احمد در منزل وی بوجود آمده به پسر ی ملک نایب مشهور گشت
و الله تعالی عالم بحقایق الامور - و ایضا خواجه جهان که از تربیت یافتگان خواجه جهان
بود و پرنده را به استقلال برافراشت - و ملک قاسم ترک که منذ حکومت شهر
بوجودش آرایش داشت - تمام خزان و دقین و فیل و سایر اسباب سلطنت را بتصرف
خویش آورده - سلطان محمود را بنشین گشته اند و او تحلیف فرمود - و بقدر حاجت بآنها
و طعام جهت او مقرر ساخت - و مدت سی و هفت سال اسم سلطنت بر او موصوم بوده
در نه صد و بیست و چهار نقد عمر را بمقر اعلی در باخت و بعد از سلطان محمود سلطنت سیمنی
پسری شده ملک دکن بدیگران منتقل گردید - و ملک برید جهت محافظت خود
پسر سلطان محمود -

(۱۵) سلطان احمد را دو سال و یک ماه دست افراز سلطنت ساخت و چون او نماید -

(۱۶) علاء الدین محمود ولد او را با اسم سلطنت نامزد ساخت - و پس از چند گاه بجزش برداخته برادرش -

(۱۷) ولی الله را خلعت حکومت پوشانید - و چون برید بن برید برود سادّه کمرانی تکیه زد وی را مسموم ساخته برادرش -

(۱۸) کلیم الله را دست نشین خود گردانید - و بعد از فوت او با تکیه نام سلطنت از آن دو کومان محو گردید - و پس از آن امر آمدنی با یکدیگر مقام در مصافقت و موافقت بودند تا آخر با عوامی مفیدان میان اسمعیل عادل خاں و ملک احمد نظام الملک منازعت روی نمود - و روز بروز عداوت سمت تزايد و تضاعف می یافت - تا با ولاد و اعقاب سرایت کرد چنانچه تون کتب تواریخ دکن مشحون بآن است

قنوج

ہندوستان قدیم کا مشہور تاریخی شہر

ہندوستان کی تاریخ قدیم کے مشہور عالم و سنسٹ اسٹمہ نے قنوج کی گزشتہ تاریخ پر ایک عالمانہ مضمون لکھا ہے جو رسائل رائل ایشیائک سوسائٹی کے سلسلہ جدید کی چالیسویں جلد میں شائع ہوا ہے۔ مولوی سید محمد خاصن کنتوری نے جو مشہور شاعر۔ متعدد کتابوں کے مصنف اور استبصار و لسان الملک کے ایڈیٹر بھی رہ چکے ہیں۔ اس مضمون کا ایک مفید و کارآمد اقتباس مرتب کیا ہے جو ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

قنوج کا ذکر نہ صرف ہندوستان کی دو بڑی تاریخی نظموں ہی میں آیا ہے بلکہ یاتن جلی کی جہا بہاشیا کے موجودہ نسخہ میں بھی اس کا ذکر ہے جس کی نسبت خیال کیا جاتا ہے کہ سلسلہ ق۔ ۶ میں تصنیف ہوئی تھی اس پر سے قیاس ہو سکتا ہے کہ قنوج کی بنیاد حضرت عیسیٰ سے کم و بیش دو سو برس قبل پڑی ہوگی۔ بعض محققین کہتے ہیں کہ بطلمیوس کے جغرافیہ میں جو تقریباً سلسلہ ۱۴۰ میں لکھا گیا ہے کا ناگوزا اور کا نوگیرا کا جو ذکر ہے وہ قنوج ہی کے متعلق ہے۔ لیکن مشر اسٹمہ کو اس بیان کے قبول کرنے میں تامل ہے کہ اون کی رائے ہے کہ سیشہ کنیا کجا کے التباس کا

وجہ سے پیدا ہوا ہے جو قنوج کا اصل سنسکرت نام ہے اور کانوگنیزا گنگا پار کا ایک قصبہ ہے۔ جو طول بلد ۱۴۳ اور عرض بلد ۲۲ پر واقع ہے۔ اسی طرح بلیسوس کا کانوگوزا بھی ایک مشرقی قصبہ ہے۔ جو طول بلد ۱۲۵ اور عرض بلد ۳۰، ۴۰ پر واقع ہے۔ بہر کیف یہ ضرور ہے کہ بلیسوس کے زمانہ میں قنوج ایک مشہور شہر تھا۔

قنوج کے شہر کی طرح اس کا نام بھی بہت قدیم ہے۔ چینی سیاح فاہی این نے اس کو کانوای ہئیو این تشیانگ نے کانو کو شے اور دوسرے چینی سیاحوں نے کانو کو پو شے لکھا ہے ہئیو این تشیانگ یہ بھی لکھتا ہے کہ ایک زمانہ میں یہ شہر کشاپور یا پھولوں کا شہر کہلاتا تھا بعض قدیم کتبوں میں بجائے کنیا کبجہ کے گادھی پورہ یا گادھی نگر تحریر ہے۔ راجگاں خاندان پر ہمارے کتبوں میں اکثر آہودیا آیا ہے اور اس کے بعد کے خاندان گمر دوار کے اسناد میں چار مقدس مقامات کے نام آئے یعنی کاتسی، گسیلا، اترا کو سالاد (وجود مصیا) اور اندرا ستھان (اندرا پرست جو دہلی کے قریب تھا) ان میں سے گسیلا کو پروفیسر کیلہارن قنوج تصور کرتے ہیں۔

اکثر چینی مورخ یہ خیال کرتے ہیں کہ ملک گجرات کے چو کو کیا خاندان کا پہلا راجہ بھوان دتیا راجہ کلیان (یا کلیان کلکا) کا بیٹا تھا۔ جو ریاست قنوج کا راجہ صانی (پائے تخت) تھا۔ اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ کلیان اور قنوج ایک ہی شہر سے مراد ہے۔ کیونکہ کلیان اور ماہودیا ہم معنی ہیں۔ مورخ چینی کا شہر کالی پنگسا بھی قنوج ہی سمجھا جاتا ہے لیکن بلا کسی ثبوت کے۔

قنوج کے متعلق سب قدیم بیان جو اب تک مل سکا ہے وہ فاہی این چینی کا

سے قنوج کا وہ نام جو شاہی فرائین میں لکھا جاتا تھا جیسا کہ اوپر گزرا ہے ماہودیا کے معنی بے انتہا آباد و سرسبز کے ہیں۔

ہے جس نے ۱۸۹۹ء اور ۱۹۰۰ء میں ہندوستان کی بڑا نہ چندر گپتا ثانی (دو کرا دتیا) سیاحت کی ہے اس کا بیان یا اعلان حسب ذیل ہے۔

”خانجی ن نے ناگ مندر میں ختم موسم گرما تک قیام کیا۔ بعد ازاں اس نے جنوب مشرق جانب ساٹ یو جن کا سفر کیا اور شہر گپتا گجہ میں پہنچا جو دریائے گنگا پر واقع ہے۔ اس میں دو خانقاہیں یا دھرم شالے ہیں جس کے رہنے والے ہنیا یا نا فرقی کے دو دیار تھی (طالب علم) ہیں۔ شہر سے ۱۶ یا ۱۷ (۷) کے فاصلے سے گنگا کے شمالی کنارے پر جہاں چھتا بڑا اپنے چیلوں کو تعلیم دیتے تھے۔ کہتے ہیں کہ مہاتما کے ماہ بحث مضامین ”زندگی کی تلخی“ بے بیخولی اور ناپائیداری“ پر ہوتے تھے اور انکی تعلیم یہ تھی کہ انسان کا جسم خاکی، حباب آب یا کف آب کے مانند ہے اس مقام پر ایک ٹوپا تعمیر کیا گیا تھا جو اب تک موجود ہے۔“

اس اعلان سے معلوم ہوتا ہے کہ چندر گپتا ثانی کے عہد یعنی پانچویں صدی کے اوایل میں قنوج کوئی بہت بڑا شہر نہ تھا کیونکہ وہاں صرف دو خانقاہیں یا پانچوٹا اور ایک ہی ٹوپا ہونا بیان کیا گیا ہے اور برہمنوں کی کسی عبادت گاہ کا تو کوئی ذکر نہیں ہے۔ حقیقت یہ معلوم ہوتی ہے کہ شہر پاتلی پترا کے زوال کے بعد خاندان گپتا کے چوتھی اور پانچویں صدی کے راجاں چندر گپتا ثانی، کمار گپتا اول اور سکندر گپتا کا پائے تخت وجود صیاد رہا ہو گا۔

اس کے بعد قنوج کا ذکر بانا کے ہریش چرتریس پایا جاتا ہے۔ جو ساتویں صدی عیسوی کے اوایل میں گزرا ہے۔ ہریش (ہریش) کی جھوٹی بہن راجیسری کی شادی اس کے باپ پر جمہا کرور دھن (یا پرتاپ سیل) راجہ تھانیر کی زندگی میں گراہور دھن کے ساتھ ہو گئی تھی جو ادھنی دھن کا بڑا بیٹا تھا۔ ادھنی دھن خاندان کھڑاکار کن تھا جو تمام راجاؤں میں سب سے بڑا خاندان سمجھا جاتا تھا جس نے

جبکہ پر بھاگ کر وردھن کا انتقال ہوا اگر ہاورن پر راجہ مالوہ نے چڑھائی کی تو سن برسر
 سرکہ مارا گیا اور راجپوتوں کو فتح راجہ نے قنوج میں قید کر دیا۔ راج وردھن ہرش کے
 بڑے بھائی نے جو اپنے باپ کی جگہ تھاکر میں گدی نشین ہو چکا تھا راجہ مالوہ پر فوج کشی کر کے
 اس کو شکست دی اور اس محل میں راجپوتوں کو قید سے نکل بھاگی اور جنگوں میں غائب
 ہو گئی۔ مگر اس فتح کے بعد ہی راج وردھن کو راجہ بنگالہ ساسانکا نے دغا سے قتل کر دیا
 اس کے قتل کے بعد اس کا چھوٹا بھائی ہرش اس کا جانشین ہوا۔ اس نے اپنے
 ساسانکا کو شکست دے کے مشرقی مالک میں بھاگ دیا اپنی بہن (راجپوت) کو ڈھونڈ
 نکالا اور ریاست قنوج پر قبضہ کر لیا۔ اس بیان سے مالوہ اور قنوج کا تعلق نہایت
 طور پر ظاہر نہیں ہوتا۔ مگر بعض محققین راجپوتوں کے قنوج میں قید کئے جانے اور مہینہ واقعات
 یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ قنوج اس وقت ریاست مالوہ کا پائے تخت تھا اور راجہ بنگالہ
 مالوہ کا عظیم یا باجگزار۔ جب تو وہ اس موقع پر موجود تھا اور اس نے راج وردھن کو
 دغا سے قتل کر دیا۔

قنوج مالوہ کا پائے تخت ہو یا نہ ہو اور راجگان کو کھاڑی کی حد و سلطنت کا
 علم متحقق ہو یا غیر متحقق اہم کو صرف یہ دکھانا ہے کہ ہرش کی گدی نشین کے بعد سے قنوج
 کیا عروج حاصل کیا۔ چہ برس یعنی سن ۱۱۲۰ء سے ۱۱۲۱ء تک تو ہرش کو شمالی ہند
 تلج سے دریائے نرپا اور مشرقی بنگال تک کے راجاؤں کو زیر کرنے اور اپنا اقتدار
 وسیع کرنے میں گزرے۔ لیکن اس کا اقتدار تلج سے آگے نہیں بڑھا اس لئے کہ
 سن ۱۱۲۹ء میں ساسانکا کی بہار جنگی کا پتہ گنجام کی ایک سند سے چلتا ہے جس میں
 بہار راجہ ساسانکا کو ہاراج اور ہاراجہ اودھراج ساسانکا راجہ کا باجگزار بتایا گیا ہے
 اس کے علاوہ سن ۱۱۲۳ء میں ہرش کا مشرقی بنگال کے ساحل پر فوج کشی کرنا بھی یہی
 ثابت کرتا ہے۔

۶۱۲ء کے بعد سے جب سے کہ ہرنیش کی سیادت تمام شمالی ہند پر سے مسلم ہو گئی اس نے قنوج کو شاہنشاہی حکومت کا پائے تخت قرار دیا اور اسی وقت وہ ہندوستان کا سب سے بڑا شہر اور قدیم شہر پالی پتیرا کا قایم مقام سمجھا جانے لگا اور جب ہی اس کے عظمت و اقتدار اور رونق و بہار میں روز افزوں ترقی ہونے لگی یہ رفتار عروج پچیس سال (۶۱۲-۶۳۷ء) تک مسلسل جاری رہی۔ چنانچہ چینی سیاح ہیوان تشینگ جب دوبارہ ہندوستان آیا ہے (۶۳۳ء) تو اس زمانہ قنوج کے متعلق وہ اس طرح رقمطراز ہے:۔۔۔

”راجدہانی (قنوج) جو گنگا کو اپنے مغرب جانب رکھتا ہے کہتے ہیں کہ طول میں ۲۰ لے اور عرض میں ۵ لے سے زیادہ تھا۔ وہ نہایت مستحکم محاصرے محصور تھا اور اس میں ہر جگہ عالی شان عمارتیں خوشنما اور سرسبز باغ باغوں میں شیریں اور مصفا پانی کے حوض اور دنیا کے ہر گوشے کے نوواردات جمع کئے گئے تھے۔ رعایا سب شاد و آباد تھی اور بڑے بڑے دولت مند گھرانے بستے تھے پھولوں اور میوہ جات کی فیر ادانی تھی۔ اور کاشت و درو کی بہتات باشندے خوش منظر اور خوش پوشاک تھے۔ نظر فریب ریشمی لباس زیب تن کئے رہتے تھے علم و ہنر سے آراستہ اور گفتگو میں متین و شایستہ آبادی کے اعتبار سے پابند مذہب اور لامذہب تقسیماً مساوی تھے۔ سو خاتقاہیں مذہب کی تھیں جنہیں دس ہزار سے زیادہ بھائی اقامت رکھتے تھے جو دونوں متوں (ہنیایانا اور ہسایانا کی تسلیم پاتے تھے۔ اور دو سودیوستان یا سندرتھ اور غیر بدھیوں (یعنی ہندو یا بھہنی مذہب کے لوگوں) کی تعداد کئی ہزار

کی تھی

ہرش کی وفات کے بعد (۱۶۴۵ء) اس کی سلطنت کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے اور اس کا دیوان گدی پر قابض ہو گیا۔ مگر سفیر چین کے مطالبہ پر نیپال اور تبت کی مشترکہ فوجوں نے قنوج پہنچ کر اس کو مغلوب کر لیا اور غاصب دیوان کو گرفتار کر کے چین کو جلا وطن کر دیا گیا۔ اس کے بعد قنوج کی تاریخ پر تاریکی کا پردہ پڑ جاتا ہے اور اتنی برس کے حالات غمگناہی میں دفن ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ چینی سیاح ارتشانگ نے جس نے ۱۶۷۱ء سے ۱۶۸۵ء تک ہندوستان کی سیاحت کی ہے یہاں کے کوئی حالات نہیں لکھے۔ حالانکہ وہ اپنے دوران سیاحت میں قنوج بھی گیا تھا ہرش (یا ہرشن) کی وفات کے بعد سب سے پہلے جس راجہ کا ذکر آتا ہے وہ یاسو ورن ہے جس کی نسبت لکھا ہے کہ اس نے ۱۶۸۳ء میں چین کو اپنا سفیر روانہ کیا تھا۔ یہ امر بالکل قرین قیاس ہے کہ اس ہندی راجہ نے جو سفارت دربار چین میں پہنچی ہوگی وہ عین اپنی گدی نشینی کے بعد ہی بھیجی ہوگی اس لئے ہم یہ فرض کر سکتے ہیں کہ یاسو ورن ۱۶۸۳ء اور ۱۶۸۵ء کے درمیان کسی سال گدی نشین ہوا ہے مثلاً ۱۶۸۴ء میں۔ اس عہد میں دولت چین ہوا این تیانگ جیسے صاحب تدبیر و صاحب عظمت شاہنشاہ کے زیر فرمان وزیر نظر اس امر کی کامیابی کے ساتھ شان کہ ہندوستان کی شمالی و شمال مغربی سرحدات پر اپنا اقتدار قائم کر لے تاکہ اسلام کے فوجوں کا فتنہ سیلاب اس کی حدود سلطنت میں داخل نہ ہو سکے۔ نیز اہل تبت کی

۱۔ سر مہری ایٹ کی تاریخ میں حج نامہ کے حوالہ سے جس قنوج کا ذکر محمد بن قاسم کے عہد حکومت کے سلسلہ میں آیا ہے۔ وہ یہ کس قریب ہے جو آٹھویں صدی میں تبت کی ایک ماتحت ریاست تھی۔

نہرو کو بی بھی منظور تھی جو کبھی کبھی عربوں کے ساتھ مل کر سرتابیاں کرتے رہتے تھے۔
 چندر پٹرا راجہ کشمیر، شاہنشاہ چین کی طرف سے سنہ ۱۲۷۰ء میں شاہی کا فرمان عطا
 ہوا اور تیرہ برس بعد اس کے بھائی ٹنگتا پٹرا ٹنگتا کو اسی اعزاز سے معزز کیا گیا
 اسی زمانہ میں شاہنشاہ کی جانب سے اُدیانہ (سوات) پتھراں، کھٹل، خٹل، جو بدخشا
 کے مغرب جانب ایک ریاست تھی، سین، غزنی، اور کپسا (کافرستان) کے حکمرانوں کو
 شاہی کے خطابات سرفراز ہوئے۔ ان حالات کے مد نظر راجہ قنوج نے بھی یہی مناسب
 سمجھا کہ چین اور سرحدی طاقتوں سے تعلقات پیدا کرے۔ اور یہ بھی کوئی عجیب کی
 بات نہیں کہ اس نے اس وقت کی سب سے بڑی ایشیائی شاہنشاہی کا سایہ ملت
 حاصل کرنا چاہا ہو۔ جس طرح ہریش نے جو یا سوورن سے بدھ جاقوی اور صاحب
 اقتدار تھا یہی حکمت عملی اختیار کی تھی کہ چین کی سیادت کو تسلیم کر لیا تھا۔ جس کے
 ذریعہ نیپال اور تبت کی فوجی قوت تھی۔

فلت جیت (ٹنگتا پٹرا) راجہ کشمیر جو تقریباً سنہ ۱۲۷۰ء میں گدی نشین ہوا
 تسخیر مالک کا بڑا شائق تھا اور بہ قول اس کے درباری مورخ کے ”فتوحات کے شوق میں“
 آفتاب کی طرح زمین کے گرد گھوما کرتا تھا، کشمیر کے ماسوا ولایت تک پہنچا،
 سیو تھ پورہ یا بلسہ کوہستان تک (شاید کوہ سلیمان مراد ہو) اور آسا یا ہزارہ پنجاب کا
 پہاڑی سلسلہ اور راجپورہ یا راجوڑی کے صوبہ جات بھی اسی کے زیر حکومت تھے اپنی
 حکومت کے ابتدائی عہد میں جب تک کہ وہ یا سوورن راجہ قنوج سے برسرِ صلح تھا،
 اہل تبت کے ”پانچوں راستے“ کو روکے رہا۔ اپنی ان برگزیدہ خدمات کے بھر دہ پر
 اس نے دربار چین میں اپنا سفیر روانہ کیا، اور شاہنشاہ سے شاہی کے خطاب اور
 اعزاز سے سرفراز کئے جانے کی استدعا کی۔ شاہنشاہ نے اس کی استدعا کو ثریٰ قبولیت
 بخشا، اس کو حسبِ مراد خطابات اور اعزاز سے معزز کیا، اور سفیر کو تھوڑے

خلق و مدارا سے پیش آیا (۱۷۳۳ء)۔

کچھ دنوں بعد غالباً ۱۷۳۵ء - ۱۷۳۶ء میں رلت جیت نے ریاست قنوج
یا گادی پورہ پر فوج کشی کی۔ کشمیر کے مورخوں کے قول کے مطابق ایک طولانی جنگ
یا سوورمن کی اقرار اطاعت پذیر ی پر ختم ہوئی اور تنخواہیں کے درمیان معاہدہ صلح
طے پایا۔ لیکن اس معاہدہ کا عنوان اس طرح شروع ہوتا تھا کہ: ”عہد نامہ فیما بین
یا سوورمن و رلت جیت“ راجہ قنوج کا نام عہد نامہ میں مقدم دیکھ کر رلت جیت کے
وزیر خارجہ کو سخت اشتعال پیدا ہوا اور اس نے تمام سپہ سالاروں کی رائے خلاف
راجہ کو تجدید جنگ پر آمادہ کیا۔ اس مرتبہ کی جنگ میں بد قسمت یا سوورمن نے
شکست فاش اٹھائی اور عجب نہیں کہ قتل کر دیا گیا۔ فاتح راجہ جس کی مدت حکومت
۳۳ سال، ۷ ماہ ۱۱ یوم بتائی جاتی ہے اس فتح کے بعد کم و بیش پندرہ برس زندہ رہا۔
یہ ظاہر ابتدائے عہد میں یعنی ۱۷۳۵ء - ۱۷۳۶ء کے درمیان، یا سوورمن خود بھی
دور دراز ممالک پر فوج کشی اور فتوحات کا شائق تھا۔ اس کے مہات کے کارنامے
زیادہ تر پراکرت زبان کی نظم گوڑاواہو میں غیر واضح طور پر محفوظ ہیں جس کے
مصنف کا نام دکتی راجہ ہے۔ گوڑاواہو کا ترجمہ ”راجہ گوڑا کا قتل“ ہو سکتا ہے اور

۱۔ سر اسٹین نکھتے ہیں کہ رلت جیت کی جو حالات کہانے نے تحریر کئے ہیں
وہ واقعات۔ اور انسانوں کا ایک عجیب و غریب مجموعہ ہے۔ اگر ہم کو کوئی ایسی
تاریخ ملتی جو قنوج میں لکھی گئی ہو تو یقیناً اس میں اور کہانے کے بیان میں بین
اختلاف پایا جاتا۔

۲۔ گوڑا کے راجہ کا نام سر اسٹین نے آگے بل کر بھوکہ شکر پانڈ درانگ پنڈت دھرم
یا دھرم پال لکھا ہے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاعر و کیتی پہلے اس راجہ کا درباری تھا مگر اس کے قتل کے بعد
یا سوورمن کی سلک ملازمت میں داخل ہو گیا۔ مذکورہ بالا نظم کا جس قدر حصہ
فی زمانہ محفوظ ہے وہ کسی بڑی کتاب کا ایک ٹکڑا معلوم ہوتا ہے جس میں
ہم بنگالہ کے تفصیلی حالات کھمے گئے ہوں گے اس لئے کہ راجہ گوڑا سے مقابلہ
اور اس کے مارے جانے کے حالات جو کتاب کا اصل مضمون ہے بالکل ہی ناگہل
اور غیر واضح ہیں۔ مگر چونکہ یہ ایک ہمعصر شاعر کے قلم کی لکھی ہوئی نظم ہے اس لئے
پھر بھی ایک تاریخی اہمیت رکھتی ہے اور جو کچھ واقعات اس میں درج ہیں وہ
اس امر کے یقین کرنے کے لئے کافی ہیں کہ راجہ قنوج نے ملک بنگالہ کو عارضی طور پر
فتح کر لیا تھا۔ اس کتاب سے ہم کو معلوم ہوتا ہے کہ یا سوورمن موسم باراں کے
ختم ہو جانے پر راہی بنگالہ ہوا، جنوب مشرق جانب سفر کرتا دادی سون میں پہنچا۔
برسبیل راہ و ندھیا وارسنی (کالی دیوی) کے مندر کی زیارت کو گیا۔ جو ضلع مرزا پور کے
جنوبی حصہ میں واقع ہے یہ معلوم کرنا خالی از دہی نہیں ہے کہ آٹھویں صدی عیسوی
تک انسانی قربانیاں ہر خوفناک طریقہ سے روزانہ اس دیوی کو چڑھائی جاتی تھیں
بہر حال اس مندر کا سیدھا راستہ پر یاگ (الہ آباد) ہو کر تھا۔ اور یا سوورمن
اس راستے سے گیا ہو گا۔ اس کی آمد نے گوڑا (بنگال) اور مگادھا (بہار) کے
راجاؤں کو خوف زدہ کر دیا اور وہ بھاگ گئے یا سوورمن میدان جیتا مگر نہیں
معلوم ہوتا کہ کس مقام پر۔ اتنے میں برسات شروع اور خشکی پیش قدمی ملتوی
ہو گئی۔ جب پھر موسم ڈرائی کے قابل ہوا تو بنگالے کے راجہ کو اس کے امراء
اور عہدہ داروں نے غنیمت دلا کر مقابلے پر آمادہ کیا۔ جنگ ہوئی جس کا نتیجہ
راجہ بنگالہ اور راجہ بہار کے قتل کے صورت میں ظاہر ہوا۔ اس کے بعد یا سوورمن
آگے کو پیش قدمی کی اور سرزمین دانگ یا مشرقی بنگال کو بھی فتح کر لیا۔

نام لکھتا ہے کہ اس کے بعد اس نے جنوب کا رخ کیا اور ایک اور راجہ پر فتح حاصل کی لیکن نہ تو اس راجہ ہی کا نام دیا ہے اور نہ اس کے ملک کا۔ مگر وہ لکھتا ہے کہ اس کے بعد یا سوورن قوم پارسیکا کو شکست دیتا ہوا جو مغربی مالک کی ایک اہنی قوم سمجھی جاتی تھی 'نریدا' (نربدا) اور مغربی گھاٹ پر پہونچا۔ کچھ دنوں 'نریدا' (نربدا) کے کنارے قیام کر کے شمال جانب حرکت کی اور راجپوتانہ (ماڑوڈ) گزرتا ہوا مٹانیر (ہری کا تھا) پہونچا۔ اور پھر وہ یہاں سے اُس مقام پر گیا جہاں ہریشچند کا شہر آجودھیا آباد تھا جو نابود ہو گیا اور زمین سے آسمان پر اٹھالیا گیا اُس کے بعد پھر وہ مندر اور کوہ ہمالیہ کی سیر کرتا ہوا قنوج واپس ہوا۔

مشراسمتہ لکھتے ہیں کہ کوئی وجہ نہیں کہ اس معاصرانہ شہادت کو تسلیم نہ کیا جائے ایک طاقتور بادشاہ جو قنوج جیسے وسطی مقام پر اس زور کی حکمرانی کر رہا ہو اس کیلئے کوئی عجب کی بات نہیں ہے کہ اس نے اپنے فتوحات کو مشرق میں بنگالہ تک جنوب میں 'نربدا' تک اور شمال میں کوہستان ہمالیہ کے دامن تک وسیع کیا ہو یہ بھی بالکل قرین قیاس ہے کہ انھیں فتوحات اور کامیابیوں کو دیکھ کر لبت جیت راجہ کشمیر کو اس پر حسد پیدا ہوا اور اس نے ہندوستان کی سیادت کے لئے یا سوورن پر چڑھائی کر دی ہو اور جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے ایک طولانی جنگ کے بعد یا سوورن کو شکست و تباہی کی صورت دیکھنی نصیب ہوئی ہو۔

اسے جس اچودھیا کا یہاں ذکر کیا گیا ہے وہ رام جی کا مشہور اچودھیا نہیں ہو سکتا جو جنوبی اودھ دریائے گھاگر کے کنارے واقع ہے ہریشچندر کا یہ آسانی شہر شمال میں کسی مقام پر ہو گا۔ ڈاٹن صاحب نے بھی اپنی کلاسیکل ڈکشنری میں ہریشچندر کی کہانی لکھی ہے لیکن اچودھیا کا ذکر نہیں کیا ہے۔

راجہ یاسو دہن ادبی تخلیقات کا روشن زمانہ کہا جاسکتا ہے۔ وہ وکیتی راج
 اور بھوآبھوتی جیسے بے نظیر شعرا کا مربی و سرپرست تھا۔ خود وکیتی کے بیان سے
 اس کی شہادت ملتی ہے اور دوسرے جینی کتب بھی اس کے دور کو علمی دور ظاہر
 کرتے ہیں۔ بھوآبھوتی مشہور کتاب مالتی مادھوا کا مصنف ہے اور راجہ جی کے
 حالات کا نالک۔ بھی اسی نے سنکرت زبان میں تصنیف کیا ہے۔ یہ وکیتی راج سے
 مقدم ہے۔ چنانچہ وکیتی کو اس پر خروناز ہے کہ اس کی پراکرت کی شاعری
 ”وہ آب حیات جو اس نے بھوآبھوتی کے سمندر سے حاصل کیا ہے“ سنکرت کا
 ڈراما نویس برار (دور بہار) کا رہنے والا تھا اور کچھ دنوں اُجین میں بھی مقیم
 رہا تھا اور وہاں سے دربار قنوج میں آیا۔ وکیتی جو پراکرت کا شاعر تھا وہ
 پہلے راجہ بنگالہ کی ملازمت میں تھا۔ اور پھر اس کے انتزاع سلطنت کے بعد
 فاتح بادشاہ یاسو دہن کی خدمت میں فیض کا خوشہ چیں۔ جس کی تباہی اور زوال
 سلطنت کے بعد وہ گوشہ نشین ہو گیا یہاں تک کہ ترک غذا کر کے اپنی جان دیدی
 کہتے ہیں کہ اس کی بہترین نظم جس پر خود اس کو بھی ناز تھا، مادھو متھا و جابا متھی
 جکا اب کہیں پتہ نہیں چلتا۔ اس کی تصانیف سے صرف گوڑا داہو باقی ہے
 جس میں ۱۲۰۹ بیتیں ہیں اور وہ بھی ایسی کہ جو کسی بہت بڑی تصنیف کا دیباچہ
 سمجھی جاسکتی ہیں اس کتاب کی نسبت یہ خیال کیا جاتا ہے کہ وہ یاسو دہن کی
 وفات کے بعد تصنیف ہوئی ہے وکیتی راج کے ابتدائی حالات جو کچھ بھی ہوں
 مگر اس کی اپنی شہادت سے یہ امر ضرور واضح ہے کہ وہ سنکرت کے علم ادب
 اور منطق پر خاصی قدرت رکھتا تھا اور مختلف مقامی زبانوں سے بھی ماہر تھا۔
 وہ کملا یو دھانا شاگرد اور بھوآبھوتی و کالیداس کا پیغمبر تھا۔ قنوج کے دربار میں
 اس کی بڑی عزت تھی اور وہ راجہ یاسو دہن کا خاص مصاحب اور ملک الشعراء

(کوی راج) تھا۔

فلت جیت کے قنوج کو فتح کرنے کے بعد وہاں کی علمی اور ادبی سرگرمیاں ٹھنڈی پڑ گئیں۔ فلت جیت کوئی علمی مذاق کا آدمی شعراء کا سر پرست راجہ نہ تھا۔ اس کی حکومت بھی قنوج پر برائے نام تھی۔ اور جو کچھ خراج چھوٹے چھوٹے مقامی راجہ اس کو دیتے تھے۔ وہ بھی اس کے ظالمانہ حلوں سے اپنی جان بچانے کیلئے یا سوارمن کے سلسلہ نسب کا کچھ مال نہیں ملتا۔ دکنپتی اس کو چند رنسی راجاؤں کی سلک کا ایک روشن اوریش پہاگوہر لکھتا ہے اس بناد پر کہہ سکتے ہیں کہ وہ چھتری بنس سے تھا۔ ویش قوم سے نہ تھا جیسا کہ ہر شاور دھنا تھا۔ نیز اس کے نام کا لاحقہ لفظ ورنمن ہے جیسے گربا ورن، اس سے یہ قیاس ہوتا ہے کہ وہ موکھاڑی راجاؤں کے نسل سے تھا۔ جو جینی سیاح ہیواہن تشابنگ کی بیان کے موافق راجہ اشوک کی اولاد تھے۔

جس طرح یا سوارمن کے اجداد کا حال نہیں معلوم ہو سکا۔ اسی طرح اہلی اولاد کا پتہ لگانا دشوار ہے بہت ممکن ہے کہ فلت جیت کی خوں آٹام تلوار نے اس کی نسل کا خاتمہ کر دیا ہو۔ بہر حال یا سوارمن کے بعد قنوج کے جس راجہ کے نام تاریخ میں آتا ہے وہ وجرا یودھا ہے اور اس کا بھی قنوج پنچالہ کا راجہ ہونا راج شیکر شاعر کے تصانیف میں ظہور میں ہے۔ راج شیکر ڈراما نویس اور قنوج کے دربار پر ہار کا شاعر تھا۔ لیکن یہ امر قرین تصدیق ہے کہ سنہ ۱۱۰۰ء میں قنوج کے گدی پر راجہ اندریودھا نے جلوس کیا تھا جس کو سنہ ۱۱۰۰ء میں دھرم پال راجہ گواہ بنگال نے معزول کر دیا۔ اور بجائے اس کے چکریودھا کو گدی نشین کیا، جو اس وقت تک حکمران رہا جب تک کہ راج پھٹ پر ہارنے سنہ ۱۱۰۰ء میں اس کو تخت سے نہیں اتار دیا۔ ناموں کی ترکیب سے قیاس ہوتا ہے کہ وجریودہ اندریودھا اور چکریودھا

ایک ہی خاندان سے تھے اور سلسلہ گدی نشینی بھی اس کا متقاضی کہ وجر یو دھا کا زمانہ یا سوورن اور اندر یو دھا کے ادوار حکومت کو مسلسل کرتا ہو ایک اور روایت ہے کہ مطابق بھی وجر یو دھا ہی یا سوورن کے بعد کا حکم اس راجہ ہو سکتا ہے۔ یعنی کہ اُلٹ جیت کا جانشین جیا پیرا دنا یا جتیا جس کی حکومت کا زمانہ ۱۲ سال (۱۷۷۲ء سے ۱۷۸۴ء تک) بتایا جاتا ہے کُنیا گچہ (قنوج) پر حملہ آور ہوا اور وہاں کے راجہ کو شکست دے کر تخت سلطنت اٹھائے گیا۔ اگر یہ بیان صحیح ہے تو یہ واقعات ۱۷۷۲ء کے قریب قریب کے ہو سکتے ہیں اور یہ شکست نصیب راجہ جس کے تفصیلی حالات پردہ گمنامی میں پوشیدہ ہیں وجر یو دھا ہی ہو سکتا ہے۔

بہر حال وجر یو دھا کا جانشین اندر راجا (یا اندر یو دھا) ۱۷۸۳ء میں قنوج پر حکمراں تھا۔ نویں صدی کے شروع شروع میں دھرم پال راجہ بنگالہ، اس کے ملک پر حملہ آور ہوا اور بعد حصول فتح اندر کی جگہ پر چکر یو دھا کو قنوج کے تخت پر بٹھایا۔ یہ جشن تخت نشینی بڑی دھوم دھام سے منایا گیا۔ اس جشن میں ملک بڑا وسطی پنجاب مشرقی راجپوتانہ، متھرا شمالی مغربی سرحدات، اُجین اور وادی کے راجے چاراجے شریک تھے یہ اجتماع اس امر کو ظاہر کر رہا ہے کہ اس وقت قنوج کو کہاں کہاں تک سیادت حاصل تھی۔ کیونکہ ان راجاؤں کی شرکت ایسے درباری دھرم پال کے دباؤ سے نہیں کہی جاسکتی بلکہ نامبروہ راج قنوج کے زیر اثر ہونے سے وہاں کے رجواہوں نے اس جشن تخت نشینی میں شرکت کی ہوگی۔ اس لئے کہ ہر شہر اسی کے مہد سے پنچا کہ ویں کو گھدھا دیں کی طرح شمالی ہند میں مرکز کا

۱۔ واقعات کے لحاظ سے یہ بھی قیاس ہو سکتا ہے کہ چکر یو دھا نے دھرم پال کو دعوت دے کر اندر کے مقابلہ کے لئے اپنی مدد کو بلایا ہو۔

حکومت یا شاہنشاہی کا درجہ حاصل تھا اور قنوج پانچویں پترا کا قایم مقام شہر تھا۔
 چکر تو دھا پور سے دس برس بھی حکومت نہ کرنے پایا تھا کہ راجپوتانہ کا
 گوجر راجہ ناگ بھٹا اس پر چڑھ دوڑا۔ اس کو تخت سے اتار دیا اور غالباً قتل بھی
 کر دیا مگر اس نے دھرم پال کی طرح یہ نہیں کیا کہ کسی اور کو گای نشین کر جاتا بلکہ
 اس نے بچالہ دیں کو اپنے راج میں شامل کر لیا اور اپنی حکومت کا مرکز قنوج کو
 قرار دیا اور اس طرح تمام شمالی ہند کا شاہنشاہ بن بیٹھا (سنہ ۱۱۸۷ء)۔

ناگ بھٹا گوجر قوم کے پیر بار خاندان سے تھا۔ یہ قوم تقریباً دو صدی قبل
 شمالی مالک سے آئی تھی مگر اس نے بہت جلد ہندوؤں کے مراسم و عادات
 اختیار کر لئے تھے اور انہی میں شامل ہو گئی تھی۔ خاندان پر ہمار جن کا شمار
 چھتری راجاؤں میں ہوتا تھا اور جن کی نسل اب تک شمالی ہند میں پائی جاتی
 ہے، دو سو سال سے کچھ اوپر قنوج حکمران رہا یعنی سلطان محمود غزنوی کے
 حملوں تک (سنہ ۱۱۸۷ء) مطابق سنہ ۱۱۸۷ء۔ اس وقت کا حکمران راجہ قنوج سے
 بھاگ گیا اور باڑی میں اپنے دارالحکومت کو منتقل کر لیا جو گنگا کے دوسرے
 کنارے پر واقع تھا۔

خاندان پر ہمار کی دو صد سالہ حکومت کے دوران میں قنوج نہایت
 سرسبز آباد رہا اگرچہ کبھی کبھی ناگوار حادثات بھی پیش آتے رہے۔ تقریباً
 ستر برس تک (سنہ ۱۱۸۷ء تا ۱۲۵۷ء) پر ہمار خاندان کے راجے مہیرا بھون اور
 ہندرا پال دہلی سلطنت میں بیٹھے ایک وسیع سلطنت پر جس کے حدود بہار
 بحرہ عرب اور دریائے تلچ تک پھیلے ہوئے تھے، زور شور کی حکومت کرتے رہے
 ۱۲۵۷ء میں اندر ثالث نے قنوج پر حملہ کیا، مگر فتح کے مستقل ثمرات حاصل کر سکی
 مایل نہ ہوا۔ یہ واقعہ راجہ مہپال کے عہد میں واقع ہوا اور اسی وقت سے

سلطنت قنوج کے زوال کی ابتدا شروع ہوئی اور غالباً مغربی صوبے اسی زمانہ میں اس کے حدود سے خارج ہو گئے۔ لیکن ضعف کے باوجود بھی حالت یہ تھی کہ راج سکھنے جو دربار قنوج کا شاعر تھا۔ ہنبال کو آریہ درت کا شاہنشاہ لکھتے ہوئے پس پش نہیں کیا ہے۔ راج سکھ کے آخری ٹاکسٹ بال بہار سے کا تماشا ہنبال کے دربار اور غالباً قنوج ہی میں کیا گیا کیونکہ اسی کے بعد کا اہم واقعہ محمود غزنوی کا حملہ ہے (۱۰۱۹ء) جبکہ راجہ اجپال وہاں کا حکمران تھا جس نے بغیر مقاومت کے محمود کی اطاعت قبول کر لی اور پائے تخت کو قنوج سے باڑی میں منتقل کر دیا۔ اسی حملہ کے بعد سے شہر کی دیرانی شروع ہوئی۔ ۱۰۹۲ء میں یعنی ایک سال بعد محمود کا دوسرا حملہ باڑی پر ہوا۔ اور یہ نیا پائے تخت بھی تاخت و تاراج کر دیا گیا مگر اس دوسرے حملہ سے پہلے ہی ہندو راجاؤں کی سازش سے راجہ اجپال قتل کیا جا چکا تھا جس سے قیاس یہ ہوتا ہے کہ شرائط و معاہدہ کی تعمیل پوری نہ ہوئی ہوگی جس کی وجہ سے محمود کو دوبارہ قنوج کشتی کی ضرورت محسوس ہوئی۔ ان واقعات کے بعد سے ۱۰۹۷ء تک قنوج کے حالات کا کچھ پتہ اس وقت تک نہیں چلتا ہے گھر ڈاڑ کے راجہ مسمی چند دیو نے اس پر حملہ کر کے شہر کو فتح کر لیا اور ایک نئے حکمران خاندان کی بنیاد ڈالی اور اس خاندان نے راجہ گویند چند کے عہد میں (۱۱۵۷ء) بہت کچھ عروج و ترقی حاصل کی۔ اگرچہ اس عہد کے قنوج کی آبادی و سربنری کے کچھ حالات محفوظ نہیں ہیں لیکن قرین قیاس ہے کہ ایک زبردست حکومت کے تحت اس نے اپنی گزشتہ عظمت و شوکت کو ضرور حاصل کر لیا ہوگا۔

اس شہور شہر کی کال بربادی کا زمانہ وہ ہے جب کہ ۱۱۹۳ء میں اس پر شہاب الدین کا حملہ ہوا۔ اگرچہ اس حملہ میں قنوج کا شہر تو بہت تباہ و برباد ہو گیا

مگر قنوج کا کوئی نہ کوئی راجہ ضرور رہا، چنانچہ سلاطین میں جو شخص قنوج کا راجہ تھا اس کا نام راجہ گوپال اور اس کے پیشرو کا نام راجہ ندن تھا اور ان کی حکومت کے حدود تقریباً دو سو میل سے زیادہ تک جنوب مشرق میں اور سو میل سے زیادہ تک شمال مشرق میں پھیلے ہوئے تھے۔ یہ البتہ قرین قیاس ہے کہ وہ شاہان دہلی کو خراج ادا کرتے ہوں۔

موجودہ قنوج ہر چند کہ اسی مقام پر واقع ہے جہاں کہ وہ دو ہزار برس کے پہلے کسی نامعلوم زمانہ میں آباد ہوا تھا، لیکن اب اس کی حالت ایک معمولی قصبہ کی ہے جس کی آبادی زیادہ اسلامی وضع کی ہے اور جس کا شمار ضلع فرخ آباد کے مضافات میں ہوتا ہے۔

تبصرے

انتشارات انجمن زردشتیان ایران۔

زردشتیان ہندوستان نے قومی فلاح و بہبود کے لیے جو مجالس قائم کی ہیں ان میں دو انجمنیں زیادہ مشہور ہیں۔ ایک ایران لیگ، دوسری انجمن زردشتیاں ایران۔ پہلی سیاسی اور دوسری علمی مجلس ہے۔ اس آخر الذکر مجلس کے قیام کی غرض و غایت یہ ہے کہ زردشتی اور قدیم ایرانی لٹریچر کے احیاء و ترویج کو تقویت دی جائے اور ان مباحث پر مفید و کارآمد کتابیں شائع کی جائیں۔ مجلس کے نشرات کا آغاز ۱۹۲۵ء سے ہوا اور اس وقت تک چھ کتابیں نہایت اہتمام سے نفیس کاغذ اور عمدہ ٹائپ میں چھپوا کر شائع کی ہیں۔

- (۱) ایران شاہ۔ تصنیف پورداود۔ طبع ۱۹۲۵ء صفحہ ۴۰ قیمت ۵ قران۔
 - (۲) خرم شاہ۔ تصنیف پورداود۔ طبع ۱۹۲۴ء صفحہ ۱۱۴ قیمت ۵ قران۔
 - (۳) سیک فردوسیان۔ تصنیف دین شاہ جی جی بھائی طبع ۱۹۲۴ء قیمت ۳ قران۔
 - (۴) گاتھنا۔ مترجمہ پورداود۔ طبع ۱۹۲۴ء صفحہ ۳۵ قیمت ۲ قران۔
 - (۵) یوران وخت نامہ۔ مجموعہ منظومات پورداود۔ طبع ۱۹۲۵ء صفحہ ۱۱۳ قیمت ۲ قران۔
 - (۶) مقالات قزوینی۔ تصنیف علامہ محمد قزوینی۔ طبع ۱۹۲۵ء صفحہ ۱۵۸ قیمت ۲ قران۔
- پہلی کتاب زردشتیان ہندوستان کی تاریخ سے تعلق رکھتی ہے۔ ایران پر جب مسلمانوں کا تسلط ہو گیا تو زردشتیوں نے ترک وطن کر کے ہندوستان کی جانب ہجرت کی اور گجرات میں آکر سکونت پذیر ہوئے۔ ان واقعات کو اختصار کے ساتھ اس کتاب

میں تحریر کیا ہے۔ آخر میں ہندوستانی زردشتیوں کے مشاہیر اور ادین رزادہ عام کی عمارات کے (۵۷) ستاون تصاویر ہیں جن کو زردشتیوں نے لکھو کھا روپیہ صرف کر کے ہندوستان و ایران میں تعمیر کرایا۔

دوسری کتاب پور داود کے بارہ لکچر جمع ہیں۔ انہیں ایران کی قدیم تاریخ و لغت اور آئین و قوانین پر عالمانہ مباحث مذکور ہیں۔ بالخصوص دو لکچر جو ایران قدیم و ایران جدید سے تعلق رکھتے ہیں نہایت دلچسپ اور تاریخی معلومات سے مملو ہیں۔ ایک لکچر ادواؤہ کے متعلق ہے اس جگہ زردشتیان ہندوستان کا قدیم ترین تشککہ واقع ہے اور قومی روایات کے مطابق اس میں تقریباً بارہ سو سال سے آذر مقدس روشن ہے تیسری کتاب میں زردشتی مذہب کے اصول و عقاید اور دشور زردشت کی اخلاقی تعلیمات مذکور ہیں۔

چوتھی کتاب گاتھا ہے۔ اسکی ابتدا میں مترجم نے ایک مبسوط مقدمہ لکھا ہے جس میں دشور زردشت کے حالات اور ادین کے آئین و عقاید کی تشریح اور گاتھا کے مشکل الفاظ کی تفسیر مرقوم ہے۔ اسکے بعد گاتھا کا اصل متن ترجمہ کے ساتھ درج ہے۔ آخرین مقدمہ کا انگریزی زبان میں ترجمہ ہے جو دین شاہ جی جی بھائی کا کیا ہوا ہے۔

پانچویں کتاب میں پور داود کی منظومات جمع ہیں۔ دین شاہ نے شعر اشعار کا ترجمہ ہی کیا ہے جو آخر میں شامل ہے۔

چھٹی کتاب میں علامہ محمد بن عبدالوہاب قرطبی کے وہ مقالات جمع ہیں جو ایران اور یورپ کے فارسی رسائل میں باوقات مختلف شائع ہوتے رہے۔ یہ سب کے سب قیمتی معلومات سے مملو ہیں۔ بالخصوص تین مقالے جو فارسی زبان کی قدیم ترین نظم دشور اور آذری زبان پر لکھے گئے ہیں۔ نہایت دلچسپ اور جدید انکشافات سے لبرید ہیں۔

ترجمہ گاتھا کی اشاعت سے فارسی دان طبقہ پر غیر معمولی احسان ہوا۔ یہ لوگ صدیوں سے اس کا نام سن رہے تھے۔ لیکن اس کے مطالب و مضامین سے واقف ہونے کا کوئی ذریعہ ان کے یہاں نہیں تھا۔ اس ترجمہ نے یہ مشکل

آساں کر دی ۔

گاتھا اوستا کا ایک حصہ ہے ۔ اوستا خدائے ایران کی مقدس کتاب ہے ۔ شاہانِ اچمنیہ کے زمانہ میں اوستا کی تدوین ہوئی تھی اور وقت ایک ضخیم کتاب تھی اس کے اکیس سنک یا حصے تھے ۔ اور اون میں تین سواڑتائیں فصلیں تھیں سنک عظیم کی تاخت و تاز میں یہ کتاب تلف ہو گئی ۔ پھر ساسانیوں کے عہد میں موبدوں نے اس کے متفرق اجزاء فراہم کئے اور انھیں ایک جگہ مرتب کر کے پانچ حصوں میں تقسیم کیا ۔ اول یسنا ۔ دوم دیسرو ۔ سوم وندیداد ۔ چارم بست ۔ پنجم خوردہ اوستا ۔ سنسکرت اوستا کا اہم ترین حصہ ہے ۔ اور مذہبی مراسموں کی ادائی کے وقت بطور دعا کے پڑھا اور گایا جاتا ہے ۔ گاتھا ۔ پسنا کا قدیم اور مقدس ترین جز اور نوحی روایات کے موافق دشور زردشت کا کلام خاص ہے ۔

گاتھا منظوم ہے ۔ لیکن اس سے ایسی نظم مراد نہیں ہے جو آجکل عربی عروض کے متبع میں فارسی میں لکھی جاتی ہے ۔ بلکہ اس سے غیر مقفیٰ لکین موزوں فقرے مراد ہیں جیسے کہ قدماے ہنود میں مستعمل اور دید کے بھجنوں کی شکل میں اب تک موجود ہیں ۔

ایران کے ادب قدیم میں اس سے قدیم ترکوئی اور نوشتہ موجود نہیں ۔ اور اس کی زبان بھی ایسی ہے کہ اس کا استعمال صد ہا سال سے متروک ہو چکا ہے اور اب اس زبان کا نمونہ سوا اس کے دوسرا میسر نہیں آتا ۔

گاتھا کا متن نہایت مشکل اور دشوار ہے ۔ آج سے ڈیرہ دو ہزار سال پہلے اس کا سمجھنا دیا ہی مشکل تھا جیسا کہ اب ہے ۔ ساسانیوں کے عہد میں اس کے سمجھنے کے لئے پہلوی میں تفاسیر لکھی گئی تھیں جو زند و پاژند کے نام سے موسوم ہیں ۔ ان پہلوی تفاسیر کی مدد سے عرصہ ہوا کہ پروفیسر ڈارمستیر نے گاتھا کا ترجمہ کیا تھا ۔ لیکن اس میں کثرت سے اغلاط واقع ہو گئی تھیں ۔ گزشتہ پچاس سال میں اوستا کی نسبت بہت سی جدید معلومات کا اضافہ ہوا اور اسکے سینکڑوں الفاظ بہت سی دشواریوں کے بعد حل ہو گئے ۔ ان تمام کوششوں سے استفادہ کرنے کے بعد پور داور دے نے موجودہ ترجمہ تحریر کیا ۔ ترجمہ میں متن سے زائد توضیح مطالب کے لئے تفسیری جملے

بہت کم استعمال کئے ہیں باوجود اس کے زباں نہایت سلیس اور عام فہم ہے اور ترجمہ کی اس کوشش پر بھیا
صدائے آفرین نکلتی ہے۔

پورا دودنے اپنے ترجمہ کی بنیاد پروفیسر بار تھوومی کے جرمنی ترجمہ پر رکھی ہے جو موجودہ عہد میں اوستا
اور ادس کے لغت صرف و نحو کا یورپ میں سب سے بہتر عالم مانا گیا ہے۔ لیکن اسکے ساتھ ساتھ
یورپ کے دیگر متشرقین اور ہندوستان کے اوستا شناسوں کے تحریرات سے بھی استفادہ
کیا ہے اسلئے یہ ترجمہ موجودہ ترجموں سے سب پر فوقیت رکھتا ہے۔

دبستان متعلق اہل یورپ میں مشہور ہے کہ وہ ملاحسن فانی کی تصنیف ہے۔ ایران کے مشہور
مصنف رضاقلی خان نے فرہنگ نامہ میں اسے کجسر و کی تصنیف بنایا ہے۔ پورا دودنے
اپنے مقدمہ میں یورپ میں مصنفین کی پیروی کی ہے (صفحہ ۱) لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ کتاب
مرزا ذوالفقار اردستانی کی لکھی ہوئی ہے۔ چنانچہ مصممام الدو کہ اس امر کو صراحت کے ساتھ
بیان کیا ہے۔ دیکھو ماشر الامرا جلد دوم صفحہ ۲۹۱۔

مرزا محمد قزوینی نے نشر فارسی کی قدیم ترین کتابوں کا تذکرہ کرتے ہوئے امیر ابو منصور
طوسی کے شاہ نامہ منشور کو ۱۲۲۱ھ کی بتایا ہے (مقالات فردوسی صفحہ ۵)۔ لیکن یہ صحیح نہیں ہے
کیونکہ یہ کتاب امیر نسرین احمد سامانی کے عہد میں تصنیف ہوئی ہے جو ۱۲۳۱ھ تک حکمران رہا
وزیر ابو الفضل بلعمی کی فرمائش سے وقیفی نے اسکو نظم کرنا شروع کیا تھا۔ ابو الفضل کا ۱۲۶۹ھ میں
اور وقیفی کا ۱۲۸۱ھ میں انتقال ہوا۔ اس سے ظاہر ہے کہ یہ کتاب ۱۲۶۹ھ سے بہت پہلے
تصنیف ہو چکی تھی۔ اسکے تصنیف ہو چکی صحیح تاریخ ۱۲۸۱ھ ہے۔ اس کی بحث ہمارے مضمون
دیباچہ قدیم شاہ نامہ میں تفصیل کے ساتھ تحریر ہے۔

تاریخ فخر الدین مبارک شاہ - مرتبہ سٹوڈینس راس - مطبوعہ رائل ایشیائیک سوسائٹی لندن
۱۹۲۵ء قیمت چھ شلنگ۔

سلاطین ہندوستان کے ابتدائی دور کے متعلق فخر الدین مبارک شاہ کی تاریخ غیر معمولی
اہمیت رکھتی ہے۔ اس کا مصنف چونکہ سلطان غیاث الدین غوری اور ملک قطب الدین ایبک کے
دور سے توسل رکھتا ہے اسلئے اس کا وہ بیان جو ہندوستان کی فتوحات کے متعلق ہے۔
معاصرانہ تحریر ہونے کے باعث ابتدائی تاریخ میں خاص اہمیت رکھتا ہے۔ یہ کتاب صدیوں سے
گوشہ گنہامی میں پڑی ہوئی تھی۔ مئی ۱۹۱۳ء کو شملہ میں پنجاب کی ہٹاریکل سوسائٹی کا ایک

جلسہ منعقد ہوا اور اس میں سر ڈینین راس نے اس کے متعلق ایک تحقیق لکچر دیا۔ یہ سب سے پہلا موقع تھا کہ دنیا اسکے نام سے آشنا ہوئی۔ اور گزشتہ سال موصوف کی سعی و کوشش سے رائیل ایشیاٹک سوسائٹی نے چھو کر شائع کیا۔

سر ڈینین راس کی شخصیت محتاج تعارف نہیں ہے۔ انگلستان کے مشہور مشرق میں ہندوستان میں عرصہ دراز تک ہوم سکریٹری کے اہم فرائض انجام دے میں اور یہاں سے ریٹائرڈ ہونے کے بعد تقریباً دس سال سے لندن کے مدرسہ السنہ مشرقیہ کی صدارت فرما رہے ہیں۔ انکو ہندوستان کی اسلامی تاریخ سے خاص دلچسپی ہے۔ اس سے پہلے گجرات کی دو تاریخیں نہایت اہتمام سے چھپوائی ہیں۔ میرزا حیدر دہلوی کی تاریخ وسط ایشیا کا مشرک الیس کی شرکت میں زبان انگریزی ترجمہ کیا ہے۔

یہ ایک چھوٹی سی کتاب ہے اس میں مصنف نے سلاطین اور اکابر اسلام کے شجرات نسب جمع کئے ہیں یہ کام اگرچہ زیادہ سو و سہ نہیں ہے لیکن مصنف نے ان کی نسبت جو تہذیبی بیانات لکھے ہیں وہ نہایت مفید اور کارآمد ہیں اس میں ایسے بہت سے واقعات مذکور ہیں جن سے اکثر حیرت انگیز نکشاف ہوئے ہیں اور جو امور مدت سے مورخین میں باب الاحکام چلے آئے ہیں اور ان کا اس کتاب معاصرانہ شہادت سے تصدیق ہو جاتا ہے۔ اس میں خصوصیت کے ساتھ وہ واقعات توجہ کے قابل ہیں جو ۱۵۰۰ء اور ۱۶۰۰ء کے مابین ہندوستان میں سرزد ہوئے۔ کیونکہ ان کو دوسرے مورخین بالکل نظر انداز کر دیا ہے۔

ان واقعات کے بعد وسط ایشیاء کے اتر اک اور دیگر اقوام کا تذکرہ آتا ہے اور ان کے ایسے عجیب و غریب رسم و رواج بیان کئے ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ اس وقت تک اہل ترکستان بالکل وحشی تھے اور ان پر تہذیب و تمدن کا پرتو ابھی تک نہیں پڑا تھا۔

اس کا صرف ایک نسخہ لندن میں مشرک الیس کے یہاں موجود ہے جسکو تصحیح کر کے سر ڈینین راس نے چھپوایا ہے۔ اس مطبوعہ نسخہ میں شجرے چھوڑ دئے ہیں۔ ابتدا میں ایک دیباچہ لکھا ہے۔ اس میں مصنف کے مختصر حالات بیان کئے ہیں جو اس رازمی کی ہفت اقلیم سے ماخوذ ہیں اسکے بعد بطور فہرست کے جملہ مضامین کا خلاصہ انگریزی میں تحریر کیا ہے۔

اس کتاب سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان میں حکومت اسلامیہ کی ابتداء کھرام سے ہوئی اسکے بعد ۱۵۰۰ء میں دہلی پر سلطانوں کا قبضہ ہوا۔ ۱۶۰۰ء میں سلطان مغز الدین محمد بن سام نے

کھکروں پر یورش کی اور اس مہم سے واپس ہو کر ہندوستان کے مقبوضہ ممالک پر قطب الدین ایبک کو اپنا جانشین قرار دیا۔ اثنارہ میں اسی سال جب ملاحدہ نے اسے شہید کر دیا تو قطب الدین نے لاہور جا کر ۱۰۱۷ھ قمری قعدہ ۱۰۱۷ھ کو بروز سہ شنبہ تخت شاہی پر جلوس فرمایا اور ملک موید فاری قطب الدین والدین ابوالفوارس ایبک السلطانی نعرۃ میر المومنین اپنا لقب اختیار کیا۔

اس کتاب سے اصلاحی فتوحات کی اکثر تاریخیں صحت کے ساتھ معلوم ہوتی ہیں مثلاً ۵۸۷ھ میں رائے اجمیر گرفتار ہوا۔ دہلی اور رنتن پور کے قلعے فتح ہوئے۔ غنیمت میں سونے کے چار خربوزے ہاتھ آئے جبکا وزن تین سو من کا تھا قطب الدین نے انہیں ہرات میں سلطان غیاث الدین کے یہاں بھیج دیا تو سلطان نے اس کے مرنے سے ہرات کی مسجد آدینہ اور اس کا طاق و مقصورہ تیار کروایا۔

۵۸۷ھ

میں راجت چند گرفتار ہوا اور غنیمت میں سو ہاتھی میرائے۔

۵۹۱ھ

میں اجمیر فتح ہوا۔

۵۹۲ھ

میں تھن گیری فتح ہوا۔

۵۹۳ھ

میں نھر والا پر قبضہ ہوا۔

۵۹۴ھ

میں بد اون فتح ہوا اور بنارس کے تنہائے سمار کے۔

۵۹۵ھ

میں قنوج میں ترول اور ولایت سرودہ فتح ہوئے۔

۵۹۶ھ

میں گوالیر ۵۹۹ھ میں کالنج اور سنہ ۶۰۰ھ میں بدور فتح ہوئے۔

۶۰۱ھ

میں قطب الدین نے پرشور میں جاکو سلطان مغر الدین سے ملاقات کی۔

۶۰۲ھ

میں سلطان مغر الدین نے بمقام دمیگ شہادت پائی اور قطب الدین یہاں

۶۰۳ھ

بمقام لاہور شاہی لقب اختیار کیا۔

میں خانہ مصنفہ ملا عبد الباقی غفر الزمانی۔ مرتبہ پروفیسر محمد شفیع ایم۔ اے۔ عطر حید کپور اینڈ سنز لاہور ۱۹۲۶ء صفحات ۱۱۲) قیمت پانچ روپیہ۔

اور نیل کالج لاہور کے رسالہ میں فارسی تذکروں کی جو فہرست شائع ہوئی ہے اس پر ایک

اجالی نظر ڈالنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ فارسی شعرا کے متعلق جو تذکرے لکھے گئے ہیں ترتیب اور نوعیت کے لحاظ سے ادن کے مختلف اقام ہیں۔ بعض کی ترتیب تاریخی ہے اور ادن میں شعرا کا عہد وار تذکرہ لکھا گیا ہے۔ بعض حردت ہما کے لحاظ سے مرتب ہوئے ہیں بعض کی ترتیب میں

لکھوں اور مشہوروں کا لحاظ رکھا گیا ہے بعض خاص خاص عہد سے تعلق رکھتے ہیں بعض میں محض حاضر
تذکرہ سے بعض میں اصناف سخن کا لحاظ ہے مثلاً نواب علی ابراہیم خان اور مولوی احمد علی کے تذکروں
میں ثمنوی گو شعرا کے حالات ہیں مولوی رفیع الدین قندھاری نے نو بیار میں صرف غزل گو شعرا کا تذکرہ کیا ہے۔
مینخانہ اسی آخر الذکر صنف میں داخل ہے۔ اس میں ادب شعرا کا تذکرہ ہے جنہوں نے ساقی نامے کے
اس موضوع پر فائز پیر میں یہ سب سے پہلی کتاب ہے فاضل ایڈیٹر نے بیان کیا ہے کہ اس کے بعد مرزا کوکب اور بہت خاں نے ہی
ساقی نامے جمع کئے ہیں لیکن انکی کتابیں سوقت نایاب بلکہ ناپید ہیں اس بنا پر ہم اسے سب سے آخر کتاب بھی کہہ سکتے ہیں
یہ کتاب ۱۲۸۰ء میں جلوس جہانگیری کے تیسری سال بیٹھنے میں مرتب و مدون ہوئی ہے۔

اس میں ایک ہتر شعرا کے تذکرے مرقوم ہیں جنکو مصنف نے تین حصوں میں تقسیم کیا ہے۔

پہلے حصے میں چوبیس شعرا کا تذکرہ ہے جو تالیف کتاب کے وقت فوت ہو چکے تھے۔

دوسرے حصے میں بیس شعرا کے حالات ہیں جو بوقت تالیف کتاب بقید حیات موجود تھے۔

تیسرے حصے میں پچیس شعرا کا تذکرہ ہے جن سے مصنف کو ملاقات تھی اور انکا صحبت یافتہ تھا۔

یہ تذکرہ بہ نسبت دوسرے تذکروں کے زیادہ مفصل ہے مصنف نے اس میں صحیح اور مستند

حالات فراہم کرنے کی کوشش کی ہے اکثر مقامات پر ماخذات کا بھی حوالہ دیا ہے معاصرین کے حالات

ذاتی مشاہدات اور ثقہ حضرات کی زبانی تحریر کئے ہیں۔

مصنف قزوین کا باشندہ تھا۔ جہانگیر کے عہد میں ہندوستان آیا اور شاہ جہاں

کے پانچویں سال جلوس دہلی تک یہاں موجود رہا۔ اسکے حالات سے تاریخ و تراجم

کی کتابیں عموداً خالی نظر آتی ہیں صرف مرآۃ العالم میں اس کا تذکرہ ملتا ہے جو قسطنطنیہ میں

بجہاد ذنگ زیب عالم گیر تالیف ہوا اور اسے لالہ خوش حال حیدر نے اپنی تاریخ محمد شاہی

عرف نادرا الزمانی میں بھی حرف بحرف نقل کر لیا ہے۔

پروفیسر محمد شفیع پرنسپل اور نیٹل کالج لاہور کی سہی و کوشش سے یہ کتاب شائع ہوئی ہے

دنیا میں اسکے صرف دو نسخوں کا اس وقت تک پتہ چلا ہے ایک مولانا موصوف کے یہاں دوسرا

راست رام پور کے سرکاری کتب خانہ میں ان دونوں کو باہم مقابلہ کرنے کے بعد مولانا

نے مطبوعہ متن مرتب کیا۔ علاوہ اسکے دیگر ذرائع سے بھی اسکی تصحیح میں مدد لی ہے نمونہ کلام

کے لئے شعرا کے وادین اور مختلف انتخابات سے رجوع کیا۔ حالات کی نسبت بڑی جدو

جہد کے بعد ان کے پہلی ماخذ تلاش کئے اور حواشی میں بھی جگہ جگہ ان کا حوالہ اہنا ذکر دیا

آخر میں مزید توضیح و تشریح کے لئے ایک سو سولہ صفحات کا ضمیمہ لکھا۔ اوں میں منصف کے افلاطون اور شعر اسکے مزید حالات خاتمہ کیے۔ ضمیمہ کے بعد تین فہرستیں ہیں جن میں اسما الرجال اسما النساء اور اسما الکتاب کو جمع کیا ہے انکے باعث کتاب کے مطالعہ اور حرب مراد مفید کئے کا شکر کرنے میں بے حد سائی ہو گئی ہے۔

عام طور پر مشہور ہے مغربی محقق کتابوں کے ایڈٹ کرنے میں خاص کمال رکھتے ہیں۔ لیکن پروفیسر صاحب نے اسکو اس عمدگی اور جامعیت کے ساتھ ایڈٹ کیا ہے کہ انکی تصحیح و تصحیف اور پ کے کمالات کے مماثل ہو گئی ہے اور یہ رب سے پہلی کتاب ہے جو اس قدر تحقیق و تنقید کے ساتھ ایڈٹ ہو کر ہندوستان میں اشاعت پائی ہے۔ ۱۹۶۶ء طغفرہ مصنفہ کردہاری لال اختر جلعوہ مطبع اخبار مشرق گورکھپور ۱۹۶۶ء صفحات ۱۰۶

دکن کی تاریخ ہے اور شاہان آصفیہ کے عہد میں ۱۰۵۰ھ میں بمقام حیدر آباد تالیف ہوئی ہے۔ مصنف نے مضامین کو دو ابواب میں تقسیم کیا ہے۔

پہلے باب میں سلاطین قطب شاہیہ کے واقعات ہیں۔ دوسرے باب میں سلاطین مغلیہ اور شاہان آصفیہ کا تذکرہ ہے۔

تاضی تکند حین صاحب۔ ایم۔ اے۔ نے جو عثمانیہ یونیورسٹی میں سررشتہ تالیف و ترجمہ کی رکنیت پر مامور ہیں اس کی تصحیح کی ہے اور ابتداء میں چھبیس صفحہ کا ایک کارآمد مقدمہ لکھا ہے جس میں سب سے پہلے کتاب کی خصوصیات کا تذکرہ ہے۔ اس کے بعد دور حاضر کے بعض سیاسی غلطی اور رفاہ خلافتی سے تعلق رکھنے والے واقعات تحریر کئے ہیں۔

یہ کتاب گزشتہ دو سال تک گوشہ گنجی میں چڑی ہوئی تھی۔ ۱۹۶۲ء میں موزع مشہور صدر الصدور دہانی خان نے مرثیہ میرو کے نام سے معارف میں ایک مضمون لکھا اور اوں میں اس کے بعض اقتباس نقل کئے۔ اس زمانہ سے لوگوں کو اس کے نام سے واقفیت حاصل ہوئی۔

اس کتاب میں نہ صرف سیاسی واقعات تحریر ہیں بلکہ جگہ جگہ ہر عہد کے عمارات و اکنہ کا تذکرہ بھی لکھا ہے اور ایسی خصوصیت ہے جو اس سے پہلے کی تصنیفات میں بہت کم پائی جاتی ہے۔ دوسری خصوصیت یہ ہے کہ شاہان آصفیہ کا تذکرہ کرتے ہوئے اکثر مقامات پر مرثیہ لکھا

حال بھی لکھ دیا ہے اور بلا کسی رد و رعایت کے حقیقت حال کو ظاہر کیا ہے کہی ہوا واقعہ پر
شاہی فرامیں اور سرکاری مراسلات ہی نقل کئے ہیں جن سے واقعات کی تصدیق و توثیق
میں بے حد مدد ملتی ہے۔
مصنف سے بعض حکمہ صریح غلطیاں ہو گئی ہیں ایسے مقامات پر تصحیح کیلئے خواہی
لکھنا ضروری تھا۔ مثلاً۔

(۱) صفحہ ۴۴، پر محمود شاہ بہمنی کا سنہ وفات سنہ ۹۰۳ لکھا ہے۔ حالانکہ صحیح سنہ ۹۰۲
(دیکھو تاریخ فرشتہ جلد اول صفحہ ۳)
(۲) صفحہ ۳۴، پر عبداللہ قطب شاہ کی تاریخ وفات سنہ ۸۰۳ لکھا بیان کی ہے۔ وہ در سنہ
یکہزار و ہشتاد و دو ہجری مطابق سنہ چار و دو جلوس اور نگرہ عالم گیر مدار البقا شافست
لیکن اسکی قبر پر جو کتبہ کندہ ہے اس سے ۳۰ محرم سنہ ۸۰۲ کو اسکا انتقال کرنا ثابت ہوتا ہے
(۳) صفحہ ۵۰، پر اوزنگ زیب کا سال ولادت سنہ ۸۰۲ تحریر ہے اور آفتاب عالم کتاب
اسکی تاریخ بیان کی ہے جس سے ازروئے حمل (۱۰۲۸) برآمد ہوتے ہیں لیکن حقیقت میں
اوزنگ زیب کی صحیح تاریخ ولادت ۵۰۲ھ دی قعدہ سنہ ۸۰۲ء جیسا کہ جہانگیر نے اپنی توذک میں
لکھا ہے شب یکشنبہ و ازوہم آبان ماہ الہی سنہ سیزدہ جلوس مطابق یازدہم ذی قعدہ
ہزار و ہمیت و ہفت ہجری بہ طالع نوزدہ درجہ میزان بخشنده ہے منت بفرزند اقبال مند
شاہ جہان از حصہ آصف خان گرامی فرزند کرامت فرمود (جلد اول صفحہ ۱)۔ آفتاب عالم کتاب
کلیں ہدائی کی کھی ہوئی تاریخ ہے۔ اس میں ایک عدد زاید ہے جبکہ آخر حصہ آفتاب کے الف کے کیا گیا ہے
اس قطعہ تاریخ کے ابیات یہ ہیں۔

داد ازوہم بادشاہ جہاں	خلعے ہم جو تو گل شاہ و اسب
چوں بایں مرشد و آفتاب انداخت	اسر خویش بر ہوا جو حساب
طبع دریافت سال تاریخش	زور قسم آفتاب عالم کتاب

اوزنگ زیب کے مقام ولادت تو وہاں کو صریح لے اپنے دیباچہ میں مثبتہ لفظ قرار دیا ہے
لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہی نام صحیح ہے۔ یہ مقام اوجین سے جانب مغرب بفاصلہ سو میل الودہ
اور گجرات کی سرحد پر واقع ہے اس جگہ چونکہ دو کون سرحدیں ملی ہیں اس لئے اس کا نام دو
مشہور ہو گیا۔

(۳) (صفحہ ۵۲) پر کہ مسجد کی نسبت لکھا ہے کہ اسکی بنیاد عبداللہ قطب شاہ کے عہد میں پڑی
 حالانکہ صحیح یہ ہے کہ محمد قطب شاہ نے اسکی تعمیر شروع کی تھی لیکن اسکی وفات کے وقت تھوڑا سا کام باقی
 رہ گیا جسکو عبداللہ قطب شاہ نے پورا کر لیا اور ارادہ کیا لیکن ایک منجم کی پیشین گوئی کے باعث تعمیر کا کام
 منسوخ کر دیا گیا جسکو اوڑنگ زیب عالمگیر نے سنہ ۱۰۰۰ھ میں مکمل کیا۔

۱۰۰۰ھ میں میر معین الدین قلی میر - مرتبہ و بوی عبدالحق صاحب - بی راتے بلوچہ انجمن ترقی اردو اوڑنگ آباد ۱۰۰۰ھ
 صفحات (۱۴۴) قیمت دو روپیہ آٹھ آنہ۔

اردو کے مشہور شاعر اور مسلم الثبوت استاد میر تقی میر کی خود نوشتہ سوانح عمری ہے میر صاحب نے
 اسے ۱۰۰۰ھ میں تمام کیا ہے اور اپنی زندگی کے ساٹھ سالہ سوانحات اس میں قلم بند کئے ہیں زبان اسکی
 فارسی ہے اگرچہ اس میں وہ لطافت نہیں ہے جو دوسرے وقائع نویسوں کی تحریر میں پائی جاتی ہے
 تاہم با محاورہ اور فصیح ضرور ہے اور اس کے ساتھ ساتھ سادگی بے ساختہ پن بھی اس میں پایا جاتا ہے
 ابتداء میں میر صاحب نے اپنے بزرگوں کا مختصر حال لکھا ہے اسکے بعد اپنے والد کے حالات
 کسی قدر تفصیل سے تحریر کئے ہیں پھر اپنی عمر کے ساتویں سال سے اپنے حالات کی ابتداء کی ہے اور
 سنہ ۱۰۰۰ھ تک اپنے حالات کے ساتھ ساتھ اس عہد کے اون واقعات اور سیاسی انقلابات کا بھی
 تذکرہ کیا ہے جسکو اونہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا یا معتبر ذرائع سے سنا تھا اس لحاظ سے
 یہ کتاب نہ صرف میر صاحب کے تذکرہ حیات کی حیثیت رکھتی ہے بلکہ آخری سلاطین ہند کے
 شخصیات سال اور حکومت کی ایک بہترین تاریخ بھی ہے جسکی ابتداء نادر شاہ کے حملے سے ہوتی ہے
 اور خاتمہ شاہ عالم بادشاہ کے محول اور غلام قادر کے مقتول ہونے پر ہوتا ہے جو لوگ اس
 عہد کی تاریخ سے دلچسپی رکھتے ہیں اون کے لئے اس میں بہت سی بیش قیمت اور جدید معلومات
 ذخیرہ جمع ہے۔

میر صاحب کے حالات اردو شعرا کے کم بیش تمام تذکرہ میں مرقوم ہیں لیکن اون میں
 اکثر باتیں غلط اور مشکوک و مبہم پائی جاتی ہے۔ اس تذکرے کی اشاعت سے اون سب کا ازالہ
 ہو گیا ہے۔ فاضل ایڈیٹر نے اس پر جو مقدمہ تحریر کیا ہے اس میں ایسے امور کی جانب خاص توجہ
 دلائی ہے اور مختلف فقرہوں کے ضمن میں اون تمام نتائج کو بیان کیا ہے جو اس کتاب کے ملاحظہ
 میر صاحب کی سوانح حیات کی نسبت اخذ ہوتے ہیں۔

یہ کتاب نہایت نادر و کمیاب ہے یہاں تک کہ کسی تذکرہ نویس نے اسکا ذکر ہی نہیں کیا ہے

اور نہ کسی مشہور کتاب خانہ میں اسکے موجود ہونے کا پتہ چلتا ہے۔ فاضل ایڈیٹر نے سعی بلیغ کئے اسکے دو نسخے جیسا کئے جو مولوی بشیر الدین احمد بانی مسلم ہائے اسکول اٹاوا اور مولوی محمد شفیع ایم۔ اے۔ پرنسپل اور ٹیبل کالج لاہور کے یہاں موجود تھے ان دونوں کے باہم مقابلہ سے یہ نسخہ مرتب کیا اور ان میں جہاں جہاں اختلافات ہیں اونکی صراحت حاشیوں میں کر دی ہے۔

میر صاحب نے ذکر میر میں تاریخی واقعات تو بہت سے لکھے ہیں لیکن ان میں سے کسی کا بھی سن نہیں بیان کیا ہے یہ بہت بڑا نقص ہے اگر فاضل ایڈیٹر ذرا ہی توجہ کرتے اور مختلف تاریخوں سے اخذ کر کے ہر واقعہ کے محاذی اوس کا سن وقوع لکھ دیا جاتا تو یہ سقم باسانی رفع ہو جاتا اور اس سے خود میر صاحب کے حالات پر بہت بڑی روشنی پڑتی اور ان کی زندگی کے اکثر سوئحات کی تاریخیں معین ہو جاتیں۔

طبقات الائم مصنفہ قاضی ابوالقاسم صاعد بن احمد الاندلسی تہ ترجمہ قاضی احمد سیاح اختر خوالدہی مطبوعہ دارالمصنفین اعظم گڑھ ۱۹۲۶ء صفحات ۱۷۴ قیمت ایک روپیہ آٹھ آنہ۔

علمائے اسلام نے علوم و فنون کی جو تاریخیں لکھی ہیں ان میں طبقات الائم ایک ممتاز حیثیت رکھنے والی تصنیف ہے اسکے مصنف صاعد بن احمد۔ امام ابن ابی الحزم کے شاگرد اور اندلس کے شاہیر علماء سے تھے۔ حدیث و فقہ اور تاریخ و فلسفہ میں ان کو کمال حاصل تھا۔ سلسلہ میں تمام طلبہ اہل علم کا انتقال ہوا ہے۔

طبقات الائم سلسلہ میں تصنیف ہوئی ہے اس میں اقوام عالم کے علوم و حکمت اور ادب کے ارباب فضل و کمال کا تذکرہ جمع ہے طبقات اگرچہ مختصر ہے لیکن تمام ضروری اور اہم واقعات اس میں آگے ہیں۔ ابتداء میں بطور تہیہ کے اقوام عالم کو تاریخ اور کتابت علم کے لحاظ سے مختلف طبقات میں تقسیم کیا ہے انہیں اونسے علوم و فنون کا تذکرہ ہے اس سلسلہ میں سب سے پہلے ہندوستان کا تذکرہ آتا ہے اسکے بعد فارسیوں۔ کلدانیوں یونانیوں رومیوں اور عربوں کے علمی حالات مذکور ہیں یہ سب نصف کتاب میں آگے ہیں۔ اسکے بعد عربوں کے علوم و فنون کا تذکرہ کیا ہے۔ اس کے دو حصے ہیں۔ ایک قبل از اسلام دوسرا بعد از اسلام۔ اس کے بعد وہ کوائف علمی بیان کئے ہیں جو مسلمانان اندلس سے تعلق رکھتے ہیں۔ پھر بنی اسرائیل بالخصوص یہود اندلس کے مشاغل علمی کا تذکرہ کر کے کتاب کو ختم کر دیا ہے۔

مترجم نے ابتداء میں مصنف کے حالات پر ایک عالمانہ مقدمہ لکھا ہے۔ اصل کتاب پر تو ضمیمہ و تشریح کے لئے کثرت کے ساتھ تاریخی اور جغرافیائی تعلیقات اضافہ کئے ہیں جنکے مطالعہ سے مترجم کی علمی قابلیت اور وسعت معلومات کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ مترجم نے اپنے مقدمہ میں صنوان الحکمتہ کو کشف الظنون کے حوالہ سے صاعد کی تصنیفات میں شمار کیا ہے لیکن اس پر ایک حاشیہ لکھ کر اپنی رائے ظاہر کی ہے کہ یہ کتاب درحقیقت صاعد کی تصنیف نہیں ہے۔ اب یہ امر تحقیق طلب رہ جاتا ہے کہ درحقیقت یہ کتاب کس کی تصنیف ہے، لکھ دو نوٹاویہ کی اور میٹل ایکٹویمی میں صنوان الحکمتہ کا ایک انتخاب ہے۔ اس کے دیباچہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کا اصل متن ابوسلیمان محمد بن طاہر بن بہرام السجری کی تصنیف ہے اور امام طہیر الدین ابی الحسن بن ابی القاسم البیہقی نے اس کا تتمہ تصنیف کیا ہے ابوسلیمان جو ترقی صدی میں ایک مشہور طبیب اور فلسفہ داں گذرا ہے۔ اسکے لئے دیکھئے ویسٹن فیلڈ کی گشتیئے درآر میثیں آرزو صفحہ ۵۸ نوٹ ۱۱۴۔

خلفائے راشدین۔ از مولوی حاجی معین الدین ندوی مطبوعہ دار المصنفین اعظم ۱۹۲۷ء صفحات ۸۷، قیمت دو روپیہ آٹھ آنے۔

ارکان دار المصنفین نے سیرۃ النبی کے ساتھ ساتھ سیرۃ الصحابہ کی ترتیب و تدوین کا انتظام کیا ہے اور اس سلسلہ کی متعدد جلدیں اب تک چھپا کر شائع ہو چکی ہیں۔ مثلاً اسوۃ صحابہ سیر الانصار وغیرہ اب سیر المہاجرین کا سلسلہ شروع ہوا ہے۔ جس کی پہلی جلد خلفائے راشدین، اس میں خلفائے اربعہ کے نام و نسب، فضل و کمال، عام حالات، ملکی فتوحات، سیاسی نظائرات کو خوب شرح و بسط کے ساتھ تحریر کیا ہے۔ اور اس کی بڑی خصوصیت یہ ہے کہ یہ سب باتیں کتب احادیث سے اخذ کی ہیں۔ بعض مواقع پر جہاں کہیں تفصیل و توضیح کی ضرورت ہوئی ہے تو عربی کی مستند تاریخوں سے اس مواد کو حاصل کیا ہے لیکن ایسے مواقع نسبتاً بہت کم آئے ہیں یہ کتاب نہ صرف اسلئے اہم ہے کہ اس میں اصحاب رسول اللہ کے حالات ہیں بلکہ یہ سلسلہ تاریخ اسلام کی دوسری کڑی ہے اور اس میں عہد اولین سے تعلق رکھنے والے ۳۶ سالہ واقعات کا بہترین تاریخی مواد فراہم کیا گیا ہے۔ اور اس موضوع پر ایسی نفیس کتاب اردو میں تاحال شائع نہیں ہوئی ہے۔

مزارات حرمین۔ از مولوی حاجی سید علی شبیر صاحب پستہ دار ہائیکورٹ حیدرآباد دکن ۱۹۲۹ء

صفحات (۳۱۶) قیمت تین روپیہ -

اس کے مصنف ارض حجاز کے اخبار و کوائف میں یہ طولی رکھتے ہیں اور مدت دراز سے یہ مقدس سرزمین ان کے علمی انہماک کی جولان گاہ بنی ہوئی ہے انہوں نے برٹن اور برکھارڈ کے سیاحت نامہ ہائے حجاز کا انگریزی سے ترجمہ کیا اور ان یورپینوں کے حالات و کوائف میں ایک مبسوط کتاب لکھی ہے جنہوں نے حجاز - مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کی سیاحت کی ہے۔ حج اسود اور غلاف کعبہ کی تحقیقات تاریکین مدون کی ہیں قریباً تین سال پہلے حج بیت اللہ کے گئے اور وہاں کے قابل دید مقامات کی سیر کی اور جب واپس آئے تو اپنے عینی مشاہدات پر مکہ اور مدینہ کے مزارات اقدس کی یہ تاریخ لکھی اس میں نہ صرف اپنے عہد کے حالات لکھے ہیں بلکہ ابتداء سے اس وقت تک ان مزارات کے متعلق جو جو حوادث پیش آئے ہیں ان سب کا تذکرہ کیا ہے۔ کتاب کی تالیف میں عربی فارسی کی کچھ تیس کتابوں سے مدد لی ہے ان کے ساتھ ہی ساتھ ہندوستان اور یورپ کے سیاحوں کی تحریرات سے بھی استفادہ کیا ہے تمام حالات اس طرح بیان کئے ہیں کہ تصویر کشج جاتی ہے۔

کتاب دو ابواب میں منقسم ہے۔ پہلے میں مکہ اور دوسرے میں مدینہ کے مزارات کا تذکرہ ہے۔ ان میں روضہ اقدس، جنت المعلیٰ اور جنت البقیع کے حالات خاص توجہ کے قابل ہیں۔ روضہ اقدس کی نسبت حاجی برٹن اوڈاکٹر زومیر نے کئی اعتراض کئے تھے اور ان سے یہ نتیجہ اخذ کیا تھا کہ ”ایک فرضی قبر ہے“۔ فاضل مولف نے محکم دلائل سے اسکی تردید کی ہے اور ان کی توجیہات کی تائید کر کے غلط بیانیوں کا ازالہ کیا ہے۔ جنت البقیع کے حالات میں مقبرہ اہل بیت کے حالات لکھتے ہوئے جناب سیدہ فاطمہ الزہراء کے مدفن کی خوب تحقیقات کی ہیں اور خدائے موعین کی سند پر اس مدفن کا روضہ اقدس کے قریب واقع ہونا ثابت کیا ہے۔

غرض کہ یہ کتاب مزارات اقدس کے متعلق معلومات تاریخی کا ایک مفید مخزن ہے جس میں اوکلی گزشتہ تاریخ موجودہ حالات مؤرخین کے اقوال سیاحوں کے مشاہدات سب کچھ درج کیا اور ایسی مبسوط کتاب اس وقت تک اس موضوع پر عربی اور فارسی میں ہی تحریر نہیں ہوئی ہے۔

تہذیب ہند

ہندوستان کے قدیم و جدید تہذیب کی بہترین تاریخ فرانس کے مشہور محقق ڈاکٹر گستاوی بان کی تصنیف جسکو ڈاکٹر سید علی گلبرگی ایم۔ اے۔ ڈی لٹ نے اردو میں ترجمہ کیا ہے۔ نہایت وینر انفضیس کا غدر عمدہ ترین خط و کتابت کے ساتھ چھی ہے۔

(۶۰) رنگین (۸۹) سادہ تصاویر (۲) نقشے جلد و لاتی طرز کی

قیمت ۵ روپیہ بہت کم جلدیں باقی ہیں

ملش ————— تھر

عبد القادر نمٹ پبلشرز پبلشرز مالک غلام سید علی
حیدر آباد دکن سے طلب فرمائے

سائنس

انجمن ترقی اردو کا سہ ماہی رسالہ

اس کا مقصد یہ ہے کہ سائنس کے مسائل اور خیالات کو اردو دانوں میں مقبول کیا جاوے اور سائنس کے متعلق جو نئی بحثیں یا ایجادیں اور اختراعیں ہو رہی ہیں یا جو جدید انکشافات و ترقیات ہوں گے ان کو سیدھے تفصیل سے بیان کیا جائے ان تمام مسائل کو حتی الامکان صاف اور سلیس زبان میں بیان کر نیکی کوشش کی جائیگی اس۔ اردو زبان کی ترقی اور اہل وطن کے خیالات میں روشنی اور وسعت پیدا کرنا مقصود ہے۔

یہ بڑی خوشی کی بات ہے کہ ہندوستان کے سائنس دانوں کے علاوہ یورپ کے فضلاء نے بھی اس رسالے میں مضمون لکھنا منظور فرمایا ہے اس رسالے میں متعدد بلاک ہی شائع ہوا کریں گے۔
سالانہ چھ آٹھ روپے سکر انگریزی (نور و پیہ چار آنہ سکر عثمانیہ) سے
مینجر انجمن ترقی اردو اورنگ آباد دکن سے طلب فرما۔

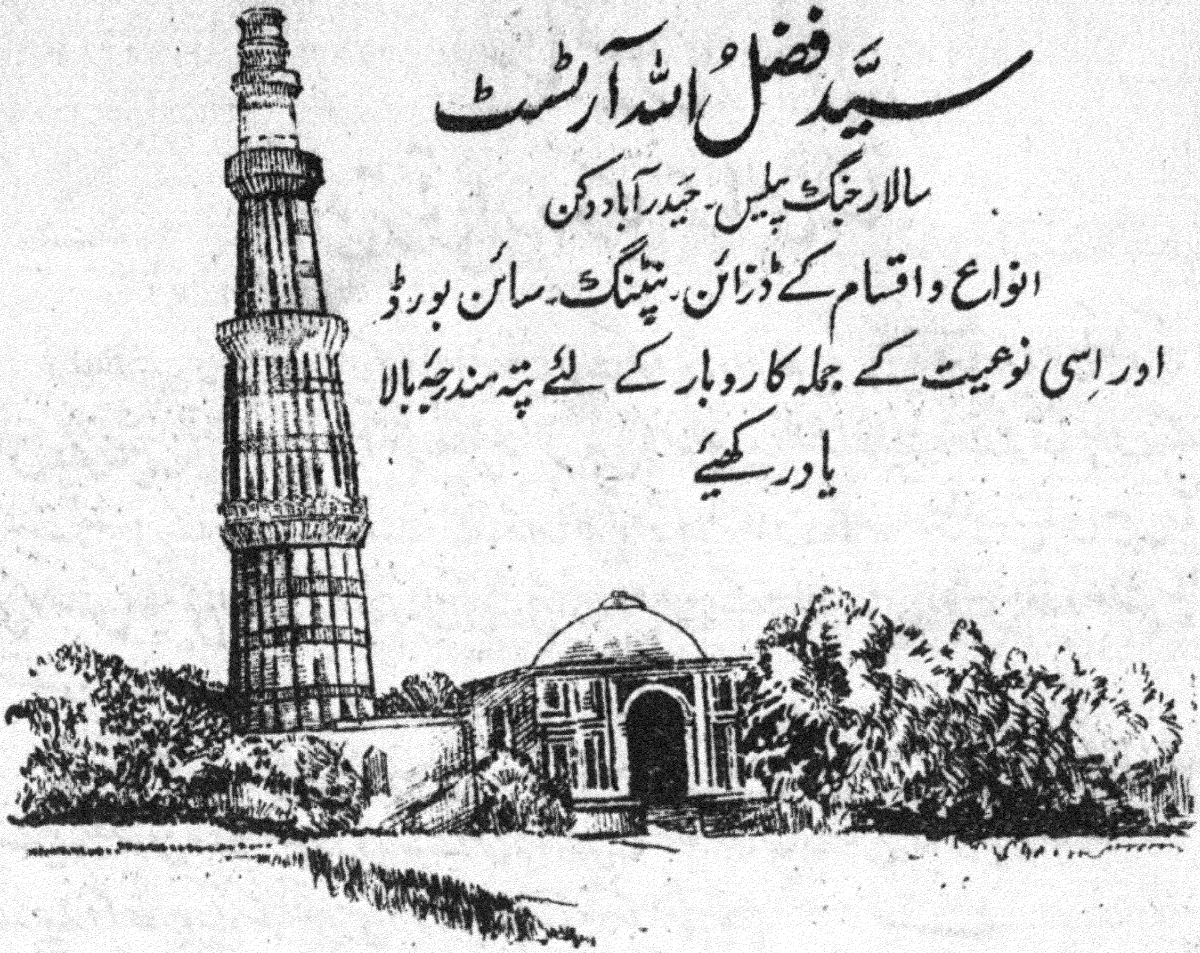
مقنن

قانونی معلومات کا بہترین اور مفصل ترین رسالہ جو ملک کے متعدد قانون دان حضرات کی نگرانی اور ادارت میں ہفتہ وار شائع ہوا کرتا ہے۔ اس کے پہلے حصے میں قانونی مباحث پر محققانہ مضامین دوسرے حصے میں مالک محروسہ سرکار عالی اور میرے حصے میں برٹش انڈیا کے نظائر ہوا کرتے ہیں اس کے علاوہ فہمیدہ احکام و قوانین گشتیات۔ رزولوشن اور سرشتہ جات مال و عدالت کے نظائر شامل کئے جاتے ہیں بقیہ کلاں حجم تقریباً سو صفحہ کا غذا اور کتابت و طباعت نفیس قیمت (۵۰) سالانہ۔
مولوی عبدالرحمن رحیم بدیر و مہتمم مقنن ۵۰، ۱۵ اپیلی حیدر آباد دکن سے طلب فرما۔

سید فضل اللہ آرٹسٹ

سالار جنگ پلیمس۔ حیدر آباد دکن

انواع واقسام کے ڈزائن۔ پینٹنگ۔ سائن بورڈ
اور اسی نوعیت کے جملہ کاروبار کے لئے پتہ مندرجہ بالا
یاد رکھیے



نیرنگ

مالک متحدہ کا مشہور و معروف علمی و ادبی باقصور لٹریچر
جو ہر ماہ کی بیس تاریخ کو شائع ہوا کرتا ہے مہندوستان
کے مشہور مقالہ نویس اہیں مضامین لکھا کرتے ہیں
اس کی بڑی خصوصیت یہ ہے کہ سال میں تین
خاص نمبر متعدد تصاویر کے ساتھ شائع ہوا کرتے
ہیں اور خریداروں کو بلا قیمت دیے جاتے ہیں
قیمت سالانہ تین روپیہ اٹھ آنے فیجیئرنگ پست
راپور مالک متحدہ سے طلب فرمائیے۔

سفینہ

گورنمنٹ محمدن کالج اردو سوسائٹی کا
سہ ماہی رسالہ جو افضل العلماء مولوی محمد عبدالحق
ایم اے پروفیسر عربی گورنمنٹ محمدن کالج کی
ادارت میں جنوری۔ اپریل۔ جولائی۔ اکتوبر کو
شائع ہوتا ہے۔ مدراس یونیورسٹی کے فاضل پروفیسر
ہندوستان کے شاہراہ قلم اہیں مضامین لکھا کرتے ہیں
چھپائی لکھائی نفیس حجم سو صفحہ قیمت چار روپیہ کلدار
فیجیئرنگ گورنمنٹ محمدن کالج یونٹ وڈ مدراس طلب فرمائیے

TARIKH-I-FAKHR-UD-DIN MUBARAKSHAH. Edited by Sir Denison Ross, Director of the School of Oriental Studies, London.

MAIKHANAH Memoir of Persian Poets edited by Muhammad Shafi, M. A., Professor, Panjab University.

TARIKH-I-ZAFRAH, A History of the Qutub Shahi and Asafjahi Dynasties of the Deccan. Edited by Qazi Talamuz Husain M. A., Translation Bureau, Osmania University.

ZIKR-I-MIR, Autobiography of Mir Taqi Mir, the famous Poet of Urdu, edited by Abdul Haq., B. A., Secretary, Anjuman-i-Taraqqi Urdu.

TABQAT-UL-UMAM, A History of Philosophy in the ancient and Islamic Nations by Qazi Sa'ad bin Ahmed ae Undlusi.

KHULAFAT-I-RASHIDIN, The History of early four Khalfas of Islam by Haji Mu'in-ud-din Nadavi.

MAZARAT-I-HARAMAIN, A Historical Description of the Domes and Graves of Makkah and Madinah, the Holy Cities of Arabia by Haji Ali Shabbir of Haidrabad,

TARIKH

Vol. I.

JANUARY 1929

PART 1.

-
- I. NIZAM'S DOMINIONS IN 1160 A. H. 1747 A. D.
by the Editor. 1
- II. THE ALEXANDRIAN LIBRARY, by G. H. Bushnell.,
translated by Sayyid Mu'in-ad-din Quraishi, M. A. 15
- III. SAYYID MUHAMMAD MA'SUM NAMI, A Famous
Poet and composer of inscriptions in the time of
Emperor Akbar, by the Editor. 29
- IV. BAHAMANI KINGS OF GULBARGAH, from the
Haft Iqlim of Amin Razi. 94
- V. QANNAUJ the Historical city of Ancient India. An ex-
tract from an article of V. A. Smith by Sayyid:
Muhammad Zamin Kantori. 69

REVIEWS.

81

PUBLICATION OF THE IRANIAN ZOROASTRIAN

ANJUMAN. (1) A Short Account of emigration
of the Parsies from Iran to Hindustan. (2) Lec-
tures of Poure - Davoud on the History and
Philology of Ancient Iran. (3) Holy Gathas,
Translated by Poure-Davoud (4) The Poems of
Poure-Pavoud (5) A collection of the essays of
Mirza Muhammad Qazvini.

Tarikh.

A Quarterly Journal of
History and Archæology

EDITED BY

Hakim Sayyid Shams-Ullah Qadri,

PUBLISHED BY THE MANAGER,
KOTLAH AKBAR-JAH, HAIDARABAD DECCAN.

Annual Subscription Rs. 5 or Shilling 8 Postage Extra.

For Government Rs. 10.

تاریخ

تاریخ اور آثار قدیمہ کا سہ ماہی رسالہ

ایڈیٹر

حکیم سید الشیخ قادری

مقام اشاعت

دفتر تاریخ کوئٹہ اکبر جاہ حیدر آباد

مطبوعہ خورشید پرین پریس چار گھاٹ حیدر آباد

قیمت سالانہ - پانچ روپیہ - اخراجات ڈاک آٹھ آنے - گورنمنٹ سے دس روپیہ

تالیخ

جلد اول اپریل تا جون ۱۹۲۹ء حصہ دوم

۹۵	ایڈیٹر	اشتات
۱۰۳	ایڈیٹر	دکن کی علمی ترقیاں
۱۳۹	مولوی سید حسن برنی صاحب	دکن میں مسلمان
۱۵۷	مولوی سید علی اصغر صاحب بلگرامی	سلاطین قلعہ شاہیہ کے تعلقات خارجہ
۱۶۴	سید احمد اللہ قادری، نائب ایڈیٹر	مورخ خانیخاں کا کتبہ
۱۶۷	ایڈیٹر	ملیبار سے عربوں کے تعلقات
۱۸۳	ایڈیٹر	تبصرے

اندلس کا تاریخی جغرافیہ (۲) عمل صالح یا شاہجہاں نامہ
 (۳) مخزن نکات (۴-۵) معین الآثار اور اس کا انگریزی ترجمہ
 (۶) وقایع عالمگیر (۷) تاریخ الامت (۸) تاریخ فلسفہ اسلام
 (۹) اسلامی لغت (۱۰) آصف جاہ ثانی (۱۱) ازمنہ وسطی میں
 ہندوستان کے معاشرتی حالات (۱۲) معجم المصنفین (۱۳) اردو دنیا
 (۱۴) نیرنگ کا خاص نمبر

قاموس الاعلام

ادبیات اردو کے اسماء و اعلام کا انسائیکلو پیڈیا

اس میں اُن بادشاہوں، امیروں، عالموں، فاضلوں، حکیموں، شاعروں، ادیبوں اور ملکوں، ولایتوں، شہروں، قصبوں کے حالات و سوانحات مذکور ہیں جن کے نام زبان اردو کی علمی، ادبی، مذہبی اور تاریخی کتابوں میں بار بار آتے ہیں۔ ہر نام کے ساتھ مزید معلومات حاصل کرنے اور مطالعہ کو تقویت پہنچانے کے لئے عربی، فارسی، اردو، انگریزی، وغیرہ زبانوں کے مستند و معتبر استناد صفحات، مجلدات اور ایڈیشنوں کی صراحت کے ساتھ درج کئے گئے ہیں اسکی تقیم و حصول پر حصہ تاریخی۔ اس میں شاہیر رجال اور قوام و قبائل کے نام ہیں۔ حصہ جغرافیہ۔ اس میں ملکوں و ولایتوں اور شہروں کا تذکرہ ہے۔

پہلے تاریخی اس کے بعد جغرافیہ حصہ شائع کیا جائے گا اور اس کی اشاعت انسائیکلو پیڈیا آف اسلام کی طرح قطع وار ہوگی۔ چار قسطوں کی ایک جلد اور ہر قسط میں کم از کم سو صفحات ہوں گے۔ رسالہ تاریخ کے ساتھ جو حضرات اس کی خریداری منظور فرمائیں گے ان سے ایک جلد یا چار قسطوں کی قیمت پانچ روپیہ آٹھ آنہ پیشگی لیجائے گی۔ ہر ایک جلد جب مکمل ہو جائے تو اس کی قیمت دس روپیہ ہوگی۔

رجسٹر خریداران میں نام درج کرانے کے لئے

منیجر رسالہ تاریخ کو ملہ اکبر جاہ حیدر آباد دکن

بجائے خط و کتابت

قاموس الاعلام

ایک ورق

آذر۔ لطف علی بن آقاخان فارسی شعرا کا مشہور تذکرہ نویس ہے۔ اعما والدولہ مرزا مومن خاں شالمو کی اولاد سے تھا اس کے والد آقاخان کو نادر شاہ نے اپنے آغاز حکومت میں خطا لار اور سواحل فارس کا گورنر مقرر کیا تھا۔ آذر ۱۲۳۱ھ میں اصفہان میں پیدا ہوا اور ۱۲۵۵ھ سے ۱۲۵۸ھ تک کامل پانچ سال بلاد حجاز، عراق اور طرابلس کی سیاحت میں مصروف رہا۔ نادر شاہ کی وفات ۱۲۶۵ھ کے بعد شاہی دربار میں ملازم ہو گیا اور عرصہ تک علی شاہ ابراہیم شاہ۔ شاہ اسماعیل اور شاہ سلیمان صفوی کا متول رہا۔ یہاں تک کہ ۱۲۹۵ھ میں انتقال کیا۔ سید علی شاہ کا شاگرد تھا اور شعر خوب کہا کرتا تھا اس کا مجموعہ کلام ہنگامہ اصفہان میں ہو گیا ہے۔ اس نے ایک ثنوی یوسف النینا بھی لکھی ہے جس کے بارہ ہزار ابیات ہیں اور اس کا بہت سا حصہ آتشکدہ میں منقول ہے ص ۲۴ تا ص ۲۶

آذر کی تصنیفات میں آتشکدہ غیر معمولی شہرت رکھتا ہے۔ آذر نے ۱۱۶۴ھ میں اس کی ابتا کی اور ۱۱۹۳ھ میں بیس سال کی محنت کے بعد اختتام کو پہنچا اس میں کم و بیش ایک ہزار شعر کے حالات اور ان کا متن کلام جمع ہے اس کی ترتیب ملکوں اور شہروں کے لحاظ سے ہر شہر میں جس قدر نامور شعرا گذرے ہیں ان کے حالات اس شہر کے تحت میں تحریر کئے ہیں۔ یہ تذکرہ ۱۲۴۹ھ میں

بہ مقام کلکتہ اور ۱۲۹۹ھ میں دوبارہ بہ مقام بمبئی چھپا۔ مسٹر بلنڈ نے اس کے ابتدائی باب کو انگریزی میں ترجمہ کیا ہے جو سنہ میں لندن میں طبع ہوا ہے اس میں ان مشہور و معروف ملک و امرا کے حالات ہیں جنہوں نے فارسی شعر و سخن میں طبع آزمائی کی ہے۔

کتابیات۔ آتشکدہ طبع بمبئی ص ۲۶۱ تحفۃ العالم ص ۲۶۱ مجمع الفصحا جلد دوم ص ۶۱۲ محبوب الالباب ص ۳۔ ریو جلد اول ص ۳۶۰۔ بلنڈ کا مضمون فارسی تذکروں پر مندرجہ راجل رائل اشاک سوسائٹی جلد ہفتم ص ۲۲۵

آذری۔ حمزہ بن علی بن ملک الطوسی البہیقی ان کا لقب دولت شاہ نے فخر الدین قلی کاظمی نے برائے ان اور امین رازی نے نور الدین لکھا ہے۔ صاحب الدعوات احمد بن محمد الزمخالی البہاسکی المردری کی اولاد سے تھے۔ ان کے والد خود اجہ غلی بن ملک کو سرداروں نے اپنے زمانہ حکومت میں اسفراہن کا حاکم بنایا تھا۔

آذری بہشتی شاعر اور راجل صوفیہ سے ہیں۔ اپنے زمانہ میں علم و فضل اور زہد و ورع میں بے نظیر تھے۔ مرو میں انکی ولادت ہوئی اوایل حال میں سلطان شاہ رخ بن تیمور کے دربار میں توسل پیدا کیا۔ متعدد قصاید اس کی بیچ میں لکھے اور شاہ نے خوش ہو کر ملک الشرائی کا منصب عطا فرمایا لیکن کچھ عرصہ کے بعد شیخ آذری نے دنیا کو ترک کر دیا اور شیخ ابو

شیخ محی الدین الطوسی کے مریدوں میں شامل ہو کر پانچ سال تک ان سے تفسیر و حدیث کا درس لیتے رہے۔ انہی انہما میں ان کے ساتھ حج بیت اللہ کے لئے عرب کی سیاحت کی اس کے بعد کران میں آکر سید نور الدین نعمت اللہ سے رہنے ہوئے۔ اور کئی سال ریاضت کرنے کے بعد جب خرقہ ظاہر ملا تو مرشد سے رخصت ہو کر دوسری مرتبہ حج بیت اللہ کے لئے چلے گئے اور وہاں ایک سال تک مجاورت کرتے رہے اسی زمانہ میں ایک شیعہ شریعی الصفات صنیف کی اس کے بعد جد سے روٹا ہو کر براہ دابل دکن پہنچے اور بیدریس آکر سلطان احمد شاہ بہمنی کے دربار میں سانی حاصل کی۔ بادشاہ نے ان سے ملائین ہتھیہ کے حالات نامہ کی طرز پر بہمنی نامہ لکھوایا۔ اور تقریباً بیس ہزار اشعار میں احمد شاہ مذکور تک حالات منظم ہو گئے تو آذری نے بادشاہ سے رخصت لیکر وطن کی جانب مراجعت کی اور اسفراین میں آکر کچھ عرصہ تک گوشہ نشین رہے کے بعد سیاسی سال کی عمر میں ۸۶۱ھ کو فوت ہوئے۔

آذری نے فارسی نظم و نثر میں بہت سے تصنیفات اپنے یادگار چھوڑے ہیں جو اہل لاسرہ طغرائی ہادیوں۔ عجائب الدنیا عجائب الاعلیٰ۔ طامۃ الکبریٰ وغیرہ آزاد بلگرامی نے لکھا ہے کہ میں نے شیخ آذری کی ایک ضخیم شیعہ شریعی بھی ہے جس کا نام مزہ الا ہے اور یہ چار حصوں پر مشتمل ہے اول طامۃ الکبریٰ دوم عجائب الدنیا سوم عجائب الاعلیٰ۔ چہارم سی الصفات میں تصوف کے مضامین اور مواظع و حکم مذکور ہیں جو اہل لاسرہ ادبیات سے تعلق رکھتی ہے اس میں نوادروا مثال اور قصص و حکایات تحریر ہیں عجائب الدنیا میں فردوسی کی عجائب المخلوقات و غرائب الموجودات کے اکثر اجزا کو منظم کیا ہے۔ سی الصفات کتبہ کی تاریخ ادب کے کتاب و احکام بیان کئے ہیں۔ غزلیات و قصاید کا مجموعہ تیس ہزار ابیات پر مشتمل ہے جس میں عاشقانہ و عارفانہ کلام اور حمد و ثناء

دہج ملاطین و امرا کے قصاید جمع ہیں۔ عجائب الدنیا کا نام دولت شاہ نے عجائب الغرائب اور اسیٹھ نے غرائب الدنیا لکھا ہے۔

کتابیات - تذکرہ دولت شاہ - طبع یورپ ص ۳۹

طبع لمبی ص ۸۵ طبع لاہور ص ۲ حبیب الیرحلہ دوم جز سوم

ص ۱۲ تاریخ فرشتہ جلد اول ص ۳۲ تذکرہ ص ۸۸ مرآۃ النحال

ص ۶۸ خزائن عامرہ ص ۲۱ تحفۃ الکرام جلد دوم ص ۲۲ کتابچہ افکار

ص ۲ تعلقات سے خانہ ص ۹ ریح جلد ۲ ص ۲۳۰ ص ۲۳۶ ص ۲۳۹

آذری کمال پاریسوں کے فرقہ آبادیاں آذری ہو گیا

کا آخری بیٹا ہے اس کا سلسلہ نسب بہمن بن ابغندار کا بیٹا ہے

والدہ جس کا نام شیرین ہی زرد گرد آخری فرما رو اعجم کی اولاد تھی

یہ مہاراجہ و گوشہ نشین تھا اور اسکی زندگی ہمیشہ ریاضت میں

گزرتی تھی عربی و فارسی کے جملہ علوم و فنون میں اسکو کمال حاصل تھا

اور اسی وجہ سے لوگ اسے ذوالعلوم کے لقب سے یاد کیا کرتے تھے۔

اکبر بادشاہ کے زمانہ میں ایران سے ہندوستان میں یامینہ کی حکومت

اختیار کی اور اسی جگہ ۸۵۰ سال کی عمر کو پہنچ کر ۸۵۱ھ میں بعد جمہا

بادشاہ انتقال کیا مسلمانوں نے اسے موحسین اور صوفیہ میں شمار

کیا ہے اگر علما اسلام نے اسکی شاکردی کی ہو اور اس سے ملوک کے

مقالات طے کئے ہیں مثلاً محمد علی شیرازی محمد سعید صفہانی اور شیخ

بہاؤ الدین اثنی وغیرہ جو مذہب شیعہ کے مشاہیر علمائے ہیں

آذریوں نے جہلم کنیر کے نام سے ایک کتاب تصنیف کی ہے جو نظم

میں ہو اس میں اپنے روحانی کیفیات و مشاہدات بیان کیں اس کے علاوہ

صمصام الدولہ نے اسکی ایک در عجیب و غریب تصنیف کا ذکر کیا ہے جو خا

نارسی زبان میں تھی لیکن جب اس کے نقطے اول بد بکر پڑتے تو عربی بنی

اور اگر الفاظ الٹ دیتے تو ترکی اور اگر اس کو مصحف کرتے تو

ہندی ہو جاتی تھی۔ اس میں مجردات کی تعریف اور بیہود

نصائح جمع کئے تھے ذوالفقار اردستانی دہستان میں اس کا

اشتات

ارض نہرین کا جنوبی خطایخ عالم میں انسان کے تمدن و تہذیب کا مرکز اولین سمجھا جاتا ہے۔ تورات کی روایات کے مطابق طوفان نوح کے بعد اولاد آدم نے اس خطا کو سب سے پہلے اپنا مسکن قرار دیا اور یہیں سے اطراف عالم میں نشر و متفرق ہوئے۔ جناب عیسیٰ سے صد سال پہلے اس سرزمین میں دو قومیں آباد تھیں ایک ”اکاد“ دوسری ”سمیر“ اکادیوں کا شمال میں واقع تھا جسے شنعار کہا کرتے تھے۔ سمیر کی بستیاں جنوب میں تھیں اور کسدیا کہلاتی تھیں۔ اُر جو تاریخ قدیم کا مشہور شہر ہے اسی کسدیا کا دار الحکومت تھا دنیا کے مشہور پیغمبر اور بنی اسرائیل کے جد امجد حضرت ابراہیم اسی شہر میں پیدا ہوئے تھے اور اُن کے آباد اجداد کی مدت سے اسی شہر میں سکونت تھی۔

جناب عیسیٰ سے صدیوں پہلے اُر تباہ و برباد ہو گیا تھا۔ یہاں تک کہ امتداد زمانہ کے باعث اس کے نشانات بھی معدوم ہو گئے تھے صرف تورات کی وجہ سے دنیا میں اس کا نام باقی رہ گیا تھا۔ گذشتہ صدی میں کالڈیا اور اسیریا کے کتبے جب حل ہوئے تو اس شہر کی نسبت بھی بعض باتیں محققین کو معلوم ہوئیں اور ان کی مدد سے اس کے حقیقی محل وقوع کی تلاش شروع کی گئی۔ ابتدا میں عام رائے یہ تھی کہ اُر اس مقام پر واقع تھا جہاں کہ اب عرفا آباد ہے لیکن بعد میں اس کی غلطی ظاہر ہو گئی۔ اور اب بالتحقیق یہ امر ثابت ہو گیا کہ فوات

کے مغربی کنارے ناصرہ کے نیچے تل المقیہ کے قریب یہ مقام آباد تھا اور اس جگہ جو مدفونہ آثار برآمد ہو رہے ہیں وہ اسی شہر کے ہیں۔

اُرمی سب سے پہلے ۱۹۱۵ء میں کھدائی کا کام شروع ہوا۔ مٹر والی HR. HALL جوئرش میوزیم میں مصر و اسریا کے عتیاق کے محافظ ہیں اس کے نگران کار مقرر ہوئے ۱۹۱۹ء کے اخیر تک کام جاری رہا۔ اس کے بعد دو سال کے لئے ملتوی کر دیا گیا۔ پھر ۱۹۲۲ء سے اس کا آغاز ہوا اور اب مسلسل سات برس سے ہر موسم سرما میں برابر جاری ہے۔ اس مرتبہ مٹر والی C. L. WOOLLEY کارکن قرار پائے ہیں اور ان کی ایک تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سالانہ پانسو نوٹڈ کا صرفہ ہو رہا ہے منجملہ ان کے برٹش میوزیم کے خزانہ سے ڈھائی سو نوٹڈ ملتے ہیں (۱۲۵۰) نوٹڈ فلاڈلفیا یونیورسٹی اور کئی ہے۔ بقیہ (۱۲۵۰) نوٹڈ عام چندوں سے حاصل کئے جلتے ہیں۔

تیاخ قدیم سے پچسی رکھنے والوں اور تورات کی حکایات کو جدید انکشافات کی روشنی میں دیکھنے کے شایعینوں کے لئے ان تحقیقات کی بدولت بہت سی نئی نئی معلومات حاصل ہو رہی ہیں۔ اور یہ امر پائے ثبوت کو پہنچ گیا ہے کہ جناب سچ سے چار ہزار سال قبل اُرمی ایک سرسبز بارونق اور متمدن شہر تھا۔ ۱۹۲۳ء میں اُرمی سے چار میل کے فاصلہ پر تل العبد میں مٹر والی نے ایک معبد تلاش کیا جسے اے اننی پاد A-ANNI-PADDA نے تعمیر کیا تھا اس کی بنیاد میں ایک لوح دستیاب ہوا ہے جس میں اُرمی کے ابتدائی بادشاہوں کے نام کندہ ہیں۔ یہ بادشاہ جو کس دیہ کے پہلے خاندان شاہی سے تعلق رکھتے ہیں اب تک فرضی اور افانوی بادشاہ سمجھے جاتے تھے لیکن اس لوح کے دریافت ہونے سے ان کا تاریخی وجود ثابت ہو رہا، اس فہرست کے آخر میں اے اننی پاد اور اس کے باپ کا نام بھی شامل ہے۔ اس کا

زمانہ حضرت ابراہیم سے کم از کم ہزار سال پہلے کا قرار دیا جاسکتا ہے اگر یہ لوح دستیاب نہ ہوتا تو اس کی اور پہلے خاندان کے بادشاہوں کی ہستی قدامت کے باعث پردہ خفایں مستور رہتی۔ پہلے خاندان کے پہلے بادشاہ مس لٹینی پاوا MESA-ANNI-PADDO کا وجود اس کی بیوی نن دو مونن NIN-DOMU-NIN کی مہر کے میسر آنے سے اور بھی یقینی ہو گیا۔

بعد کی تحقیقات سے پتہ چلا ہے کہ پہلے خاندان سے قبل بھی اُن میں بہت سی شاید نسلیں گزری ہیں۔ گذشتہ سال تین قبرستان دریافت ہوئے ہیں ان میں سب سے قدیم حضرت مسیح سے (۳۵۰۰) سال پہلے کا ہے ان قبروں سے ایسی اشیاء برآمد ہوئی ہیں جو اس سے پہلے ارض ہنریس کی کسی کھدائی میں نہیں نکلیں تھیں۔ ان اشیاء سے ایک ایسے تمدن کا پتہ چلا ہے جو فی الوقت دنیا سے معدوم اور صدیوں سے لاپتہ ہے۔

اُن میں پہلے خاندان سے پہلے جو خاندان برسر حکومت تھا اس کے حالات پر گہری ظلمت طاری ہے اور اس کے افراد کا سلسلہ ابھی تک سلاطین کی کسی فہرست میں نہیں ملا ہے حال یہ دریافت شدہ قبور میں شاہ ابارگی KINGABAR-GI اور ملکہ سوباوا QUEEN SUBAUA کی قبریں بھی ہیں اور گمان کیا جاتا ہے کہ اُن کا تعلق اُس عہد سے ہے جو حضرت مسیح سے تین سو پانچ ہزار سال قبل گذرا ہے لیکن یہ کون تھے اور ان کی حیثیت کیا تھی ابھی تک اس کا انکشاف نہیں ہوا ہے۔ چاندی سونے کے زیورات، خور و نوش میں کام آنے والے برتن، موسیقی کے مرصع آلات، بیل گاڑیاں وغیرہ جو ان کے قبروں سے برآمد ہوئیں اور جنہیں اُن کے اخلاف نے اس تمنا میں اُن کے ساتھ دفن کر دیا تھا کہ دوسری دنیا میں اُن کے کام آئیں گی اس امر کو ظاہر کر رہی ہیں کہ یہ مدفون لاشیں صاحب ثروت اور بڑی شان و شوکت والے بادشاہ کی ہوں گی۔ قبور کے طرز تعمیر اور اشیاء کی صنعت سے پتہ چلتا ہے کہ اُن کی رعایا میں

اچھی خاصی تہذیب پھیلی ہوئی تھی اور قیاس کیا جاتا ہے کہ یہ اشیاء ایسے زمانہ میں تیار ہوئی ہیں جو حضرت عیسیٰ سے پہلے ۳۵۰۰ اور ۳۰۰۰ سال کے مابین گزرا ہے یہ ایک مفروضہ عہد ہے اور اس کو حقیقت سے بہت کم تعلق ہے۔ اگر اس دوران میں کوئی تاریخی لوح میسر آجائے تو توقع کی جاتی ہے کہ اس کی وجہ سے اس کا زمانہ اور بھی طویل ثابت ہو جائیگا

سونا ر فضی اثرات سے ہمیشہ محفوظ رہتا ہے اس پر زنگ کا اثر نہیں ہوتا اور نہ مٹی کی شوریٹ اسے بد وضع کرتی ہے اس لئے اس پر جس قدر بھی طویل مدت گزرے اسکی رونق اور ساخت میں کوئی فرق نہیں آتا ہے یہ ہی سبب ہے کہ اُر کے قبور سے جو اشیاء برآمد ہوئی ہیں ان میں سونے کی چیزیں غیر معمولی تفوق رکھتی ہیں اور ان پر جو نقش و نگار بنے ہوئے ہیں باوجود اس قدر زمانہ گزرنے کے ان میں کسی قسم کا تغیر نہیں ہوا ہے اور وہ اس وقت اپنی اصلی حالت میں موجود ہیں۔

سال گذشتہ اخیر مہینہ میں اُر کی نمائش کا برٹش میوزیم میں افتتاح ہوا جس میں وہ تمام اشیاء جمع کی گئی تھیں جو اُر کے قبرستانوں سے برآمد ہوئی ہیں اسے رواں کے اوائل میں یہ اُ امریکہ میں بغرض نمائش بھیج دی گئی ہیں۔ جب یہاں کی نمائش ختم ہوگی تو بغداد میں ان کی نمائش کی جائے گی۔ اس کے بعد یہ ذخیرہ تقسیم کر دیا جائے گا۔ سب سے پہلے برٹش نمائندے اس سامان کو لے لیں گے جو بغداد میوزیم کے لئے ضروری ہے اس کے بعد بقیہ سامان برٹش میوزیم اور فیلاڈلفیا میوزیم میں بھیج دیا جائے گا۔ ان ذخیرہ میں جو چیزیں تحقیق طلب ہوں گی اور جن کے متعلق مزید معلومات حاصل ہونے کی توقع ہوگی انھیں برٹش میوزیم کے دار التحقیق میں رکھ دیا جائیگا تاکہ ماہران فن وقتاً فوقتاً انھیں اور جدید تلخچہ اخذ کرتے رہیں۔

گذشتہ موسم گرما میں مسٹر وولی WOOLEEY نے اسٹی کوئرن سوسائٹی کے ایک جلسہ میں ار کے بعض نادراشیا کو میمک لال ٹین کے ذریعہ مشاہدہ کرایا ہے ان میں بیلوں کے طلائی چہرے، مس کام دوک کے پیالے، ملکہ سو باد کے زیورات، چاندی کا سفینہ، مرصع گلونبہ، سنگ نورہ کا انکڑا جس پر سواری کا رتھ بنا ہوا ہے موبد کی تھیو ہاتھ میں گلہان لئے ہوئے قابل دید نظائے تھے۔

ہمارے مخدوم نواب عنایت جنگ بہادر جو حیدر آباد کے امرائے عظام سے ہیں عتبات عالیہ کی زیارت کے لئے حال میں عراق کی جانب روانہ ہوئے ہیں۔ موصوٹ یلیخ اور علوم آثار قدیمہ میں ید طولی رکھتے ہیں۔ عراق کے آثار و عتبات سے آپ کو عنایت درجہ دہی ہے اور آپ کا یہ انہماک مہارت فنی کے درجہ تک پہنچا ہوا ہے اس سے پہلے بھی آپ نے عراق کے تین سفر کئے ہیں اور ان کے دوران میں بابل، نینوی، مدائن وغیرہ کے آثار و اہنیہ کا بنظر غائر معائنہ کیا ہے۔ ار کے گذشتہ کھدائی بھی دیکھی ہے اور ان کے کارکنوں کو اپنے معلومات کی بناء پر بعض نکات کی جانب رہنمائی بھی فرمائی ہے نواب صاحب کے اس سفر کا منشا اگرچہ کہ سب سعادۂ ہے۔ لیکن ہمیں یقین ہے کہ آپ کا تاریخی اور اثری ذوق بھی اس دوران میں کار فرما رہے گا۔ چنانچہ ہماری استدعا پر نواب صاحب نے وعدہ فرمایا ہے کہ اگر موقع ملے تو آپ ار کی موجودہ حالت کا معائنہ فرمائیں گے۔ نواب صاحب کا قیام عراق میں تقریباً تین مہینے رہے گا اس اثناء میں بغداد کی نمائش کا بھی افتتاح ہو جائے گا اور اس میں جس قدر نادرا اور قابل دید اشیا ہوں گی ان کے فوٹو گراف بھی حاصل کرنے کی آپ کو شش فرمائیں گے۔

اگر کی حالیہ تحقیقات کی نسبت ہم ایک مبوط مقالہ دینیہ ناظرین کریں گے جو نہ صرف گراں قدر معلومات سے مملو رہے گا بلکہ توضیح و تشریح کے لئے اس کے ساتھ وہ تصاویر بھی شامل کر دی جائیں گی جنہیں موصوف بغداد کی نمائش سے حاصل فرمائیں گے۔

حکماء اور فلاسفہ کے احوال و اقوال کی نسبت مصنفین اسلام نے جو کتابیں لکھی ہیں اور ان میں صوان الحکمہ ایک ممتاز اور قدیم ترین کتاب ہے ابوسلیمان محمد بن طاہر بن بہرام السجری نے چوتھی صدی کے واسط میں اسے تصنیف کیا ہے۔ اس کے تقریباً سو سال بعد امام طہریز ابی الحسن علی بن ابوالقاسم زید البیہقی المتوفی ۵۶۵ھ نے اس کا تتمہ لکھا۔ اس تتمہ کا کسی نامعلوم الاسم شخص نے ابعد سلطان ابوسعید بہادر خاں فارسی میں ترجمہ کیا اور اس کا دیباچہ امیر رشید الدین فضل اللہ بھدانی کے نامور فرزند وزیر غیاث الدین کے نام پر لکھا اہل کتاب مدت ہوئی کہ ناپید ہو گئی ہے۔ اس کے انتخاب کے چند اوراق اس وقت ملتے ہیں جو لکھنؤ نوٹاویہ کی اورنٹیل ایکاڈمی کے کتب خانہ میں موجود ہے تتمہ اور اس کا ترجمہ یہ دونوں بھی اس وقت نایاب ہیں۔ ہمارے مکرّم پروفیسر محمد شفیع ایم اے پرنسپل اورنٹیل کالج لاہور نے بڑی کوشش کے بعد ان کا ایک ایک نسخہ برلن سے بھیجا لیا ہے۔ اور نہایت عرق ریزی کے ساتھ ان کی تصحیح و تحشی کر کے اورنٹیل مگزین میں قسط وار شائع کر رہے ہیں آئندہ دو قسطوں میں ترجمہ اور متن دونوں تمام ہو جائینگے اس کے بعد دیباچہ اور اسماء و اعلام کے فہرستوں کی اشاعت ہوگی۔

یہ تتمہ تراجم حکماء کی نسبت خاص اہمیت رکھتا ہے علامہ شمس الدین شہر زوری نے اپنی کتاب نہرۃ الارواح فی حدیقۃ الافراح کا اکثر مواد اسی سے حاصل کیا ہے۔ اس میں ان حکیموں مہندسوں اور طبیبوں کے احوال و اقوال مذکور ہیں جو عہد اسلام میں

گزرے ہیں یا جن کا تذکرہ بھری نے چھوڑ دیا یا اختصار کے ساتھ تحریر کیا ہے حکما اور فلاسفہ کے متعلق اسلامی تصنیفات سے اس وقت تک صرف ایک کتاب شائع ہوئی ہے جو قاضی اکرم وزیر جمال الدین فقط کی تاریخ الحکما کا انتخاب ہے۔ اس کا متن اور شہر زوری کی تصنیف دونوں نایاب اور عام دسترس سے باہر ہیں۔ اسی حالت میں اس ترجمہ اور اس کے متن کی اشاعت سے نہ صرف فارسی ادبیات میں ایک بیش قیمت کتاب کا اضافہ ہو رہا ہے بلکہ تراجم حکما کی نبت ایک بے نظیر تصنیف جو اس وقت تک پردہ خفا میں ستور تھی منظر عام پر آ رہی ہے۔

مغرب کے مشہور شرق شناس سر ایڈورڈ برون آنجہانی نے انتقال سے کچھ عرصہ پہلے تقریباً دو ہزار نوٹ اس غرض سے وقف کئے تھے کہ اسکی آمدنی سے عربی فارسی کی نادر و نایاب کتابیں شائع کی جائیں۔ چنانچہ اس فنڈ کی تنظیم کیلئے کیمبرج میں ایک بورڈ قائم ہوا۔ مسٹر اے۔ لیوی A. LEVY جو کیمبرج یونیورسٹی میں فارسی ادبیات کے لکچرار ہیں بورڈ کے سکریٹری مقرر ہوئے۔ ۱۹۲۷ء کے وسطی زمانہ سے اسکے کاروبار کا آغاز کیا گیا اور سب سے پہلے کتاب زمین الاخبار اشاعت کے لئے منتخب ہوئی جو گذشتہ سال برلن کے مطبع ایران شہر میں طبع ہو کر حال میں شائع ہوئی ہے اس کتاب کا ایک نسخہ نواب صدر یار جنگ بہادر مولانا حبیب الرحمن خاں صاحب شروانی کے الطاف کریمانی کی بدولت ہمیں بھی میر آیا ہے جسکے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اسے ہمارے مہربان ڈاکٹر محمد ظہیر ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی پروفیسر مسلم یونیورسٹی علیگڑھ نے زمانہ قیام انگلستان ایڈٹ کیا۔

یہ کتاب سلطان زین الدین عبدالرشید بن سعود بن محمود غزنوی کے عہد میں ۴۴۴ھ کے قریب تصنیف ہوئی ہے اس کے مصنف کا نام ابو سعید عبد الحمی

بن ضحاک بن محمود گریزی ہے مصنف کا حال کسی کتاب میں نہیں ملتا تاہم اس قدر ضرورت چلتا ہے کہ مشہور حکیم ابوریحان البیرونی کے ساتھ اس کے دوستانہ مراسم تھے۔ اور غزینہ کے دربار سے بھی تعلق و توسل تھا یہ کتاب شہنشاہ اکبر کے عہد تک گمنامی میں پڑی ہوئی تھی۔ بقول ایڈیٹر کے سب سے پہلے ملا نظام الدین احمد نجفی اور حکیم محمد قاسم فرشتہ نے طبقات اکبری اور تاریخ فرشتہ میں اس کا ذکر کیا جس کے باعث دنیا کو اس کے وجود کا علم ہوا۔

اس وقت تک دنیا میں اس کے صرف دو نسخے دریافت ہوئے ہیں۔ ایک کیمبرج کی کنگ کالج لائبریری میں دوسرا اکسفورڈ کی بوڈلین لائبریری میں ان دونوں کو باہم مقابلہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بوڈلین کا نسخہ کیمبرج والے نسخہ کی نقل ہے کیمبرج کا نسخہ بھی زیادہ قدیم نہیں ہے غالباً ۱۲۹۳ء میں یا اس سے کچھ عرصہ قبل مکتوب ہوا اور بغیر کسی تہید کے قبالے ایران کے حالات سے اسکی ابتدا ہوئی ہے۔ کیا نیوں اشکانیوں اور ساسانیوں کے احوال کے بعد کئی باب تلف ہو گئے ہیں پھر خلفائے اسلام اور امراء خراسان کا تذکرہ شروع ہو گیا۔ اس کے بعد ان سلاطین ایران کے حالات انڈو میں جو خلفائے بنی عباس کے زمانہ میں گزرے ہیں آخر کتاب میں یہودیوں عیسائیوں ہندوؤں اور ترکوں کے مراسم و معارف کا تذکرہ مرقوم ہے۔ موجودہ نسخہ میں صرف سلاطین ایران کے حالات چھاپے گئے ہیں باقی ابواب کو چھوڑ دیا گیا ہے۔ اسکی ابتدا امیر طاہر بن جہین ہوئی ہے خاتمہ مودود بن مسعود بن محمود غزنوی کے احوال پر ہوا ہے اس تقریب سے آل طاہر۔ آل صفار۔ آل ساماں اور آل ناصر کے اکیس بادشاہوں کا تفصیل تذکرہ اس میں آگیا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ اس کتاب کا بہترین حصہ یہی ہے اور اس ان واقعات کی بخوبی تصدیق و تکذیب ہوتی ہے جو مورخین مابعد نے تحریر کئے ہیں۔

دکن کی علمی ترقیاں

سلاطین قطب شاہیہ کے عہد میں

از حکیم شمس الدین قادری

نویں صدی کے خاتمہ پر کوہ بندھیا چل کے نیچے ایسے انقلابات پیش آئے کہ مسلمانان دکن کا پہلا دور ختم ہو کر ایک نیا دور شروع ہوا۔ بہمنیوں کی عظیم الشان سلطنت جو دودھیا تک شامان دہلی کی مد مقابل بنی ہوئی تھی تباہ ہو گئی اور اس کے بڑے بڑے سرداروں نے ملک کو آپس میں تقسیم کر لیا۔ جس کے باعث پانچ چھوٹی چھوٹی حکومتوں کا ظہور ہوا۔

۱۔	برار	میں	عماد شاہی سلطنت	۸۹۵ء	۱۹۸۲ء
۲۔	احمد نگر	میں	نظام شاہی سلطنت	۱۸۹۱ء	۱۹۲۲ء
۳۔	بیدر	میں	برید شاہی سلطنت	۸۹۵ء	۱۰۱۸ء
۴۔	بیجاپور	میں	عادل شاہی سلطنت	۸۹۵ء	۱۰۹۶ء
۵۔	گولکنڈہ	میں	قطب شاہی سلطنت	۹۲۴ء	۱۰۹۵ء

ان خاندانوں میں دو صدیوں تک حکومت رہی ہے۔ ان کی عملداری شمال میں بندھیا چل سے شروع ہوتی تھی۔ جنوب میں کرشنا کے نیچے دور تک جنوب کا بہت سا علاقہ ان کے قبضہ و تصرف میں تھا۔ مغرب و مشرق میں ہندوستان ان کے مقبوضات پھیلے ہوئے تھے

سلطان محمد قطب شاہ نے اپنے دست خاص سے سلطنت قطب شاہیہ کے بانی سلطان قلی قطب شاہ کا نسب نامہ اس طرح تحریر کیا ہے "سلطان قلی قطب الملک بن ادیس قلی بن پیر قلی بن الوند بیگ بن مرزا اسکندر بن قریوسف بن قری محمد ترکمان"۔

سلطان قطب شاہیہ کے
ابا و اجداد اور قلی
حکومت ایران کا
تذکرہ

قرامحمد ترکمانوں کے قبیلہ قراقویونلج کا سردار تھا۔ تیمور کے خروج سے مدت پہلے آرمینہ میں دریائے وان کے نیچے ترکمانوں کے دو قبیلے آباد تھے۔ ان کے پرچموں پر سیاہ و سفید میٹھوں کی تصویریں ہوا کرتی تھیں اس لئے ان کا نام قراقویونلج اور آق قویونلو مشہور ہو گیا تھا۔ پہلا قبیلہ قراقویونلو زیادہ طاقت ور اور با اثر تھا جس کے باعث اس کے سردار قرامحمد نے سلطان حسین جلایر سے رابطہ اتحاد قائم کر کے آرمینہ اور آذربائیجان میں اپنی حکومت قائم کر لی جس پر اس کی اولاد سترہ صد تک حکمران رہی۔ امیر تیمور نے یورش کر کے قرا یوسف (۷۸۹ھ) ۸۳۳ھ کے زمانہ میں تمام ملک فتح کر لیا۔ اور قرا یوسف فرار ہو کر مصر میں پناہ گیر ہوا۔ ۸۳۳ھ میں جب امیر تیمور کا انتقال ہوا تو قرا یوسف نے مصر سے مراجعت کی اور اپنی سابقہ حکومت قابض و متصرف ہو گیا۔ اس کے بعد قزوین، ہمدان اور اصفہان فتح کئے۔ ۸۳۵ھ میں سلطنت احمد جلایر کو مار کر بغداد پر قبضہ کر لیا۔

۸۳۳ھ میں قرا یوسف نے انتقال کیا اس کے بعد اس کا لڑکا مرزا اسکندر تخت پر ہوا۔ اس نے کم و بیش اٹھارہ سال حکومت کی اس کے بعد اس کا بھائی جہاں شاہ برسر حکومت بیٹھا۔ جہاں شاہ کو شاہ رخ بن تیمور نے تخت نشین کیا تھا اس لئے شاہ رخ جب تک زندہ رہا جہاں شاہ اس کا مطیع و فرماں بردار رہا۔ ۸۵۵ھ میں جب اس کا انتقال ہو گیا تو جہاں شاہ نے آزادی حاصل کر لی۔ اور شاہ رخ کی اولاد سے ملک کے لئے لڑائیاں شروع

۱۔ نواب سالار جنگ بہادر کے کتب خانہ میں قطب شاہی کتب خانہ کے کثیر اللفات کا ایک نسخہ موجود ہے اس کے سرورق پر محمد قطب شاہ نے اپنا شجرہ نسب اپنے ہاتھ سے تحریر کر دیا ہے۔
۲۔ ان قبائل کے حالات کتب ذیل میں ملاحظہ فرمائے۔ تکرر و تکرر الصفا نوشتہ رضا قلی خاں ۴۱۰ بیت۔
مراۃ العالم۔ حبیب الیر وغیرہ۔

کیں۔ اس پر آشوب زمانہ سے فائدہ اٹھا کر مرزا اسکندر کے فرزند مرزا الوند بیگ نے سیستان و کرمان پر قبضہ کر لیا۔ ۱۸۶۱ء میں جب مرزا بابا نے انتقال کیا تو ہرات پر جہاں شاہ کا قبضہ ہو گیا۔ اس فتح کے بعد آذربائیجان سے خراسان تک تمام ملک جہاں شاہ کے قبضہ میں آ گیا۔ اسی زمانہ میں جہاں شاہ نے اپنے لڑکے مرزا یوسف کی دختر خدیجہ بیگم کا عقد مرزا الوند کے لڑکے پیر قلی سے کر دیا اور اس قرابت کے بعد کرمان و سیستان کے عوض ہرات کا علاقہ مرزا الوند کو دیکر اسے اپنا مطیع بنایا۔

نویں صدی کے اوایل ایام میں قبیلہ آق قویونلوں نے عروج پکڑنا شروع کیا اور دیارِ کرمان میں اپنی چھوٹی سی حکومت قائم کر لی۔ اس قوم کے سردار حسن بیگ نے ۱۸۶۱ء میں غمان چکوت اپنے ہاتھ میں لی تو اس کے مقبوضات میں روز افزوں وسعت ہونے لگی۔ جہاں شاہ نے اسکے استیصال کی بہت کوشش کی۔ لیکن کامیابی نہیں ہوئی۔ حسن بیگ نے سوشہ ہجری میں جہاں شاہ کو مار ڈالا جس کی وجہ سے ملک آق قویونلوں کے تصرف میں آ گیا اور قرا قویونلوں قبیلہ کی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔

ہمدان میں الوند مرزا کے بعد پیر قلی اور پیر قلی کے بعد اس کا لڑکا اولیس قلی یکے بعد دیگرے برسر حکومت ہوئے۔ حسن بیگ نے اگرچہ قرا قویونلوں کو شہزادوں کا استیصال کر دیا۔ لیکن پیر قلی اور اس کی اولاد سے کسی قسم کا تعرض نہ کیا اور یہ لوگ بلا تکلف ہمدان میں حکومت کرتے رہے۔ حسن بیگ کے بعد سلطان یعقوب بیگ برسر حکومت ہوا تو اس نے قرا قویونلوں کو شہزادوں کی تقیض شروع کی۔ اور انھیں چن چن کر قتل کرنا شروع کیا۔ اولیس قلی نے جب یہ حال دیکھا تو اپنے لڑکے سلطان قلی کو اپنے بھائی اللہ قلی کے ہمراہ ہندوستان بھیج دیا تاکہ دشمن کی شمشیر سے محفوظ رہے۔

اللہ قلی اپنے بھتیجے سلطان قلی کو لیکر بحر فارس سے ہوتا ہوا دابل کی راہ سے سلطان قلی کا دکن میں آنا اور سلطنتِ قلی شاہی کا قیام کرنا۔

کے ساتھ غرت و احترام سے پیش آیا اور وہ کچھ عرصہ تک بیدار میں رہنے کے بعد ایران کو واپس چلا گیا۔ لیکن محمود شاہ نے سلطان قلی کو واپس جانے نہ دیا اور اسے شاہی چلیوں میں شامل کر کے اپنے یہاں رکھ لیا۔ سلطان قلی بہت جلد بادشاہ کا منظور نظر ہو گیا۔ اور بادشاہ نے اسے میں اسے قطب الملک کا خطاب دیکر ملنگکانہ کا طرف دار بنادیا۔ سلطان قلی چوبیس سال تک صوبہ دار کی حیثیت سے ملنگکانہ میں حکومت کرتا رہا۔ ۹۲۲ء میں جب محمود شاہ بھمنی کا انتقال ہو گیا اور سلطنت بھمنیہ مختلف سرداروں میں منقسم ہو کر تباہ ہو گئی تو سلطان قلی نے بھی آزادی حاصل کر لی اور قطب شاہ کا لقب اختیار کر کے گولکنڈہ کو اپنا مستقر حکومت قرار دیا۔

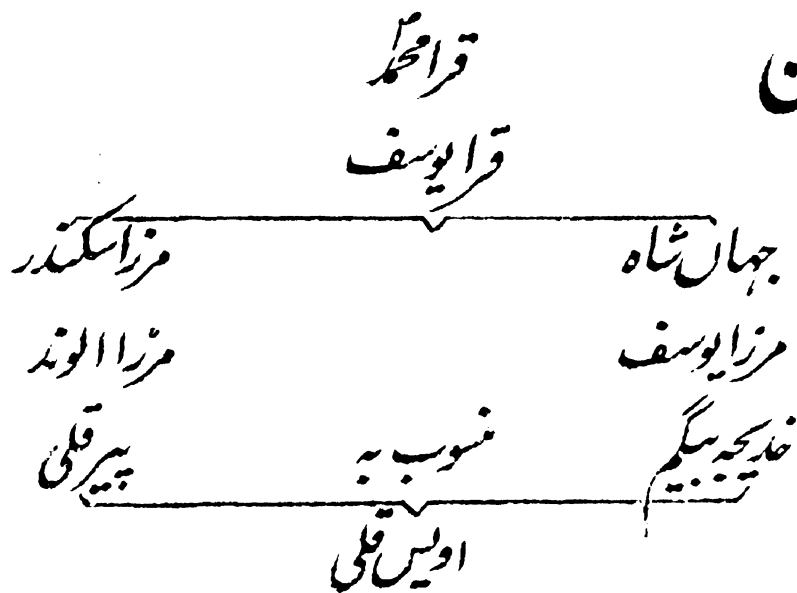
سلطان قلی کے بعد یکے بعد دیگرے آٹھ بادشاہ برسر حکومت ہوئے اور اس خاندان میں کم و بیش دو سو سال حکومت قائم رہی۔ ۹۵۰ء میں اورنگ زیب عالمگیر نے حیدر آباد فتح کر لیا تو قطب شاہی سلطنت کا خاتمہ ہو گیا۔

سلاطین قطب شاہیہ

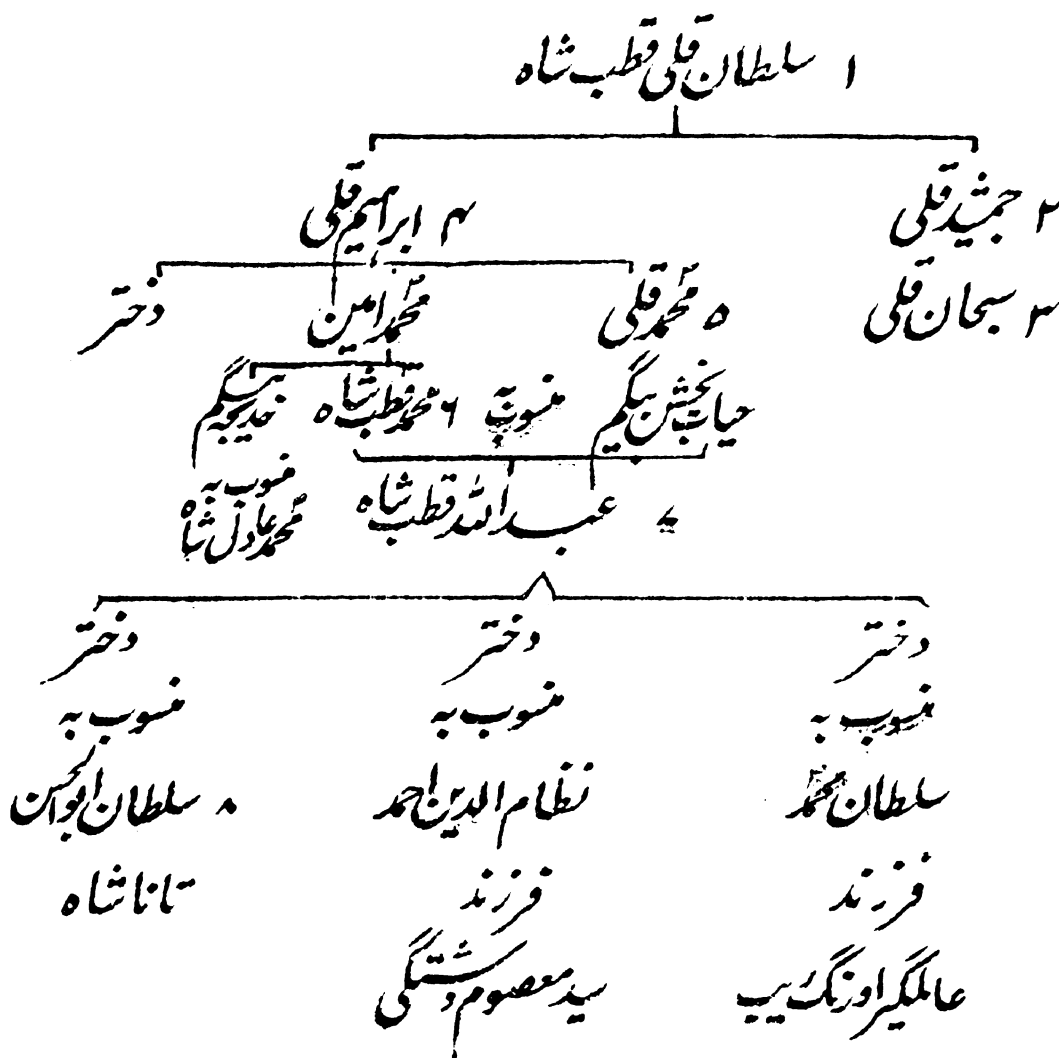
ولادت	جلوس	وفات
۱ سلطان قلی قطب شاہ	۹۲۲ء	۲۱ جمادی الثانی ۹۵۰ء ۲ ستمبر ۱۵۴۳ء
۲ جمشید قلی	۹۵۰ء ۱۵۴۳ء	۵۰ ۱۵۵۰ء
۳ سبحان قلی	۹۵۰ء ۱۵۵۰ء	
۴ ابراہیم قلی	۹۵۰ء ۱۵۵۰ء	۲۱ رجب الثانی ۹۸۸ء ۵ جون ۱۵۸۰ء
۵ محمد قلی	۹۵۰ء ۱۵۵۰ء	۱۴ رمضان ۹۹۳ء ۵ اپریل ۱۵۹۳ء
۶ محمد قطب شاہ	۹۵۰ء ۱۵۵۰ء	۲۳ رجب ۱۰۰۰ء ۱۵ اپریل ۱۵۹۳ء
۷ عبداللہ قطب شاہ	۹۵۰ء ۱۵۵۰ء	۲۰ شوال ۱۰۰۰ء ۱۵ نومبر ۱۵۹۳ء
۸ ابوالحسن تاناشاہ	۹۵۰ء ۱۵۵۰ء	۲۰ شوال ۱۰۰۰ء ۱۵ نومبر ۱۵۹۳ء

شجره نسب

سلاطین ایران



سلاطین گویکند



دسویں صدی کے اوائل میں جبکہ قطب شاہی خاندان کا ظہور ہوا ہے۔ ہندوستان میں دہلی کی عظیم الشان سلطنت کا شیرازہ بکھر گیا تھا۔ مختلف صوبے مختلف حکمران خاندانوں میں تقسیم ہو گئے تھے۔ بنگالہ۔ کشمیر۔ مالوہ۔ گجرات وغیرہ مقامات میں خود مختار حکومتیں قائم تھیں۔ دکن میں بہمنیوں کے جانشین عماد شاہ۔ برید شاہ نظام شاہ۔ عادل شاہ آزادی کے ساتھ حکومت کر رہے تھے اور اس طوائف الملوک نے ملک میں متعدد مرکز قائم کر لئے تھے۔ عالی شان محلات۔ دربار کی زیب و زینت کے ساز و سامان۔ شانہ تزک و احتشام کے لوازم، انتظام مملکت کے لئے محکمے۔ حفاظت و مدافعت کے لئے بڑی بڑی فوجیں، ہر مرکز کے لئے لازمی تھیں۔ انہی کثرت و فراوانی کے لئے ہر حکمران غانت درجہ کو شان رہا کرتا تھا تاکہ اس کا جاہ و جلال معاصرین پر سبقت لیجائے۔ ان کوششوں کے باعث ملک کے تمدن و تہذیب میں ایک تازہ روح پیدا ہو گئی اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مال و دولت شان و شوکت صنعت و تجارت اور علم و ادب کو ملک میں اس سرے سے اس سرے تک کمال عروج حاصل ہو گیا۔

دکن کے ملوک الطوائف میں عادل شاہ۔ اور قطب شاہ علم و ادب کی سرپرستی کے لئے خاص شہرت رکھتے تھے ان کی دولت مندی اور شان و شوکت بھی دوسروں سے بڑھی ہوئی تھی لیکن بعض وجوہات سے سلاطین قطب شاہیہ کو تفوق حاصل تھا ان کا آبائی وطن ایران تھا شاہان صفویہ کی طرح مذہب الہیہ کے پابند اور علما و فضلا کے بڑے قدردان تھے۔ شعر و شاعری سے بھی ان کو دلچسپی تھی۔ اکثر بادشاہ خود بھی شاعر تھے اور شعر خوب کہا کرتے تھے۔

دکن کے مراکز
حکومت اور
انہی تمدنی حیات

سلاطین قطب شاہیہ
کی خصوصیات

ان اباب نے قطب شاہی دربار کو اباب کمال کا مرکز و مادہ بنا دیا تھا۔ علما شیعہ کی جماعت کثیر ایران اور عراق سے اگر حیدر آباد میں جمع ہو گئی تھی۔ ایرانی شعر کا بھی کافی مجمع تھا اور اس کی وجہ سے تلمنکانہ ایران کا نمونہ بن گیا تھا۔

شاہیوں کے
ہند میں تنگنا
ایران کا
نمونہ بن گیا
تھا

اور اس کے دار الحکومت حیدرآباد کی وہی کیفیت تھی۔ جو صفویوں کی وجہ سے
اصفہان میں پیدا ہو گئی تھی۔ مشہور شاعر مومن استرآبادی بے جو قصاید سلطان
محمد قطب شاہ کی مدح میں لکھے ہیں ان میں انھوں نے بھی اس کا اعتراف کیا،
یادگار جد و عم سلطان محمد قطب شاہ لنگہ ہندوستان رفیفش گشت ایران نوی
سرمد خاک تلنگانہ ز فرخ پائے تو لے فدائے خاک پاکت ہر زمان جان نوی
گر صفا ہاں نوشد از شاہ جہاں عباس شاہ حیدرآباد از تو شد شاہ صفا ہاں نوی

سلاطین قطب شاہیہ نے شاہان صفویہ کے ساتھ ابتدائی زمانہ سے ربط و
ضبط پیدا کر لیا تھا ایرانی سفر کی گو لکندہ میں اور قطب شاہی سفر کی ایران میں
ہمیشہ آمد و رفت رہا کرتی تھی۔ تحفے تحایف اور رسل و ریال کے بھیجنے کا سلسلہ
عبدان قطب شاہ کے اخیر زمانہ تک دونوں طرف سے برابر جاری تھا۔ شاہان
صفویہ اپنے مکاتیب میں سلاطین قطب شاہیہ کو ”سلطان“ کے لقب سے مخاطب
کیا کرتے تھے چنانچہ شاہ عباس ماضی کے سفیر انغرلو سلطان نے جو مکتوب لایا تھا اس
میں محمد قلی کو سلطان محمد قلی قطب شاہ کے لقب سے شاہ عباس نے یاد کیا ہے
اور ایسا ہی لقب محمد قطب شاہ کے لئے اس مکتوب میں استعمال ہوا ہے۔ جو
محمد قلی قطب شاہ کی وفات کے بعد تغزیت و تہنیت کی غرض سے شاہ عباس
نے حسین قہجی کے ہاتھ کو لکندہ بھیجا تھا اس مکتوب کا عنوان اس طرح شروع ہوا

عالی حضرت سلطنت و معدلت پناہ شوکت و عظمت دستگاہ

ابہت و جلالت انتباہ جالس سریر سلطنت و کام گاری

شایہ سند سروری و جہان داری، المخصوص بنایت ملک الالہ

انظام السلطنۃ و الایالت و الشوکت و العظمت و الابہت

و النصف العز و الاجلال سلطان محمد قطب شاہ

سلاطین قطب شاہیہ کا دار الحکومت ابتدائی زمانہ میں گولکنڈہ تھا۔ دربار غلیہ
 وقیع نگاروں کا بیان ہے کہ اس کو ازمنہ سابقہ میں بالکل کہا کرتے تھے اور یہاں
 ایک ہندو راجہ دیورائے کی حکومت تھی بعد میں راجگان ورنگل اس مقام پر
 قابض ہو گئے۔ ۱۶۴۲ء میں ورنگل کے راجہ ننگ دیو اور سلطان محمد شاہ بہمنی
 کے مابین لڑائی ہوئی تو اس معرکہ میں یہ مقام سلاطین کے قبضہ میں آ گیا۔ اس زمانہ سے
 ورنگل کے راجاؤں نے اسے سلطنت بہمنیہ کی سرحد قرار دیا۔ سلطان محمد شاہ بہمنی نے
 ۱۶۵۰ء میں سلطان قلی کو قطب الملک کا خطاب دیکر تانگانہ کا طرفدار مقرر کیا تو
 اُس نے گولکنڈہ کو اپنا صدر مقام بنایا۔ ۱۶۵۲ء میں جب اُس نے آزادی حاصل کی تو
 اسی مقام کو اپنا دار السلطنت قرار دیکر محمد نگر اس کا نام رکھا۔ جو سلطان محمد قلی قطب شاہ
 کے زمانہ تک سلاطین قطب شاہیہ کا دار الحکومت رہا۔

سلاطین
 قطب شاہیہ
 کے مرکز
 حکومت

سلطان محمد قلی نے جلوس کے دسویں سال ۱۶۹۵ء میں گولکنڈہ سے جانب مشرق
 حیدرآباد کے فاصلہ پر ایک جدید شہر کی بنیاد ڈالی اور اسے حیدر آباد کے نام سے نام زد
 کر کے اپنا دار الحکومت قرار دیا۔ ایک ہندو طوائف جس کا نام بھاگ متی تھا محمد قلی
 کی معشوقہ تھی یہ بڑی شان و شوکت اور طمطراق کی عورت تھی امرائے کبار کے مساوی
 اس کا رتبہ تھا جب اسکی سواری نکلتی تو ہزار سوار اس کے جلوہ میں چلا کرتے تھے بادشاہ
 نے اسے حیدر محل کا خطاب دے رکھا تھا۔ جدید شہر چونکہ اسی کی تحریک سے آباد ہوا
 تھا اس لئے بادشاہ نے اسی کے نام پر اس کا نام حیدر آباد رکھ دیا لیکن عوام میں یہ
 عورت اپنے اصلی نام بھاگ متی سے مشہور تھی اس لئے شہر بھی اسی نام سے منسوب ہو کر
 بھاگ نگر مشہور ہو گیا اور غلیہ عکداری تک اس کا اصلی نام عام طور پر شہرت نہ پاسکا۔

حیدرآباد

۱۷۰۱ء اثر عالم گیری ص ۱۲۱ ۱۷۰۲ء تاریخ فرشتہ ج اول ص ۱۲۱ ۱۷۰۳ء حقیقۃ العالم ج اول ص ۱۲۱

۱۷۰۴ء حقیقۃ العالم ج اول ص ۱۲۱ ۱۷۰۵ء تاریخ قطب شاہی سلسلہ تاریخ فرشتہ ج دوم ص ۱۲۱

حیدر آباد کی آبادی کے سترہ سال بعد مورخ محمد قاسم فرشتہ نے اپنی تاریخ لکھی ہے
اس میں ایک موقع پر اس کا ذکر اس طرح تحریر کیا ہے:-

حیدر آباد کی وسعت
اور خوبصورتی
کی نسبت مورخ
فرشتہ کا بیان

در اں ایام از زبونی آب و ہوائے گلکنڈہ خلایق متنفر و پراندہ بودند
قطب شاہ در چہار کردہ بلدہ مذکور شہرے کہ در تمامی ہندوستان
شرقا غربا جنوبا شمالا مثل آں در لطافت و صفا ہرگز یافت نمی شود بنافذ
دارالملک خود ساختہ موسوم بہ بھاگ نگر گردانیدہ و در آخر ازاں نام شہاں
گشتہ موسوم بہ حیدر آباد ساختہ لیکن در میان خلایق مشہور بہ بھاگ نگر
ست نہ حیدر آباد و دورا و قریب پنج کردہ ست بازار با مختلف سائر بلاد
ہندوستان بطرح واقع شدہ در فائت و سعت و صفا بخلاف آب
و ہوا تندرست دارد و با مسافر و مجاور دم در موافقت و سازگاری نمی
و اکثر بازار ہائے اواز و دھڑل ہائے آب رواں ست و در کنار
جلد و لہا در خان سایہ دار نشاندہ و دکا کین را در کمال مطلوبی از نشاندہ
گچ ساختہ اند۔ منازل بادشاہی بیوعی ساختہ و پرداختہ شدہ است کہ
مسافران اقبالیم سبعہ قرین آں در ہیج ملک نشان نمی دہند

اس زمانہ میں حیدر آباد ہندوستان کے ممتاز ترین شہروں میں شمار ہوتا تھا۔ قطب شاہی عہد
اور اس کی آبادی چاروں طرف دس دس کوس تک پھیلی ہوئی ہے۔ عبداللہ قطب شاہ
کے زمانہ میں دو فرانسیسی سیاح تھیونو اور ریٹورینر حیدر آباد میں آئے ہوئے تھے انکی
تحریرات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں کے باشندوں میں ہندوستانیوں کی تعداد زیادہ
تھی ان کے بعد ایرانی مغل اور تاملی تھے تھوڑی سی تعداد جیشوں آرمینیوں
اور بابل یورپ کی بھی تھی خاص حیدر آباد میں چالیس ہزار سوار اور ایک لاکھ سپاہی
شاہی لشکر کے رہا کرتے تھے۔ قریب قریب اسی قدر تعداد اہل ہنر اور دستکار لوگوں

کی تھی ان کے علاوہ امر او علما اور ان کے خدام اور دیگر خوش باش باشندے تھے۔
 حیدر آباد کی تجارت حیدر آباد تمام دکن کا تجارتی مرکز تھا یہاں اطراف عالم کے تجارتی آگیا کرتے تھے
 سلطان عبداللہ کی اجازت سے ڈچوں نے بھی حیدر آباد میں ایک تجارتی کمپنی قائم کی
 تھی جس میں موسلی سٹیم کے رستے سے بیرونی اشیاء آتے تھے اور یہاں سے چھنیٹ وغیرہ
 کپڑا باہر جایا کرتا تھا۔

ہیروں کی تہذیب کی تجارت نے حیدر آباد کو ساری دنیا میں مشہور کر دیا تھا۔ اور یہاں کی
 کانوں سے ہیروں کی اس قدر کثیر مقدار برآمد ہو کر تھی کہ بہ قول پرتگالی مستیاح
 گارشیادی آرٹا کے حیدر آباد کا ملک اس وقت یورپ میں ہیروں کی
 سبز زمین کہلاتا تھا۔

سلطان قلی قطب شاہ ۱۵۴۲ء تا ۱۵۶۵ء

سلطان قلی قطب شاہ بڑا ہی عابد اور ذی علم بادشاہ گزرا ہے اس کو یاق
 اثر و جان و باق میں خاص مہارت تھی۔ اسی وجہ سے سلطان محمود شاہ بہمنی کا منظر نظر ہو گیا تھا۔
 دکن کے ملوک الطوائف کو اہل دکن "ملک کہا کرتے تھے۔ سلطان قلی کی
 حیثیت ان میں سب سے بلند تھی اس لئے اس کا لقب بڑا ملک مشہور ہو گیا تھا۔ چنانچہ
 اس کی قبر پر تاریخ و ناس کا جو کتبہ کندہ ہے اس میں بھی یہ لقب درج ہے۔
 سلطان قلی شیعہ تھا اس کے آباؤ اجداد بھی اسی مذہب کے پابند تھے اسکو
 جب تانگانہ کی حکومت مل گئی تو اپنے علاقہ میں مذہب شیعہ کی اشاعت کا آغاز کیا۔
 اور گولکنڈہ کی جامع مسجد میں ایہ اثنا عشر علیہم السلام کے نام سے خطبہ پڑھوایا۔ شاہ

اسمعیل صفوی کو اپنا مرشد زادہ سمجھتا تھا اسی لئے اس کا نام اپنے نام سے پہلے خطبہ میں داخل کیا۔

سلطان قلی کا زیادہ وقت عبادت اور تلاوت کلام الہی میں صرف ہوا کرتا تھا قلعہ کے دامن میں اس نے ایک مسجد ۹۲۴ھ میں تعمیر کرائی تھی اسے مسجد صفیہ کے نام سے موسوم کیا تھا اور پانچ وقت اسی میں نماز پڑھا کرتا تھا۔ ۹۲۷ھ جادی الثانی ۹۲۷ھ کو عصر کے وقت اسی مسجد میں بحالت نماز میر محمود ہمدانی نے نہایت سفاکی کے ساتھ اس نیک دل بادشاہ کو شہید کر دیا۔ اس وقت اس کی عمر ننانوے سال کی تھی۔

علماء اور سادات اس کی مجلس میں روزانہ جمع ہوا کرتے تھے بلا حسین الطوسی جو صدر جہاں طوسی مشہور عالم ہے اس کے دربار کا صدر جہاں تھا دکن میں اس وقت قاضی القضاۃ کو صدر جہاں کہا کرتے تھے اور اس کے ذمہ فصل خصوصیات کے تمام شعبے ہوا کرتے تھے صدر جہاں کو سلطان قلی کی حضوریں بیدار سوخ حال تھا اور بادشاہ اپنی زندگی کے گذشتہ واقعات اکثر اوقات اس سے بیان کیا کرتا تھا۔ صدر جہاں نے جو واقعات سلطان قلی کی زبانی سنے تھے۔ انھیں تفصیل کے ساتھ اپنی کتاب مرغوب القلوب میں تحریر کیا ہے یہ کتاب اگرچہ کہ اس وقت ناپید ہو گئی ہے لیکن سلطان محمد قطب شاہ کے حکم سے جو تاریخ لکھی گئی ہے اس میں اس کا اقتباس منقول ہے۔

جمشید قلی قطب شاہ ۹۵۷-۹۵۸ھ

سلطان قلی کا جانشین جمشید قلی شعر و سخن کا بڑا دلدادہ تھا اس کے دربار میں جمشید قلی کی شاہی ایران کے اکثر شعرا جمع تھے ملا محمد شریف کو اس نے دربار کا مالک الشعراء مقرر کیا تھا۔

بادشاہ خود بھی شعر خوب کہا کرتا تھا جمشید اس کا تخلص تھا تیاج قطب شاہی میں اس کے
 بہت سے اشعار منقول ہیں۔ جن سے انتخاب کر کے چند اشعار ہم ذیل میں درج کرتے ہیں
 جمشید کے اشعار
 بی لب لعل بتاں بادہ حرام ست مرا
 لب میگوں بنا چوں سر جام ست مرا
 با سر زلف تو سوداے سیما ہی دارم
 ایں چہ سودا ست کہ بازلف چو شام ست مرا
 بر سر کا کل تو مرغ و لم بند شدہ است
 خال تو دانہ و آں زلف چو دام ست مرا
 ہر زماں انپئی دیدار تو ایم بدرست
 بر سر کوئی بلے تو مقام ست مرا
 ترک ایں کار نخواہم من بیدل کرنا
 من کہ جمشیدم و ایں کار تمام ست مرا

آں پر پروے بہ بیند چہاں می آید
 دل ز من بردہ کنوں از پئے جاں می آید
 جاں بہ سوداے تو دادیم کہ سوئے بہرم
 ایں چہ سودا ست کہ و ایم بزباں می آید
 زباں سبب آرزوی سوختن شمع شد
 کہ چو من شعلہ آہش بزباں می آید
 چو بہ بیند بتاں از سرنازم گویند
 عاشق دل شدہ جمشید جہاں می آید

یار جفاے جز تو نگاری نمی کشم
 غیر از جفا و جور تو یاری نمی کشم

ابراہیم قطب شاہ (۱۵۹۷ء - ۱۶۰۷ء)

جمشید قلی کے بعد اس کا خوردا سال لڑکا سبھاں قلی تخت نشین ہوا لیکن ابراہیم
 نے اسے مغرول کر کے تخت پر اپنا قبضہ کر لیا۔ اور اکتیس سال نہایت کامیابی اور کامرانی
 کے ساتھ حکومت کی۔ بڑا ہوشیار مدبر اور سختی بادشاہ ہوا ہے۔ غیر مالک کے تاجر اس
 کی یہاں تحفے تحایف پیش کرتے تو انھیں قیمت سے بہت زیادہ انعام ملا کرتا تھا جس کے
 ابراہیم قطب شاہ
 کے اثر و کار

باعث مختلف ممالک کے بہتر سے بہتر اور نفیس سے نفیس اشیاء اس کے یہاں روزانہ آیا کرتی تھیں۔ اس کی سخاوت و فیاضی کا یہ عالم تھا کہ جب تخت نشین ہوا تو بارہ ہزار ہون طلائی فقرا اور مساکین کو تقسیم کئے۔ اس کے مبلغ میں روزانہ انواع و اقسام کی نعمتیں کمپتیں اور صبح سے شام تک شاہی دسترخوان پر امیر و غریب سب کھایا کرتے تھے۔ اس کے زمانہ میں رعایا کو ہر طرح کا امن و امان تھا چوراہوں پر رہزن ملک سے لگے یہاں نا معدوم ہو گئے تھے ایک شخص مال و دولت لیکر گولکنڈہ سے بنگالہ یا بیجاپور اور احمد نگر تک بدرقہ اور قافلہ کے بغیر چلا جاتا تھا اور راستہ میں کوئی تعرض نہیں کرتا تھا۔

اس میں مذہبی اور قومی تعصب مطلق نہ تھا۔ ہندو اور مسلمان دونوں اس کے مذہبی رواداری یہاں مساوی تھے اس نے رائے راوانام ایک برہمن کو سلطنت کا وکیل مطلق مقرر کیا تھا۔ سلطنت کا سب سے بڑا عہدہ تھا۔ شریف الملک۔ غریز الملک برلاس خاں اور افضل خاں جو سلطنت کے پہ سالار تھے اُس کے ماتحت تھے بادشاہ نے خود رائے راؤ کے رکاب میں دس ہزار پیادے اور ایک ہزار چیمپنی تعینات کئے تھے جب اسکی سواری نکلتی تو ساتھ نوبت و نقارہ اور ماہی مراتب رٹا کرتا تھا۔ پوجہ پات کے لئے پاویر مشک و عنبر، دامن صندل اور گہنی ہزار برگ پان بادشاہ کی طرف سے روزانہ ملا کرتے تھے۔ رائے راؤ بادشاہ کی حضور میں ہر وقت باریاب رہا کرتا تھا۔ قلعہ سے باہر آنے جانے کی اس کو بہت کم فرصت ملا کرتی تھی اس لئے اس نے قلعہ میں محلات شاہی کے قریب پریش کے لئے ایک دیول بنا لیا تھا جو بالاحصار کے نیچے مسجد کے پہلو میں واقع ہے اور اس کی سالانہ جاترا اب تک ہوا کرتی ہے۔ اس واقعہ سے مسلمان بادشاہوں کی بے تعصبی اور مذہبی رواداری کا پتہ چلتا ہے۔

ابراہیم قطب شاہ
 ابراہیم نے کارہائے خیر کے بے شمار عمارات بنوائے تھے۔ شاہ گساجد۔ مدارس اور
 کے کارکنے غیر غائب ہیں جن کی تعداد پانچ سو سے متجاوز تھی۔ حسین ساگر اور ابراہیم ٹن کے تالاب
 بدوئی کا کتبہ۔ دروازہ امام کا سنگر خانہ جس میں روزانہ بارہ ہزار آدمیوں کو
 دو وقت کھانا کھلایا جاتا تھا۔

ابراہیم کے کئی فرزند تھے اور وہ سب علم و فضل سے آراستہ تھے۔
 (۱) عبدالقادر ابراہیم نے مشہور بزرگ سید محمد گیسو دراز کے خاندان میں ایک لڑکی سے عقد
 کیا تھا اس کے بطن سے یہ لڑکا تولد ہوا اور اسی وجہ سے شاہ صاحب کہلاتا تھا
 اس کو خوش نویسی اور حسن خط میں کمال حاصل تھا۔

(۲) مرزا حسین قلی۔ اس کو علوم معقول اور منطوق و فلسفہ میں کمال حاصل تھا۔ محمد قلی
 قطب شاہ کے زمانہ میں تالاب نام ملی میں شاعری کرتا ہوا ڈوب کر مر گیا۔ یہ
 واقعہ محرم ۹۹۲ء کا ہے۔

(۳) محمد قلی۔ جو باپ کے بعد سر حکومت ہوا اس کا تذکرہ آئندہ آئے گا۔
 (۴) عبد الفتاح۔ علم تجوید میں اپنا نظیر نہ رکھتا تھا۔ شہداء میں ببارضہ صرع
 اس کا انتقال ہو گیا۔

(۵) محمد خدا بندہ۔ محمد قلی کا حقیقی بھائی تھا۔ شہداء میں اس نے بھائی کے خلاف
 بغاوت کی جس کے باعث گو لگنڈہ میں محبوس کر دیا گیا اور محرم ۱۰۰۰ء میں
 انتقال کیا۔

(۶) محمد امین۔ یہ سب سے چھوٹا لڑکا تھا اس کے ساتھ ابراہیم کو بے محبت تھی
 اس کی رنجش میں بادشاہ نے دو لاکھ ہون صرف کئے تھے۔ ۱۰۰۰ شعبان ۱۰۰۰ء
 کو اس کا انتقال ہوا ہے۔ اس کا عہد میر مقصود علی کی دختر خانم آغا سے

ہوا تھا۔ یہ بزرگ سادات طباطبایا سے تھے۔ چوبیس ولسوں سے ان کا نسب
امام موسی کاظم علیہ السلام تک پہنچا تھا۔ خانم آغا کے بطن سے دو اولاد تولد
ہوئے۔ ایک لڑکا امیر محمد جو سلطان محمد قلی کے بعد برسر حکومت ہوا دوسری
لڑکی جس کا نام خدیجہ شہر بانو بیگم تھا اور اس کی شادی محمد عادل شاہ کے
ساتھ ہوئی تھی۔

ابراہیم قطب شاہ کے ساتھ سفر و حضر میں ہر وقت ارباب فضل و مہنر رہا کرتے
تھے اور اسکی مجلس ہمایوں میں مختلف علوم و فنون کے مسائل مہم پر بحثیں ہوا کرتی تھیں
اس کو تاریخ سے خاص دلچسپی تھی اور شاہان سلف کے واقعات و غبت کے ساتھ
کرتا تھا۔ اور اپنے شوق کو پورا کرنے کی خاطر اس نے تاریخ میں دو ضخیم ضخیم کتابیں لکھوائی
تھیں ان کے مصنف خورشاد اور محمد شریف تھے۔

خورشاد بن قباد آئینی عراق کا باشندہ تھا شاہ طاہر کے باعث دکن میں جب
شیعہ مذہب کی اشاعت ہوئی اور برہان نظام شاہ اور اس کی اولاد نے شیعہ مذہب
کو قبول کر لیا تو شیعہ مذہب کے علماء کا برعراق خراسان اور فارس سے آکر احمد نگر
میں آباد ہو گئے ان نوواردوں میں خورشاد بھی شامل تھا۔

ایران میں شاہ اسماعیل صفوی کے بعد شاہ طہماسپ صفوی برسر حکومت ہوا
اور اسے اطلاع ملی کہ نظام شاہ نے مذہب شیعہ قبول کر لیا ہے تو بے حد خوشی ہوئی
اور اس نے مبارک باد دیے کے لئے اپنے سفیر آقا سلیمان طہرانی کو گراں قیمت ہلال
کے ساتھ احمد نگر بھیجا اس سفارت کے جواب میں نظام شاہ کی طرف سے خورشاد
اور شاہ طاہر کی جانب سے ان کے فرزند شاہ حیدر شاہ کیس ایران کی سمت
روانہ ہوئے یہ جماعت رجب ۹۵۹ھ کو رے میں پہنچی اس کے ایک ماہ بعد

قزوین میں شاہ طہماسپ سے خورشاہ نے ملاقات کی اور نظام شاہ کے تحفہ جنگی قیمت ہزار تومان تھی بادشاہ کی خدمت میں پیش کئے اس کے بعد تقریباً دیرہ سال تک دربار میں ٹھہرا رہا۔ اور جب بادشاہ گرجستان اور شیروان کے محاصرے میں مصروف ہوا تو ہندوستان کی جانب اس نے مراجعت کی اور احمد نگر کوڈا چلا آیا۔ ۱۵۹۵ء میں جب شاہ طاہر کا انتقال ہو گیا تو خورشاہ نے احمد نگر کی سکونت چھوڑ دی اور وہاں سے گولکنڈہ میں آکر قطب شاہ کا متوسل ہو گیا۔

ابراہیم قطب شاہ نے جب دیکھا کہ نظام شاہ نے شاہان صفویہ کے ساتھ تعلقات قائم کر لئے ہیں تو اس نے بھی شاہ طہماسپ کے یہاں ایک سفارت بھیجی اور خورشاہ کو اس کے ہمراہ کر دیا۔ اس کے جواب میں شاہ طہماسپ کا سفیر قبا بیگ قورچی ۱۵۹۶ء کے اوائل میں قطب شاہ کے دربار میں آیا۔ اس کے ساتھ خورشاہ بھی واپس چلا آیا۔ اور اس کے قریباً دیرہ سال بعد ۱۶۰۲ء قعدہ ۹۴۲ھ کو بمقام گولکنڈہ اس کا انتقال ہو گیا۔

خورشاہ نے قیام گولکنڈہ کے زمانہ میں تاریخ کی ایک بڑی کتاب لکھی ہے جس میں خورشاہ کی تاریخ عالم ابتدائے آفرینش عالم و آدم سے لے کر ۱۵۹۵ء تک ایران و ہندوستان کے حالات تفصیل کے ساتھ ابرج کئے ہیں۔ اس کے ماخذات کی تفصیل یہ ہے۔
تاریخ طبری۔ جامع الحکایات۔ روضۃ الشہداء۔ عمدۃ الطالب فیصول
بحر المناقب۔ کشف الغمہ۔ تاریخ گزینہ۔ کتاب المعجم۔ تفسیر شہبانی۔
تفسیر کاشفی۔ تفسیر ثعلبی۔ تفسیر بیضاوی۔ طفر نامہ۔ روضۃ الصفا۔ حبیب السیر
لب التواریخ وغیرہ اس کا دیباچہ ابراہیم قطب شاہ کے نام پر لکھا ہے اور
اس میں بادشاہ کا نام ان القاب کے ساتھ تحریر کیا ہے :-
”مفر الملئکۃ والدنیاء الدین ہمایون اعظم سمی جلجل اللہ سلطان ابراہیم قطب شاہ خلد اللہ ولکے وطلئک“

مصنف نے اس کتاب کا کوئی خاص نام نہیں رکھا ہے اس لئے مختلف مصنفین نے اس کے مختلف نام تجویز کئے ہیں موسیٰوشیفر کے انتخابات میں اس کا نام تاریخ ایلچی نظام شاہ درج ہے ڈاکٹر ریو نے بھی یہی نام اختیار کیا ہے برگ نے تاریخ خورشاہ کے نام سے ذکر کیا ہے صنیع الدولہ حکیم محمد حسن خاں کے یہاں اس کا جو نسخہ موجود ہے اس کے خاتمہ پر "مخزن التواریخ قطب شاہی" لکھا ہوا ہے۔

یہ کتاب ایک مقدمہ اور سات مقالوں پر منقسم ہے۔ ہر مقالہ میں متعدد گفتار خورشاہ کی تاریخ کے مضامین میں جنکی تفصیل ذیل میں درج ہے۔

مقدمہ اس میں آفرینش عالم و آدم کا تذکرہ ہے۔
مقالہ اول۔ اس میں ملوک قبل از اسلام کے حالات ہیں اور پانچ گفتار پر مشتمل ہے۔
گفتار اول۔ ملوک پیشادویہ اور ان کے معاصر انبیاء علیہم السلام کا تذکرہ۔
گفتار دوم۔ ملوک کیانیہ اور ان کے معاصر انبیاء علیہم السلام کا تذکرہ۔
گفتار سوم۔ سکندر اعظم ملوک اشکانیہ ملوک الطوائف اور اس عہد کے مشاہیر علماء و حکماء کے حالات۔

گفتار چہارم۔ ملوک ساسانیہ کے حالات۔
گفتار پنجم۔ ملوک عرب اور قیصرہ روم کا تذکرہ۔
مقالہ دوم۔ اس میں پانچ گفتار ہیں۔

گفتار اول۔ سیرت جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم۔
گفتار دوم۔ حالات خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم۔
گفتار سوم۔ حالات ائمہ اثنا عشر علیہم السلام۔
گفتار چہارم۔ حالات خلفائے بنی امیہ۔
گفتار پنجم۔ حالات خلفائے بنی عباس۔

مقالہ سوم۔ ان سلاطین ایران کے حالات جو خلفائے عباسیہ کے معاصر تھے۔

یہ مقالہ تیرہ گفتار پر مشتمل ہے۔

گفتار اول۔ ملوک طاہریہ۔

گفتار دوم۔ ملوک صفاریہ۔

گفتار سوم۔ ملوک سامانیہ۔

گفتار چہارم۔ ملوک بویہ۔

گفتار پنجم۔ ملوک غزنویہ۔

گفتار ششم۔ ملوک غوری و غرجتان۔

گفتار ہفتم۔ ملوک اسماعیلیہ۔

(۱) اسماعیلیان مصر (۲) اسماعیلیان ایران۔

گفتار ہشتم۔ ملوک سلجوقیہ۔

(۱) سلاجقہ ایران (۲) سلاجقہ کرمان (۳) سلاجقہ روم۔

گفتار نہم۔ سلاطین نیمروز۔

گفتار دہم۔ سلاطین کرک۔

گفتار یازدہم۔ شامان خوارزم شاہیہ۔

گفتار دوازدہم۔ شامان آباک۔

(۱) آباکان موصل (۲) آباکان آذربائیجان۔

(۳) آباکان فارس (۴) آباکان لارستان۔

گفتار سیزدہم۔ قراخانیان کرمان۔

مقالہ چہارم۔ سلاطین مغول اور ان کے ہمعصر شامان ایران کی تاریخ۔

اس میں چار گفتار ہیں۔

گفتار اول - اقوام ترک و معقول کے انساب -

گفتار دوم - چنگیز خاں اور اس کے جانشین -

گفتار سوم - ہلاکو خاں اور اس کے جانشین -

گفتار چہارم - شامان آل مظفر -

مقالہ پنجم - تذکرہ تیمور و آل تیمور - اس میں تین گفتار ہیں -

گفتار اول - امیر تیمور اور اس کے جانشین -

گفتار دوم - مرزا شاہ رخ اور اس کے جانشین -

گفتار سوم - ظہیر الدین بابر اور اس کے جانشین - شہنشاہ اکبر کے جلوں تک

مقالہ ششم - تذکرہ شامان ایران و روم - اس میں پانچ گفتار ہیں -

گفتار اول - شامان قراقویونلو -

گفتار دوم - شامان آق قویونلو -

گفتار سوم - شامان صفویہ -

گفتار چہارم - شامان طبرستان -

(۱) امرائے شیردان (۲) امرائے جیلان (۳) امرائے ماژندران -

(۴) امرائے رستم دار (۵) سادات ہزار جریب -

گفتار پنجم - سلاطین روم -

مقالہ ہفتم - ذکر سلاطین ہندوستان - اس میں پانچ گفتار ہیں -

گفتار اول - سلاطین دہلی - قطب الدین ایبک سے سلطان بہلول لودھی

گفتار دوم - سلاطین افغانہ - بہلول لودھی کے جلوس سے سکندر لودھی کی

ہزیمت تک

گفتار سوم - سلاطین خلجی -

(۱) خلیبان بنگالہ (۲) خلیبان مالوہ۔

گفتار چہارم - سلاطین گجرات

گفتار پنجم - سلاطین بہمنیہ۔

سلاطین بہمنیہ کے حالات محمود شاہ بہمنی کی وفات تک تحریر ہیں جو ۱۲۳۹ میں واقع ہوئی ہے۔ اس کے بعد یہ خاندان تباہ ہو گیا۔ اور ملک کو پانچ سرداروں نے تقسیم کر لیا۔ نظام الملک - عادل خاں - قطب الملک - عماد الملک - قاسم برید خورشاہ نے ان کے متعلق ایک علاحدہ کتاب لکھی ہے اور اس کا تذکرہ خاتمہ میں کیا ہے۔

تایخ فرشتہ میں
خورشاہ کی تایخ
کا تذکرہ

مورخ محمد قاسم فرشتہ نے قطب شاہی خاندان کا تذکرہ کرتے ہوئے ابتدا میں

ایک تہید لکھی ہے جس میں خورشاہ کی تایخ کا اس طرح ذکر آیا ہے۔

”برو اتقان اسرار عالم کون و فساد مخفی و محتجب نماند کہ شاہ خورشاہ

نام شخصے از مردم عراق در عہد ابراہیم قطب شاہ در فن تایخ کتاب

مبسوط نوشتہ و نفیر و قطیر و قیاع قطب شاہیہ طرد اللباب را بنجا

ذکر کردہ اما در تحریر این صحایف در نظر مولف بنود“

اس کتاب کے وہ اجزاجن کا تعلق ملوک طہرستان اور شانان صفویہ سے ہو ایران

خورشاہ کی تایخ

کا اہم حصہ کی تایخ میں غیر معمولی اہمیت رکھتے ہیں کیونکہ خورشاہ نے انہیں ذاتی مشاہدات اور ثقہ

روایات کی بنا پر تحریر کیا ہے۔ شاہ طہماسپ کا تذکرہ خود بادشاہ کی لکھی ہوئی سوانح عمری

سے ماخوذ ہے۔ اور جگہ جگہ اس کے اقتباسات خورشاہ نے حرف بحرف نقل کر دئے ہیں

اس کی وجہ سے اس کتاب کی قدر و قیمت اور بھی زیادہ ہو گئی ہے۔

اس کتاب کے مقالہ پنجم کی گفتار چہارم کو جس میں طہرستان کی تایخ ہے۔

سو سیوشیفر نے اپنی کتاب غنجات فارسی میں چھاپ دیا ہے۔ شاہ طہماسپ

کی سوانح عمری کے اقتباسات رسالہ ایشیا کی کئی اشاعتوں میں ۱۸۸۶ء سے ۱۸۸۸ء تک

شائع ہوئے ہیں۔

مجمع شریف نیشاپور

محمد شریف سادات نیشاپور سے ہے اس کو تیغ دانی اور خوش نویسی میں ید طولیٰ حاصل تھا۔ شاعر بھی تھا۔ وقوعی تخلص کیا کرتا تھا۔ ولایت سے گولکنڈہ میں آکر حمید قطب شاہ کا ملازم ہوا۔ ابراہیم قطب شاہ کی وفات تک گولکنڈہ میں رہا اس کے بعد گجرات چلا گیا۔ شہاب الدین احمد خاں اکبر کی طرف سے وہاں کے صوبہ دار تھے۔ ان کی ملازمت اختیار کر لی۔ ۹۹۱ھ میں اعماد خاں گجرات کا صوبہ دار مقرر ہوا اور شہاب الدین احمد خاں واپس چلے آئے تو ان کے ہمراہ محمد شریف بھی مغلیہ دارالسلطنت میں وارد ہوا اور ۹۹۶ھ میں داخل دربار ہو کر شاہی ملازمین میں شامل ہو گیا۔ ۱۰۰۲ھ میں یہ مقام لاہور اس نے وفات پائی۔

ملا عبد القادر بدایونی کا بیان ہے کہ محمد شریف ملحد تھا اور اس کا اتحاد اس زمانہ کے سارے ملحدوں سے بڑا ہوا تھا۔ باوجود اس کے ملا صاحب نے اس کی تصنیف سے ایسے بہت سے قصائد دیکھے ہیں جن میں ائمہ اطہار علیہم السلام کے مناقب و محامد مذکور ہیں۔ یہ قصائد اس زمانہ کے لکھے ہوئے ہیں جبکہ محمد شریف قطب شاہی دربار کا توسل تھا اور اسی زمانہ میں اس نے سلطان ابراہیم قطب شاہ کی فرمائش سے دنیا کی ایک ضخیم تیغ لکھی ہے جس کا نام مجمع الاخبار ہے۔ یہ کتاب ۱۰۰۶ھ سے پہلے تمام ہو چکی تھی محمد شریف نے جب دربار مغلیہ میں توسل پیدا کیا تو اس میں سنہ ۱۰۰۶ھ تک اکبر بادشاہ کے حالات اضافہ کیے اور اس کا دیباچہ تبدیل کر کے شہنشاہ کے نام سے موسوم کر دیا۔

مجمع الاخبار اور
مناہین

مجمع الاخبار دو مقالوں پر منقسم ہے اور ان کے تحت میں حسب ذیل عنوان درج ہیں۔

۱۔ طبقات اکبری ص ۱۲۰ منتخب التواریخ ص ۵۵۲۔ ۲۔ میں اکبری جلد اول ص ۱۲۰ خزائن عامہ ص ۱۲۰
۳۔ ۱۰۰۶ھ میں گجرات کی صوبہ داری پر شہاب الدین احمد خاں کا تقرر ہوا۔ مرآۃ احمدی جلد اول ص ۱۲۰
۴۔ مجمع الاخبار کی قطب شاہی اشاعت میں نے بیجا پور میں دیکھا۔ مغلیہ اشاعت کا ایک نفیس نسخہ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں موجود ہے۔

مقالہ اول۔ در بیان عہد قبل از اسلام (۱) ذکر انبیا علیہم السلام (۲) ذکر ملوک
بنی اسرائیل (۳) ذکر حکمائے قدیم (۴) ذکر ملوک فارس (۵) ذکر ملوک انبی محسم (۶)
ذکر ملوک بنی غسان (۷) ذکر ملوک بنی حمیر

مقالہ دوم۔ در بیان عہد بعد از اسلام۔
خلفائے اسلام (۱) سیرت جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم (۲) خلفائے راشدین
رضی اللہ عنہم (۳) امیہ اثنا عشر علیہم السلام (۴) خلفائے بنی امیہ (۵) خلفائے عباسیہ۔
سلاطین ایران (۶) ملوک طاہریہ (۷) ملوک صفاریہ (۸) ملوک سامانیہ (۹)
ملوک دیلمیہ (۱۰) ملوک غزنویہ (۱۱) ملوک غوریہ (۱۲) ملوک خلجیہ (۱۳) ملوک خوارزم شاہیہ
(۱۴) ملوک اسماعیلیہ (۱۵) ملوک التتوت (۱۶) قراخانیان کرمان (۱۷) آتاکان فارس و
دیاربکر و آذربائیجان و لارستان۔

سلاطین مغلیہ (۱۸) چنگیز خاں اور اس کے جانشین (۱۹) ہلاکو خاں اور اس کے
جانشین (۲۰) شانان الیکانیہ (۲۱) شانان مظفریہ (۲۲) سرداران ایران (۲۳) تیمور
اور اس کے جانشین۔

سلاطین ہند (۲۴) سلاطین دہلی امیر سیکتگیں سے لودھی خاں کے خاتمہ تک (۲۵)
سلاطین گجرات (۲۶) سلاطین بہمنیہ (۲۷) سلاطین بنگالہ (۲۸) سلاطین مالوہ (۲۹) سلاطین
سلاطین ایران و روم (۳۰) شانان قراقویونلو (۳۱) شانان آق قویونلو
(۳۲) شانان شیبانیہ (۳۳) شانان صفویہ (۳۴) سلاطین عثمانیہ۔

سلاطین ہند (۳۵) شانان مغلیہ بابر سے اکبر کے سینتیسویں جلوس تک
صدر جہاں ملا حسین طوسی کا ذکر اس سے قبل سلطان قلی قطب شاہ کے حالات
میں آچکا ہے۔ سلطان ابراہیم قطب شاہ کے زمانہ میں بھی مہداریت کا عہد و انہیں
وابستہ تھا۔ انہوں نے سلطان ابراہیم کی فریاد سے صید و صیاد کے آداب و احکام پر

صدر جہاں ملا
طوسی

ایک کتاب تصنیف کی ہے جس کا نام صید یہ ہے لیکن عام طور پر اس کو شکار نامہ یا شکار نامہ کہتے ہیں۔ بنگال ایشیاٹک سوسائٹی کے کتب خانہ میں اس کا جو نسخہ ہے اس کے خاتمہ میں ^{اور اس کے} مضافین اس کا نام لذۃ الہوام تحریر ہے یہ کتاب ۹۸۳ھ میں تمام ہوئی ہے اور اس کے مضافین ایک مقدمہ دس ابواب اور ایک خاتمہ پر منقسم ہیں۔

مقدمہ - در بیان تحقیق لفظ و معنی کلمہ صید

باب اول - در بیان شروط صیاد و ذابح

باب دوم - در بیان الت اصطیاد و ذبح

باب سوم - در ذکر تسمیہ و کیفیت گرفتن آن -

باب چہارم - در بیان حیوانات و طیوری کہ بدان شکار می کنند و شرائط معلوم ساختن ایشان و احکام آن -

باب پنجم - در ذکر صید کردن بہ تیر و شمشیر و نیزہ و باقی آلات نیز جراحات کنند
باب ششم - در ذکر صید کردن باہی و طریق تزکیہ آن کہ کد ام جنس از ماہی حرام است و کد ام حلال -

باب ہفتم - در ذکر صید و شکار بچہ نوع ملک صیادی گردد -

باب ہشتم - در ذکر مسائل ذبح و شکار کردن حیوانات و طیور

باب نہم - در ذکر حلت و حرمت حیوانات -

باب دہم - در ذکر احکام سور و عرق و لعاب دہن حیوانات -

خاتمہ - در ذکر اسامی و احکام حلیت و حرمت و کراہیت حیوانات و طیور و

حشرات و بعضی از خواص و غرایب حکایات کہ از ایشان نقل کردہ اند -

ملاحظین نے اس کے علاوہ ایک اور کتاب لکھی ہے جس کا نام مرغوب القلوب " مرغوب القلوب ہے اس میں سلطان علی قطب شاہ اور اس کے اجداد کا وہ تذکرہ تحریر ہے جس کو ملا صاحب

خود بادشاہ مذکور کی زبانی نہ تھا۔ یہ کتاب اس وقت ناپید ہے لیکن تاریخ قطب شاہی میں اس کے بعض اجزاء لفظ بہ لفظ محفوظ ہیں۔

محرم قلی قطب شاہ ۹۸۸ھ - ۱۰۲۰ھ

ابراہیم قطب شاہ کا تیسرا فرزند ہے۔ ۱۲۰۳ھ رمضان ۹۸۳ھ کو پیدا ہوا۔ ابراہیم کی وفات کے تین روز بعد ۵ ہر ربیع الثانی ۹۸۵ھ کو تخت پر بیٹھا اور اکتیس سال حکومت کرنے کے بعد ۷۰۲ھ ذی القعدہ ۱۰۲۰ھ کو انتقال کیا۔

دکن کے سلاطین میں بڑا ہی رحیم و کریم اور عادل و سخی بادشاہ ہوا ہے اسی نے ۹۹۰ھ میں حیدر آباد بھائیہ جب اس شہر کا سنگ بنیاد رکھا گیا تو اس کے وسط چارمینار تعمیر کرایا۔ اس کے مقابل چار بڑے بڑے بازار بنوائے۔ ہر بازار میں ایسے اس طرح نکالے جو ایک دوسرے کو زاویہ قائمہ پر قطع کرتے تھے اور ان کے تقاطع سے چوراہے بنتے تھے۔ راستوں کے کنارے نہریں جاری کیں۔ نہروں کے کنارے سایہ دار درخت لگوا دیے۔ شہر کے مغربی جانب شاہی محلات تعمیر کرائے۔ ان عمارات کے دو قطعے تھے اور انکی ابتدا واد محل سے ہوتی تھی۔ یہاں بادشاہ بہ نفس نفیس مٹلوؤں کی لڑیاؤں کرتا تھا اسکی کئی منزلیں خدا و محل تھیں اور ہر منزل میں بازار کی طرف درپچھے لگے ہوئے تھے اس کے پاس خدا واد محل تھا اس کے سات طبقے تھے اور ہر طبقہ کا نام ایہ اثنا عشر عایہ السلام کے نام پر رکھا گیا تھا پہلا طبقہ الہی محل کہلاتا تھا اس کے بعد محمدی محل اور حیدری محل واقع تھے ان کے نیچے چار طبقوں کو حسنی محل، حسینی محل، جعفری محل، اور موسوی محل کے نام سے موسوم کیا تھا یہ عمارت نہایت خوبصورت تھی اور اس کے در و دیوار زریں نقش و نگار

ملے حیدر آباد شاہی محلات کے حالات کتب ذیل سے ماخوذ ہیں۔ تاریخ قطب شاہی۔ حلیۃ العالم۔ تاریخ طفرہ۔ تاریخ قادر خانی۔ تاریخ فرخندہ۔ تاریخ گلزار آصفیہ۔ سیاحت نامہ جات۔ موسیو نیدرلینڈ و تھیونو۔

اور گونا گوں جواہرات سے مزین تھے ان دونوں کے عقب میں جہان محل کی عظیم الشان عمارت تھی اس کے بعد دو وسیع صحن تھے اور ان کے اطراف بڑے بڑے محل بنے ہوئے تھے اور ان کی چھتوں پر دلکش باغ لگانے گئے تھے پہلے صحن میں لعل سجدن محل۔ گلشن محل۔ سبحن محل۔ صدر صفہ اور نعمت خانہ کی عمارتیں تھیں۔ سبحن لعل میں اکابر و علماء جمع ہوا کرتے تھے۔ نعمت خانہ میں مطبخ شاہی سے دبار کے دس ہزار آدمیوں کو روزانہ کھانا کھلایا جاتا تھا۔ دوسرے صحن میں بارگاہ سلطانی کا دوسرا دروازہ تھا اس کے ایک طرف دفتر خانہ اور دوسری طرف جام دار خانہ تھا ان کے بعد عامرہ کے دیگر کارخانہ جات کی عمارتیں تھیں۔ ٹیورنیر کو ان عمارت کی سیر کا موقع ملا تھا اس نے جب یہاں کی چھتوں پر باغات اور ان میں بڑے بڑے درخت لگے ہوئے دیکھے تو بڑا تعجب ہوا اور حیرت کرنے لگا کہ ان کا بوجھ چھت اور محرابوں نے کیوں کر سنبھال رہے۔

محلہ شاہی کی چھتوں پر باغات

ان عمارت کے بعد جلو خانہ تھا اس کے چار طرف شمالاً جنوباً شرقاً غرباً چار رفیع الشان کمائیں تھیں ان کے اطراف صحنے اور ایوان بنے ہوئے تھے ان میں ہر ایک ہزار مساحہ پاہیوں کی نشست رہا کرتی تھی۔ اور دو سو حبشی اس جمعیت کے ساتھ بارگاہ سلطانی کا پہرہ دیا کرتے تھے۔ سلطنت کے اعیان و امرا اور فوج کے سرداران و مالک و اڑیاں اپنی اپنی سپاہ و حشم کو لے کر جلوس کے ساتھ اس جلو خانہ میں آتے اور یہاں سے سلام و مہرے کے لئے بارگاہ سلطانی میں باریاب ہو کر واپس چلے جاتے تھے جلو خانہ کی مشرقی کمان پر تقارخانہ بنا ہوا تھا جس میں پنج وقتہ نوبت بٹھرا کرتی تھی اس کے مقابل والی مشرقی کمان سے بارگاہ سلطانی کا راستہ تھا اس پر صندل کی لکڑی اور لہتھی دانت سے بنے ہوئے دروازے لگے تھے اور ان پر زر و نفی کا مرصع پردہ پڑا کرتا تھا۔ شمالی اور جنوبی کمائیں فوج و حشم کی آمد و رفت کیلئے مخصوص تھیں۔

ان کے علاوہ بادشاہ نے بازارات میں سولہ ہزار دوکانیں اور شہر کے مختلف حصوں میں
 عمارتیں بنوائیں۔ ان کے نام تھے: شفا خانہ، سردستہ خانہ، حمام اور رفاہ عام
 کے دیگر عمارت بنوائے تھے۔ بڑا شفا خانہ شہر کے جنوبی حصہ میں واقع تھا، اسے دار الشفا
 کہتے تھے اور اس میں بڑے بڑے طبیب ملازم تھے۔ انہیں خزانہ شاہی سے تنخواہ ملتی
 اور مریضوں کو دوا و غذا مفت دی جاتی تھی۔ ناظر الممالک میر ابو طالب کا بیان ہے کہ
 بادشاہ نے عمارت بنوانے میں ستر لاکھ ہون صرف کئے تھے۔ یہ رقم چھ لاکھ تومان طلائی
 کے مساوی تھی۔

محمد قلی نے شہر میں ایٹھ آٹھ عشر علیہم السلام کے نام سے ایک لنگر خانہ قائم کیا تھا۔
 جس میں غریب و مساکین کو روزانہ کھانا کھلایا جاتا تھا اس کے اخراجات کے لئے سالانہ
 ساٹھ ہزار ہون مقرر تھے۔

ماہ محرم میں دس یوم تک بادشاہ کی حکمت ماتم جناب سید الشہداء علیہ السلام کے لئے
 محاسن غرامت کی جاتیں اور علم استاد ہوا کرتے تھے۔ علموں کے لئے دو نا لیٹان عمارتیں
 تعمیر کرائے تھے جو لاوے کہلاتے تھے ایک دولت خانہ شاہی میں دوسرا شہر کے بڑے
 بازار میں واقع تھا ان میں دس روز تک روزانہ دس ہزار چراغ روشن ہوا کرتے تھے
 جب ایام غرامت ہو جاتے تو غریبوں کو روزانہ دس ہون تقسیم ہوتے اور یہ رقم زر عاشر ہی
 کہلاتی تھی۔

ماہ ربیع الاول میں بارہ روز تک مولود البنی کے جشن نہایت تکلف کے ساتھ برپا
 کئے جاتے تھے۔ ان میں انواع و اقسام کی خوشبوئیات، جلائی جاتیں اور نفیس نفیس اطعمہ
 و اشربہ خلائق کو کھلائے جاتے تھے ان ایام میں سامان خورد و نوش پر ایک لاکھ ہون
 اور خیرات و صدقات میں ایک لاکھ ہون کا صرفہ ہوا کرتا تھا۔

کلمہ منقطعہ۔ مدنیہ منورہ، نجف اشرف، کر بلاٹے معلیٰ۔ مشہد مقدس، محمد قلی کے شمار آخر
اور دیگر اماکن تبرکہ کے مجاور اور زباد و صلحا کے لئے نفیس ملبوسات۔ مختلف اجناس
اور نقد قومات ہر سال روانہ ہوا کرتے۔ اور اس مقصد کے لئے بادشاہ نے سالانہ
دولاکھ ہون مقرر کر دیے تھے۔

رحمت نہ اور شادی کے لئے جب کوئی حاجت مند بارگاہ سلطانی پر حاضر ہوتا تو
اسے پچاس ہون عطا ہوا کرتے تھے اور اگر ایسے ہزار آدمی روزانہ آتے تو وہ سب فیضیاب
ہوتے اور کوئی ماتھے خالی واپس نہیں جاتا تھا۔

اوایل عہد میں برہمنوں نے اجناس پر محصول مقرر کر کے رعایا سے دولاکھ ہون
وصول کئے اور انہیں خزانہ شاہی میں جمع کر دیا تھا بادشاہ کو جب اسکی کیفیت معلوم
ہوئی تو اس نے نہ صرف اس محصول کو معاف کر دیا۔ بلکہ وصول شدہ رقم بھی واپس کر دی۔

محمد قلی اعلیٰ درجہ کا شاعر تھا۔ فارسی اردو اور تنگی تین زبانوں میں شعر
کہا کرتا تھا۔ اس کا مجموعہ کلام سلطان محمد قطب شاہ کے عہد میں مرتب ہوا ہے۔
اس کے قطب شاہی عہد کے لکھے ہوئے تین نسخوں کا تین مختلف کتب خانوں میں
پتہ چلتا ہے ایک نسخہ یٹو سلطان کے کتب خانہ میں تھا میجر اسٹوارٹ نے
اس کا ذکر کیا ہے۔ دوسرا نسخہ شامان اودہ کے کتب خانہ میں تھا۔ سنہ ۱۲۲۰ء میں اسکی
کتابت ہوئی تھی۔ ڈاکٹر اسپرنگر نے اس کا ذکر کیا ہے۔ تیسرا نسخہ کتب خانہ آصفیہ
میں ہے۔ سلطان محمد قطب شاہ کے حکم سے سید محی الدین کاتب نے ماہ رجب ۱۲۰۵ء
میں اس کی کتابت کی ہے۔

اس میں فارسی اردو دونوں زبانوں کے شتویاں قصیدے غزلیں
مرثیے۔ ترجیع بند اور رباعیاں جمع ہیں۔ اور اس کے اشعار کی مجموعی تعداد

پچاس ہزار ہے۔ تلنگلی کلام تباہ ہو گیا اور اس وقت ناپید ہے۔
 نمونہ کلام باشمع بگو گرمی دیوانہ خود را
 کاتش زنداز رشاک تو پروانہ خود را
 ہوش و خرد از پایے در افتد چو تال
 چوں سرمہ کشی زر گس مستانہ خود را
 متان محبت بدو عالم نفروشد
 کیفیت نہ جبرعہ پیمانہ خود را
 بایاد تو عاشق نہ کشد منیت خورشید
 بستیم در روز نہ حسانہ خود را
 گر جملہ بہاں پر شود از گوہر کیتا
 خواہیم ہما گوہر یک دانہ خود را
 دل در غم او یافتہ صدفست جاوید
 چوں غدر نخواہم غم جانانہ خود را
 لے قطبشہ آخرہ مردان رہ عشق است
 مردانہ ہمیں روکارہ مردانہ خود را

حرفی ز لب یار شنیدیم شنیدیم
 صد شکر ایں بادہ شنیدیم شنیدیم
 مردم ہمہ صد درد سر بہوداہ دارند
 گر درد سر از بادہ کشیدیم کشیدیم
 اعجاز محبت منکر گم کہ دریں راہ
 بے بال و پیر از شوق پریدیم پریدیم
 ایں بس کہ تماشائے گلستان تو کردیم
 گریوہ وصل تو پچیدیم پچیدیم
 لے قطبشہ از درد دل خویش چہ گویم
 متاق ترا از خویش ندیدیم ندیدیم

در رہ دوست دلا نیت ضرر دانستم
 سخن اہل غرض بود خطر دانستم
 خوش بجد داشت دلم کز تو و نامی آید
 شکر باری کہ ترا بار و گردانستم
 مابرجنا بہاں سوز تو کارم افتاد
 روش سوختن آتش تر دانستم
 فتنہ می بار و ازاں حشم تو ہم ملیدانی
 از چہ کم میکنی لے شوخ نظر دانستم
 قطبشہ دوش کہ گلشن کوئی بودم
 ذوق کیفیت مرغان سحر دانستم

سلطان محمد قلی ارباب فضل و کمال کی خوب قدر و منزلت کیا کرتا تھا جبکی وجہ سے
ایران، عراق اور ہندوستان کے بڑے بڑے سادات، علماء اور شعرا و مصنفین
اس کے دربار میں جمع ہو گئے تھے ان میں سے بعض کو بادشاہ نے سلطنت کے بڑے بڑے
عہدوں پر مامور کر دیا۔ اور بعض کے لئے خزانہ عامرہ۔ سببیش قرار تھا وہیں معین
کردی تھیں۔

مرتضی الممالک میر محمد مومن استرآبادی^۱۔ استرآباد کے سادات عظام تھے
مولانا فخر الدین سماکی سے قرابت قریبہ تھی۔ شامان صفویہ ان کے اجداد و
اقربا کی بے حد تعظیم و تکریم کیا کرتے تھے۔ شاہ طہماسپ صفوی نے میر مومن کو
شاہزادہ حیدر مرزا کا معلم مقرر کیا تھا۔ شاہزادے کے مارے جانے اور شاہ
اسمعیل ثانی کی لڑائیوں کے باعث میر صاحب نے ایران کو چھوڑ دیا اور وہاں سے
حیدرآباد چلے آئے۔ سلطان محمد قلی نے انھیں وکالت اور پیشوائی کے عہدہ کا
جلیہ پر مامور کیا۔ ساہا سال تک ان خدمات کو انجام دیتے رہے۔ محمد قطب شاہ
کے اخیر عہد میں ۱۰۳۱ھ میں دنیا سے فانی سے انتقال کیا اور اپنے بنائے ہوئے
داڑے میں مدفون ہوئے۔

میر صاحب عابد و زاہد اور عالم و فاضل تھے۔ علوم منقول و معقول میں کمال حاصل تھا
فارسی میں شعر بھی خوب کہا کرتے تھے۔ مختلف مواقع پر سلاطین قطب شاہیہ کی مدح و
ستائش میں جو قصاید و ناریکھیں لکھی ہیں ان کے انتخاب تاریخ قطب شاہی میں
درج ہیں۔ مختلف علوم و فنون میں بھی آپ نے کئی کتابیں لکھی ہیں۔
کتاب الرجۃ۔ یہ کتاب مسائل فقہی میں ہے۔

رسالہ فی العروض۔ عالم آرائی عباسی کے مصنف نے اسکی نسبت لکھا ہے کہ

۱۔ تاریخ فرشتہ دوم ص ۳۱۰ تاریخ عالم آرائی عباسی جلد اول ص ۳۳۰۔ اثر الامرا جلد سوم ص ۱۲۰ حدیقۃ العالم جلد اول
ص ۲۵۰ و ص ۲۵۱ نجوم السما ص ۲۰۰ کشف المحجوب ص ۲۲۲

محمد قلی کے دربار میں
ارباب فضل و کمال کا
جمع

مرتضی الممالک
میر محمد مومن
استرآبادی

میر محمد مومن کے
تصنیفات

اس سے بہتر رسالہ عروض میں تصنیف نہیں ہوا۔
رسالہ فی اوزان الشعریہ۔ اس کا ایک نسخہ کتب خانہ آصفیہ میں فن مجاہد
کے نمبر ۱۲ پر رسالہ مقدراریہ کے نام سے موجود ہے۔

آپ کے قباہد اور غزلیات و رباعیات بھی بصورت دیوان مرتب ہوئے
ہیں ان کا ایک نفیس نسخہ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں موجود ہے۔

میر محمد نون کا میر صاحب کے کلام سے ایک نثری بطور نمونہ ذیل میں نقل کی جاتی ہے۔

خدا یا دارماں از شور بختی دل نگاری را
گم آن کن بیک باران جھست شوزاری را
دلایو ستہ با ساز کاراں ساز کاہی کن
کہ باشد ساز کار خود کنی ساز کاری را
شدم پر از غمت خافل شوار و ز کار کن
کہ من برباد شوقت دادہ ام خوش و نگاری را
غماری برخوارم میدہم گردوں ز یک مستی
چہ خوش بودی کہ دادی مستی ہم ہنزاری را
مرا بس این کہ دارم حاکم بر اقلیم ناکامی
مسلم باد ملک کام گاری بخت یاری را
ز شہد ناگوار چرخ کام غایت سوزہ
بجہ اند نصیم کردہ زہر خوش گواری را
بتکلی جاں دہ و کمتر حدیث درد گوہن
چہ غم ز تلخی ناگامی ماکام کاری را

جملۃ الملک مرزا محمد امین شہرستانی نے انصہان کا باشندہ تھا اس کے عزیز

واقارب شامان صفویہ کے دربار میں مقرر و مقرر تھے بڑے بھائی مرزا جلال الدین نے
کوشاہ عباس ماضی نے منصب مہارت پر مامور کیا تھا۔

محمد امین السلسلہ میں عراق سے دکن میں وارد ہو گیا۔ اور مرقضی الممالک
میر محمد مومن استرآبادی کی سفارش سے محمد قلی قطب شاہ نے جملۃ الملک قرار دیکر
اپنا وزیر اعظم مقرر کر دیا اور تمام مہارت سلطنت اس کے حوالے کر دی۔ محمد امین اس
عہدہ پر محمد قلی کی وفات تک امور سلطنت میں جب سلطان محمد قطب شاہ

برسر حکومت ہوا تو ناموافق ہو گئی اور اس نے ترک ملازمت کر کے بیجا پور کی راہ
یہاں سے ایران جا کر شاہ عباس کے دربار میں کوشاں ہوا۔ لیکن حسب مراد
نیتہ نہیں نکلا تو وہاں سے ہندوستان چلا آیا۔ اور سنہ ۱۵۲۱ء میں جہانگیر کی ملازمت
اختیار کر لی۔ دو ہزاری منصب سرفراز ہوا۔ سنہ ۱۵۲۲ء میں میر سامانی کا عہدہ ملا۔ شاہ
جہاں کے ساتویں سال جلوس تک اس خدمت کو انجام دیتا رہا۔ آٹھویں سال بادشاہ
نے اسلام خاں کے عوض میر بخشی کا عہدہ عطا فرمایا۔ اس وقت پانچہزاری منصب ملے لگا۔
۱۰۔ ربیع الآخر سنہ ۱۵۲۷ء کو انتقال کیا اور آگرے میں مدفون ہوا۔

محمد امین علوم متداولہ میں ید طولی رکھتا تھا۔ شاعر بھی تھا۔ شعر خوب کہا کرتا تھا
روح الامین تخلص تھا۔ اکثر شعرا اس کے متوسل تھے۔ سنہ ۱۵۲۳ء میں مرزا ابوطالب
کلیم جب دوسری مرتبہ ہندوستان آیا تو کچھ عرصہ اس کے مصاحبت میں بسر کیا
مرزا ابراہیم اریمانی بھی عرصہ تک اس کا ندیم بنارہا۔

محمد امین نے قیام گو لکنڈہ کے زمانہ میں حسن نظامی کا جواب لکھا شروع
کیا تھا۔ سنہ ۱۵۲۷ء تک اس سلسلہ کی چار مثنویاں تمام کیں اور ان کے دیباچے سلطان
محمد قلی قطب شاہ کے نام سے مزین کئے۔ ان مثنویوں کی تفصیل یہ ہے۔

- (۱) خسرو شیریں ۱۰۰۰ سنہ ۱۵۲۷ء میں تمام ہوئی ہے اس کی ابتدائی بیت یہ ہے خسرو شیریں
الہی ہرچو صبح سینہ بکشاں
از چاک سینہ ام خورشید بنائی
- (۲) لیلیٰ مجنون ۱۰۰۰ سنہ ۱۵۲۷ء میں تمام ہوئی ہے اس کا پہلا شعر یہ ہے۔ لیلیٰ مجنون
لے حسن طراز عشق پرواز
انجام نمائے کار از آغاز
- (۳) مطلع الانظار ۱۰۰۰ مخرن الاسرار کا جواب ہے۔ ۲۶ ربیع الاول سنہ ۱۵۲۷ء مطلع انظار
کو تمام ہوئی ہے اس کا آغاز یہ ہے۔

بِسْمِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ مُطْلَعُ آيَاتِ كَلَامِ سَكِيمِ
 (۴) فلک البروج سے اس کا نام آسمان ششم بھی ہے۔ ہفت پیکر کا جواب
 سنہ میں تمام ہوئی ہے۔ ابتدائی بیت یہ ہے۔

اے رواں آفریں و گردوں ساز سے غنی از شریک و از انباز
 ان ثنویات کے علاوہ محمد امین نے ایناد یوان بھی سنہ میں مرتب کیا ہے۔
 جس میں غزلیات و رباعیات جمع ہیں اس کا نام گلستان مارہ ہے اور ص ذیل
 بیت سے اس کی ابتدا ہوئی ہے

اے روشن از فروغ تو شمع دان از نور قدرت تو حکید ست جان با
 حکیم صفی الدین محمد گیلانی۔ سلطان محمد قلی قطب شاہ کا درباری طبیب تھا
 گیلانی اس نے بادشاہ کی فرمایش سے قوائے شہوانیہ کی تشریح اور اس کے امراض و معالجات
 تذکرۃ الشہوات پر ایک مبسوط کتاب لکھی ہے۔ تذکرۃ الشہوات فی تبصرۃ اللذات اس کا نام ہے
 سنہ ۹۹۹ میں تمام ہوئی ہے اس کا ایک نسخہ ریاست رامپور کے سرکاری کتب خانہ
 میں موجود ہے ڈاکٹر سہروردی نے ہندوستان کے کتب خانوں کی نسبت جو رپورٹ
 لکھی ہے اس میں نمبر (۲۷۲) پر اس کا تذکرہ درج ہے۔

عبداللہ بن منصور النفرسی۔ سلطان محمد قلی قطب شاہ کے علمائے دربار
 حکمت و ریاضیات کا ماہر تھا۔ اس نے بادشاہ کے لئے ریاضیات میں دو کتابیں لکھی ہیں
 خلاصۃ الحساب ان میں سے ایک علم حساب میں ہے اور اسے شیخ بہاء الدین آملی کی مشہور کتاب سے
 ترجمہ کیا ہے۔ دوسری کتاب علم ہئیت سے تعلق رکھتی ہے۔ یہ قاضی زادہ رومی
 موسیٰ بن محمد خوارزمی کی شرح جعینی کا ترجمہ ہے۔

اس کا متن محمد بن محمود جعینی نے لکھا ہے ان دونوں کے قلمی نسخے راقم الحروف
 شرح جعینی

کی یہاں موجود ہیں۔ خلاصۃ الحساب کی کتاب ۱۱۲۰ھ میں بہ مقام حیدر آباد میں
ہے شرح چمنی کا ترجمہ فرخ میر کے تیسرے سال جلوس میں بہ مقام اورنگ آباد
مکتوب ہوا ہے۔

محمد بن علی الشخوری ^{رحمۃ اللہ علیہ} اصل ان کا وطن تھا۔ حیدر آباد میں سکونت تھی صاحب الال
نے ان کا تذکرہ کیا ہے۔ عسکرم و فاضل اور عابد و زاہد بتایا ہے۔ انھوں نے سلطان
محمد قلی قطب شاہ کے اخیر عہد میں مناقب جناب امیر علیہ السلام میں ایک کتاب
لکھی ہے۔ اس کا نام "تحفۃ الطالب فی مناقب علی ابن ابی طالب" ہے اس کا
نسخہ جو خاص مصنف کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ مصنف بخوم السما کے یہاں موجود تھا۔
اس کے خاتمہ میں اختتام کی تاریخ ۱۱۲۰ھ تحریر تھی۔

حسین بن علی الفری ^{رحمۃ اللہ علیہ} محمد قلی قطب شاہ کا درباری موزع تھا اس نے سلاطین قطب
شاہیہ کی منظوم تاریخ لکھی ہے اس میں ابتدا سے محمد قلی کے اخیر عہد تک مفصل حالات
مذکور ہیں۔ نسب نامہ قطب شاہی اس کا نام ہے اس کے اٹھارہ ہزار چھ سو ابیا
ہیں اس کا نسخہ کراٹل میگزین کے ذخیرہ میں موجود تھا ڈاکٹر ولسن نے اس کی جو
فہرست مرتب کی ہے اس میں اس کا تذکرہ موجود ہے۔

ہیرا العل خوشدل ^{رحمۃ اللہ علیہ} سلطان قلی قطب شاہ کے فرزند حیدر قلی کا نشتی
اس نے بھی محمد قلی قطب شاہ کے اوایل عہد میں سلاطین قطب شاہیہ کی منظوم تاریخ
لکھی ہے اس کے چار مقالے ہیں۔

مقالہ اول میں سلاطین قطب شاہیہ کا نسب نامہ اور آباء و اجداد کے کارنامے
مذکور ہیں۔ اس مقالہ کی ابتدا اس بیت سے ہوئی ہے۔

بیاسا قیا بزم بارسر دوز چو شمع از قف پنبہ بسانم بوز

مقالہ دوم میں سلطان قلی قطب شاہ کے حالات و فتوحات تحریر ہیں اس کی پہلی بیت یہ ہے۔

نخست آفریں کرد بر کردگار خداوند روزی دہ مور و مار
مقالہ سوم میں سلطان ابراہیم قطب شاہ کے حالات ہیں اس کا ابتدائی شعر ہے
بیاساتی آل روح پرور شراب نشاں بر سر پر قدم از تاب
مقالہ چہارم میں سلطان محمد قلی قطب شاہ کے جلوں کا تذکرہ ہے۔ اور
حب ذیل شعر سے اس کی ابتدا ہوئی ہے۔

بیاساتی آل بادہ کو جاں دہد ہم سوی توصیہ یزداں دہد
دیباچہ کا ابتدائی شعر یہ ہے۔

خدائی کہ داد از نخستین کار فلک را تاب وزین مزار
اس کا ایک نسخہ برنگالی ایلیانک سوسائٹی کے کتب خانہ میں موجود ہے۔
ملک الشعرا ملا معین میرک کے سادات بہن دار سے تھا اور شعر گوئی میں اپنا
نظیر نہیں رکھتا تھا۔ ولایت سے ہندوستان میں آکر ابتداً نظام شاہی دربار میں
توسل پیدا کیا۔ پھر گولکنڈہ میں آکر محمد قلی قطب شاہ کے دربار میں شامل ہو گیا۔
اس کے کچھ عرصہ بعد بادشاہ نے دربار کا ملک الشعرا مقرر کر دیا۔

شاہ میں شاہزادی حیات بخش بیگم کا عقد شاہزادہ محمد بن محمد امین بن
ابراہیم قطب شاہ کے ساتھ ہوا تو اس موقع پر معین میرک نے حسب ذیل قطعہ بنا کر
بادشاہ کی خدمت میں پیش کیا۔

دوش سر کردہ خیالم رہ بزمی چو بہشت اہل آں بزم چو حوراں ہمہ نورانی چہر
بزم عیشی کہ ملائک بہ تماشا شدہ چشم بھر بزدوں کردہ چو انجم ہمہ از حبیب سپھر

کشم اس بزرگ عیش چہ تائیش حسیت کہ ز افلاک بر ایام ہی بار دمہر
 عقل لگو بود چمن مست مٹی حیر گفت عید مولودی و بزم شہ و مقدمہ و مہر
 سنہ میں بادشاہ نے خدا و اذ محل تعمیر کیا تو میں نے اسکی حسب ذیل تاریخ لکھی
 ایں قصر کہ بہت رشک افزا بہشت ایام آب زندگانی شش نوشت
 تاریخ مرتب شد شش کلک فضا بر لوح بقا بنام جاں بخش نوشت
 سلطان محمد قلی قطب شاہ کے شعر نے دربار سے چند نشانیں کے نام ہیں شہ دربار
 محسن ہمدانی - ملا شراری کا فرزند تھا۔ سنہ میں حیدر آباد میں فوت ہوا محسن ہمدانی
 وحشی کاشی - ملا محمد شمس کا شاگرد اور مرثیہ گو شاعر ہے۔ محرم کے مجالس غرا وحشی کاشی
 میں بادشاہ کے روبرو مرثیے پڑھا کرتا تھا۔ سنہ میں بہ مقام حیدر آباد فوت ہوا
 فکری - مرزا محمد رضا صفائی - شاہ عباس اور حکیم شفقانی کا معاصر تھا فکری صفائی
 سیاق اور عمر کوئی میں اس کو ہمارے کمال حاصل تھی۔ محمد امین اسے پہلے اس نے
 وزارت کے فرائض بھی انجام دے تھے۔ سنہ میں حیدر آباد میں اس کا انتقال ہوا
 شریف کاشی - ہرات میں رہا کرتا تھا۔ امیر عبداللہ خاں اوزبک نے شریف کاشی
 جب ہرات کا محاصرہ کیا تو وہاں سے فرار ہو کر حیدر آباد چلا آیا۔ اور محمد قلی کے
 دربار میں توسل پیدا کیا۔ سنہ میں بہ مقام حیدر آباد اس نے وفات پائی تھی
 شہرے عجم - سلاطین ہندوستان کی فیاضیوں کا حال نگر و اردو ہندوستان شہرے عجم
 ہوتے تو سیر و سفر کرتے ہوئے محمد قلی کے دربار میں بھی آتے اور فیاض المرام ہو کر واپس
 ہوا کرتے تھے۔

غیاث الدین اسفہانی جس کا تخلص منصف ہے محمد قلی کے عہد میں گولکندہ منصف
 آیا اور کچھ عرصہ مستنیم رہنے کے بعد برہان پور چلا گیا اور وہاں مرزا رستم کی مصاحبت اختیار
 اسفہانی

کر لی۔ اسی جگہ مرتے آئیں اس کا انتقال ہوا

سراج الدین عارف اس کا والد غیاث الدین علی شہانکارہ کا کلاں تھا

اس کی ولادت قصبہ ایک میں ہوئی تھی۔ اکبر کے عہد آخر میں قندھار کی راہ سے ہندوستان آیا اور مختلف شہروں کی سیاحت کرتا ہوا جہانگیر کی تخت نشینی کے بعد گو لکنڈہ پہنچا۔ محمد قلی کے دربار میں باریابی حاصل کی۔ قصیدہ پیش کیا جس کے صلہ میں رقم خطیر بادشاہ نے عنایت کی۔ اس کے بعد یہاں سے واپس ہوا اور براہ سمندر میر فرسے ہوتا ہوا وطن چلا گیا۔

میر حسن عسکری سادات کا شان سے ہے محمد قلی قطب شاہ کے زمانہ میں بنگالہ تجارت عید آباد آیا۔ بادشاہ نے اس سے ملازمت کی خواہش کی بکری اس نے انکار کر دیا اور آٹھ سال یہاں رہنے کے بعد وطن کی جانب مراجعت کی تھے

فکری رازی مشہور عالم و شاعر ہے شاہ طہاسپ صفوی کا معاصر تھا بطور سیرکن میں آیا۔ سیجا پور سے ہوتا ہوا حیدر آباد پہنچا۔ کئی مہینے محمد قلی کے یہاں رہا۔ واپسی کے وقت بادشاہ نے اسے دس ہزار ہون غلط فرمائے تھے

مسیح ثانی حکیم رکن الدین مسعود کا شانی۔ ایران کا مشہور حکیم و شاعر ہے سالہا سال شاہ عباس ماضی کے دربار میں رہنے کے بعد ہندوستان آیا۔ دوران سفر یہ قسمت آزمائی کے لئے گولکنڈہ بھی پہنچا۔ بادشاہ نے خوب قدر کی۔ ایک دن میر محمد بن استر آبادی ملاقات کے لئے اس کے قیام گاہ پر تشریف لائے۔ حکیم نے ازراہ تواضع ان پر عرق گلاب چھڑکا لیکن غلطی سے بجائے گلاب کے شراب کا شیشہ ملائے میں آگیا۔ اس حرکت سے میر صاحب آزرده ہوئے۔ حکیم کو بھی خجالت و پشیمانی ہوئی۔ ندامت کے ساتھ گولکنڈہ سے چلا گیا اور جہانگیر کے دربار میں جا کر مہابت خاں کی ملازمت کر لی۔

دکن میں مسلمان

علاء الدین خلجی کی فتوحات قبل

ابتداء سے آٹھویں صدی ہجری تک

از

مولوی سید حسن حیدر بنی۔ بی۔ اے۔ ال۔ ال۔ بی (علیگ) ایڈووکیٹ

اب سے گیارہ برس پہلے میں نے امیر خسروؒ کی کتاب خزان الفتح پر تنقید و حواشی لکھنے کے لئے بہت سا تاریخی مواد فراہم کیا تھا جو ابھی تک نہ یادہ تر غیر مرتب ہے اور مسودوں کی شکل میں محفوظ ہے۔ دیگر مشاغل میں مصروف رہنے کی وجہ سے اس کتاب کی تنقید و حواشی لکھنے کا مجھے موقع نہیں ملا۔ خوش قسمتی سے اس کتاب کا متن جہاں ہی میں ہمارے قائل دوست شہر محمد حبیب صاحب پر دفعہ تاریخ مسلم یونیورسٹی کی تصحیح و انگریزی دیباچہ کے ساتھ سلسلہ کلیات خسرو میں تیار ہو چکا ہے، ہماری اس اہمیت نے جو ابتداً خزان الفتح کی تنقید تک محدود تھی اب ایک جداگانہ کتاب کی شکل اختیار کر لی ہے جس میں سلطان علاء الدین خلجی کے عہد کی مکمل تاریخ برج ہوگی اور جس کا نام عصر علانی قرار پایا ہے۔

ان مضامین میں جو اس سلسلہ میں زیادہ اہتمام سے پیش نظر رہے۔
 علاء الدین کی فتوحات دکن بھی شامل ہیں جن پر بہت سادقت صرف
 کیا گیا ہے اور نہایت قیمتی معلومات فراہم کی گئی ہیں۔ کتاب کا یہ حصہ ایک
 حد تک لکھا جا چکا ہے لیکن نظر ثانی، تنقیح اور بعض فرید تحقیقات و اضافوں
 کا محتاج ہے۔

دکن کی فتوحات علائی کی تاریخ قلمبند کرنے سے پہلے میں نے دو تہیدی
 مضمون لکھے ہیں جن میں سے ایک میں ان فتوحات سے قبل مسلمانوں کے
 تعلقات کو جو اس ملک کے ساتھ سات سو برس میں بحری راستہ سے قائم ہو
 تھے دکھایا اور ثابت کیا ہے کہ اس دوران میں وہ تعلقات بہت بڑھ چکے
 تھے اور مسلمانوں کا دکن کی سیاسی، حاشی اور تمدنی حالات پر بڑا گہرا اثر پڑ رہا
 تھا اور دوسرے مضمون میں فتوحات علائی کے وقت اور تقریبی زمانہ میں
 دکن کی ہندو سلطنتوں کی تاریخ پر مختصر تبصرہ کیا ہے۔ جملہ حالات پر غور کرتے
 ہوئے ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ فتوحات علائی کے وقت مسلمانوں کا اقتدار
 جو بحری راہ سے قائم ہوا تھا آہستہ آہستہ ترقی کر چکا تھا کہ اگر شمالی ہندوستان سے
 مسلمان لشکر کشی نہ کرتے تو بھی بہت جلد مسلمان دوسرے یعنی سمندر کے راستہ
 سے دکن پر تسلط پا سکتے تھے۔

ہم چاہتے ہیں کہ ان مضامین کا ایک سلسلہ رسالہ یا تاریخ میں وقتاً فوقتاً
 شائع کرا دیں۔ اپنے مخصوص دائرہ عمل اور مرکز اشاعت کے لحاظ سے ان
 مضامین کے لئے تاریخ خاص طور پر موزوں ہے۔ اس سلسلہ کی یہ پہلی قسط ہے
 اور اگر ناظرین تاریخ نے اسے بنظر پسندیدگی و دلچسپی دیکھا تو انشاء اللہ بقیہ
 قسطوں بھی شائع کرا دی جائے گی۔

عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ جزیرہ نماے دکن میں مسلمان سب سے پہلے آٹھویں صدی ہجری کے آغاز میں عساکر دہلی کے ہمراہ پہنچے اور اس سے پیشتر یہ ملک انکے دائرہ اثر سے قطعاً خارج تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ ساتویں صدی ہجری تک دکن کی اسلامی تاریخ پر سخت تاریکی کا پردہ پڑا ہوا ہے اور ابھی تک اس دھچپ عہد کے حالات کی چھان بین بالاستیعاب نہیں کی گئی ہے۔ قدیم اسلامی کتب تواریخ و جغرافیہ میں البتہ اس قسم کے معلومات و اطلاعات دستیاب ہوتی ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ سرزمین دکن میں شمالی ہند کی جانب سے داخل ہونے سے پہلے سات سو برس کے اندر مسلمانوں کے قدم اس سرزمین پر جم چکے تھے اور اس زمانہ میں دکن کے ملکوں میں ان کا بہت گہرا تمدنی معاشی اور سیاسی اثر قائم ہو چکا تھا۔ یہاں ہم مختصر طور پر فتح دکن سے پہلے اقطاع دکن میں مسلمانوں کے پہنچنے اور سکونت پذیر ہونے کی تاریخ بیان کرنا چاہتے ہیں۔

دکن میں مسلمان پہلے خشکی کے راستہ سے نہیں بلکہ سمندر کی راہ سے پہنچے سات صدی تک ان کی آمد و رفت کا یہی راستہ رہا اور کئی صدی بعد بھی یہ راستہ اُس وقت تک بے خطر جاری رہا جب تک کہ یورپ کے جہاز راں اس اُمید کی جانب سے مشرق کے سمندر میں نمودار ہو کر مسلمانوں کے بحری اقتدار کے حریف نہ بنے۔ اس کے بعد سے مسلمانوں کا بحری اقتدار مغرب کے بڑھتے سیلاب کی بہت زیادہ عرصہ تک تاب نہ لاسکا اور بالآخر ہجرت ہزار برس بعد مغرب کے ملاحوں نے اپنے زوال پذیر حریفوں کو مشرق کے سمندروں سے قطعاً بے دخل کر دیا۔

عہد اسلام سے پیشتر بھی عرب اور فارس کے تاجر سواحل و جزائر مشرق تک پہنچتے تھے اور مشرق اقصیٰ اور تمام ممالک مغرب کے مابین انھیں کے ذریعہ سے تجارت ہوتی تھی۔ عمان اور بحرین کے باشندے ہمیشہ سے منچلے اور بحری یاحتوں کے شائق تھے۔ ۱۶ء میں عمان کے مسلمانوں کا ایک بیڑا بمبئی کے قریب جزیرہ تھمانہ پر آکر گرکا اور

ایک دوسرا بیڑہ بحرین سے بھڑوچ پہنچا۔ تیسرا دریائے سندھ کے دہانہ پر دیبل کے (جو غالباً اُس جگہ واقع تھا جہاں اب کراچی ہے) قریب آکر لشکر انداز ہوا اس زمانہ میں حضرت عمرؓ مسند خلافت پر متمکن تھے جب انھیں اس مہم کا حال معلوم ہوا تو انھوں نے اُسے ناپسند فرمایا اور غالباً یہ خیال کیا کہ یہ نسبت دور دراز ملکوں کے فتح کرنے کے نو مفتوحہ ممالک کے استحکام کی زیادہ ضرورت ہے۔

مسلمانوں کی آمد و رفت کا سلسلہ اسی وقت سے قائم ہو گیا اور رفتہ رفتہ وہ سواہل و جزائر ہند میں آنے جانے اور سکونت پذیر ہونے لگے۔ چنانچہ عبدالملک (۶۵-۶۷ھ) کے عہد میں مسلمان تاجروں کی ایک بستی قشتالین موجود تھی۔ اس جزیرہ کو عربی میں سرندیب کہتے تھے جو دراصل سنگل دویب (یعنی جزیرہ الاسد) کی تبدیل شدہ شکل ہے اگرچہ نہایت کافی تاریخی قرائن اس امر کے یقین کرنے کے لئے موجود ہیں۔ کہ دکن کے سواہل پر مسلمانوں کی بستیاں ابتدائی سے قائم ہونی شروع ہو گئی تھیں لیکن دو ڈھائی سو برس تک اُن کے جغرافیائی اور تاریخی حالات کی جانب کسی مصنف نے توجہ نہیں کی۔ تیسری صدی ہجری کے ثلث اول میں ایک تاجر سلیمان نامی تھا جس نے جلج فارس سے روانہ ہو کر سواہل ہند و چین کا سفر کیا تھا اس نے اپنے سیاحت کے حالات قلمبند کئے تھے اس سیاحت نامہ کا سال تصنیف ۳۲۷ھ ہے اس کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بندرگاہ کو لم جس کا ذکر اس سے پہلے کسی دوسری کتاب میں نہیں پایا جاتا عربوں کے جہازوں کا لمبا و ماویٰ تھا۔ یہاں مسلمانوں کے جہاز بحر فارس اور بحر قلم

لہ الیبل کے لئے دیکھو یا قوت کی نعم البلدان :-

الذیبل بفتح اولد و سکون ثانیہ و باے موحدا مضمومہ و لام
مدینہ مشہورہ علی ساحل بحر الہند وہی فرضہ والیہا تقضی میاہ
لہور و مولتان فتصب فی البحر الملم

ذہبی تاریخ ہند مرتبہ ایڈٹ دڈسن جلد اول صفحہ ۳۴۲-۳۴۹

اس مہم کے حالات کے لئے دیکھو فتوح البلدان للبلاذری بیان فتوحات الہند اور ہمارا مضمون ”ہندوستان پر عربوں“
(بقیہ صفحہ آئندہ)

سے آکر لنگر انداز ہوتے اور سرسندھ کا روٹ منڈل اور چین جاتے ہوئے ٹھہرتے تھے اور اسی طرح چینی جنگ (جہان) بھی سیلون، مالدیپ اور لکھاویپ کو آتے جاتے یہاں ٹھہرتے تھے۔ تیسری صدی ہجری کے آغاز میں مشہور جغرافیائی اور مورخ مسعودی نے ساحل ہند کا سفر کیا تھا۔ اپنی مشہور عالم کتاب مروج الذهب میں دکن کے ساحلی اقطاع کے جو چشم دید حالات اس جہانگرد سیاح نے بیان کئے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں مسلمانوں کی دکن کے ان حصوں میں جو مسعودی نے دیکھے کیا حالت تھی۔

مسعودی کا بیان ہے کہ مغربی سواحل پر بلہار کی حکومت تھی معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت اس حکومت میں نہ صرف مالوہ ہی شامل تھا بلکہ خلیج کچھ سے لیکر ملابار کے انتہائے جنوب تک سلطنت پھیلی ہوئی تھی۔ مسعودی نے اس ملک کی سیاحت ۲۰۳ھ - ۲۰۲ھ کے اربعین ۹۱۵ء - ۹۱۶ء کی اس نے لکھا ہے کہ بلہار کا دارالسلطنت مالگیر یا مناکیر تھا جو سمندر سے اسی بن یا فرنگ کوستان میں واقع تھا۔ مسلمانوں کے ساتھ یہاں کے راجہ جن کا خطاب بلہار تھا سندھ وغیرہ کے ہندو راجاؤں کے بہ نسبت زیادہ اچھی طرح پیش آتے تھے۔ اسلام کی توفیق کی جاتی تھی اور مسلمانوں کی مساجد و خانقاہیں موجود تھیں۔

سیلمان اور مسعودی دونوں نے لکھا ہے کہ یہاں کے راجاؤں کی عمریں بہت بڑی ہوتی تھیں اور وہ مدتوں سلطنت کرتے تھے۔ رعایا کے خیال میں یہ اس امر کی برکت تھی کہ وہاں کے راجا مسلمانوں کا احترام کرتے تھے۔

ساحل کے مقامات میں مسعودی نے جیمور، کبے، سندان، سوبارہ اور تانہ کا ذکر کیا، جیمور (یا حسب تحریر بعض دیگر مورخین جیمور) کے متعلق مسعودی کہتا ہے :-

”طوبہ سال فلکاً ذہ نیکزین بابت ذہ بر ۹۲۶ھ جنوری و فروری ۱۵۲۰ء

سے سرسندھ کے لئے دیکھو یا قوت کی مجھ البدان :-

”سرسندھ نفاخ اولہ ثانیہ و سکون النون و دالہ مہلک و کور و یامے مشاہ من تحت و یامہ موجدہ دیب بلغتر الہنود و ہوا الحزیرہ و سرن لادری ماہو ہی جزیرہ عظیمہ فی بحیرۃ الہند باقصی بلاد الہند الخ

میں نے قصبہ میور کو جو کہ ملک لاریس واقع ہے اور بلہرا کے ایک احمیت باد کے تصرف میں ہے سنیہ میں دیکھا تھا اس زمانہ میں وہاں تقریباً دو مسلمان سیرانت عمان ابھرہ اور بغداد وغیرہ کے آباد تھے۔ اس شمار میں غلوہ النسل مسلمان اور ان عربوں کے بال بچے جو اس ملک میں پیدا ہوئے شامل نہیں ہیں وہ اپنا حاکم خود منتخب کرتے ہیں جسے ہر سہ کہتے ہیں اور وہ راجا کی طرف سے مقرر ہوتا ہے اس زمانہ میں ہرمہ ابو سعید ہے۔

مسعودی دوسری جگہ لکھتا ہے :-

میں نے کبے کو سنیہ میں دیکھا یہ قصبہ مندل کے لئے مشہور ہے اگرچہ مندل کبے کے علاوہ مندان ہے۔ سو بارہ اور دوسرے نواح میں بھی پایا جاتا ہے کبے کے راجا کو کلبیا کہتے تھے وہ ایک برہمن تھا جو بلہرا کی طرف سے مختار تھا وہ اہل ہند اور مسلمان اور دیگر اجینیوں کا ملجا و ماوی تھا۔

اس کے علاوہ مسعودی نے ایک اور ملک کا ذکر کیا ہے جس کا نام اس نے کمار لکھا ہے۔ مسعودی کا بیان حسب ذیل ہے :-

کمار جزیرہ نہیں ہے بلکہ اس کے ارد گرد ساحل اور پہاڑ ہیں۔ ملک ہند میں اس سے بڑہ کر شاید ہی کوئی ملک ہوگا اس ملک میں لوگ خلال کا استعمال کرتے ہیں مثلاً مسلمان

اب یہ مقام چول کہلاتا ہے اور کنکن (کوکن) کا ایک بندرگاہ ہے۔ بطلمیوس نے بھی اس مقام کا تذکرہ کیا ہے عرب جغرافیہ نویس اسے صومر (بالقصاد) اور صومر (بالجیم) لکھتے ہیں کنکنی زبان میں اس کا تلفظ صینول (Sinnuvall) ہے اور عربی لفظ اسی کی بگڑی ہوئی شکل ہے۔ دیکھو (Gules Holson Jolson) نے مندان کو اب سجان کہتے ہیں۔ وہ کبے سے ۸ میل شمال میں درجہ ۲۰ رقیقہ ۱۲ عرض البلد پر واقع ہے۔ انگریزی جہازوں عرصہ تک اپنے نقشوں میں سنک جان (Sankh Jahan) کے نام سے موسوم کرتے تھے۔ مندان کے آثار مدفونہ سے جگہ نشان کو سوں تک پھیلے ہوئے ہیں ثابت ہوتا ہے کہ وہ کسی زمانہ میں نہایت آباد تھا اب برباد ہو کر برائے نام ایک مقام باقی رہ گیا ہے اس سے تین میل پر اعتبار نام ایک چھوٹا سا بندرگاہ واقع ہے۔ دیکھو (Holson Jolson) سے سو بارہ سین کے قریب آباد تھا اور صدیوں تک اطلاع کنکن کا خاص بندرگاہ سمجھا جاتا تھا اب ایک چھوٹا سا کاؤں گاہ ہے (صفوحہ آمیزہ)

مسعودی کے معاصرین میں ابو زید الحسن السیرافی نے بھی دکن کے سواحل کے حالات تقریباً اسی طرح بیان کئے ہیں۔ ابو زید سے مسعودی سلسلہ میں ملا تھا اور ایک نے دوسرے سے حالات نقل کئے ہیں ابو زید نے سلیمان کے لکھے ہوئے حالات کو پڑھ کر ان ممالک کے متعلق مستند روایات جمع کی ہیں۔ کمار کے متعلق وہ لکھتا ہے۔

کمار جہاں سے عود آتا ہے اور جسے اس کماری کہتے ہیں جزیرہ نہیں ہے بلکہ اس سمت میں واقع ہے جو غرب کے سمت میں ہے کسی ملک کی آبادی کمار کی آبادی سے زیادہ نہیں ہے۔ یہاں لوگ پیدل چلتے ہیں۔ ہمارا کمار کی سلطنت کی طرف زائج کا راجہ ہے۔ جس کا ملک دس دن کے فاصلہ پر ہے۔

زجاج سے عرب جغرافیہ نگاروں کی مراد جزیرہ جاوا سے ہے۔ سلیمان، مسعودی اور ابو زید کے بعد الاصطخری (مصنف کتاب الاقالیم ۲۴۱) و ابن حوقل (مصنف کتاب الممالک والممالک (۳۶۶) نے بھی جنوبی سواحل ہند کا ذکر کیا ہے ان کے بیانات تقریباً ایک ہیں۔ الاصطخری لکھتا ہے۔ کبایہ سے صیمور تک بلہرا کا ملک ہے جو ہندوستان کا ایک راجہ ہے یہ کفار کا ملک ہے لیکن اس کے شہروں میں مسلمان بھی ہیں اور بلہرا کی طرف سے مسلمان ہی اپنے اوپر حکومت کرتے ہیں ان قصبات میں جامع مسجد ہیں جن میں نماز ہوتی ہے جس شہر میں بلہرا تھا اس کا نام مانگیر ہے۔ ص ۱۴۳ و نیز دیکھو ص ۱۴۶ و ۱۴۷۔ جہاں سے ابن حوقل مستند وجہ ذیل بیان کو لفظاً و معاً اخذ کیا ہے۔ ابن حوقل لکھتا ہے:-

فانہل، سندان، صیمور اور کبایہ میں جو مضبوط اور بڑے شہر ہیں۔

(بقیہ گذشتہ) اور جس نہر سے وہاں تک جہاز پہنچتے تھے وہ بھی اب خشک ہو کر رہ گئی ہے اس مقام کا نام جہا بھارت اور دوسری منکرت کتابوں اور کارلی اور ناسک کے پہاڑوں میں بنے ہوئے غاروں میں جو پہلی دوسری صدی کے ہیں لکھا ہوا پایا جاتا ہے ۱۲

جامع مساجد ہیں اور مسلمان آزادی سے کسی فرایض بجالاتے ہیں
 کہا یہ سے صیمورتک پاس پاس قصبات ہیں اور بہت زمین کاشت
 ہوتی ہے اور مسلمان اور کفار اس ملک میں ایک ہی قسم کا لباس
 پہنتے ایک ہی وضع کی داڑھی رکھتے اور گرمی کی وجہ سے صرف
 دھوتی باندھتے اور اوڑھتے ہیں“ (ص ۲۲۲ - ۲۲۳)

ادریسی مصنف نزمۃ المشتاق فی افراق الآفاق اور البرونی مصنف کتاب الہند نے چوتھی
 صدی کے آخر اور چھٹی کے نصف اول میں جنوبی سواحل کا نہایت تفصیل ذکر کیا ہے ان تمام حالات
 سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ہندوستان کے جنوبی سواحل کے متعلق مسلمانوں کی معلومات میں بہت
 اضافہ ہو گیا تھا اور اس کا باعث یہی تھا کہ وہاں پر مسلمانوں کی آبادی ترقی کر رہی تھی۔
 ساتویں صدی ہجری کے آخر اور آٹھویں صدی ہجری کے آغاز میں جنوبی ہند کے متعلق
 دو فارسی مورخوں نے نہایت قیمتی معلومات چھوڑی ہیں جو اس ملک سے مسلمانوں کے تعلقات کو
 پورے طور پر واضح کرتی ہیں۔ ان کے دیکھنے سے بتفصیل معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت مسلمانوں
 کے تعلقات بحری راستہ سے دکن کے ساتھ بہت بڑھ چکے اور مضبوط ہو چکے تھے۔ ان
 جزیرہ نمائے دکن کے مغربی ساحل کو ملابار کہتے ہیں اور مشرقی ساحل کو کاروڑ
 مسلمان مغربی ساحل کو تو ملیبار یا مینار کہتے تھے لیکن مشرقی ساحل کا نام انھوں نے
 معبر رکھ چھوڑا تھا۔ معبر ساتویں آٹھویں صدی میں اس قدر معروف تھا کہ چین و فرنگ
 تک اس ملک کو لوگ اسی نام سے جانتے تھے جہاں تک ہمیں معلوم ہے نویں صدی
 عیسوی میں اس لفظ کا استعمال متروک ہو گیا گو برخلاف اس کے ملابار اس وقت سے
 اب تک اسی طرح زباں زد چلا آتا ہے۔

ملابار اور معبر دونوں ہندوستانی الفاظ نہیں ہیں بلکہ دونوں مسلمانوں کے رکھے ہوئے
 نام ہیں۔ ملابار مرکب اسم ہے۔ اس میں پہلا جزو ملابلا شبہ ہندی الاصل لفظ ہے

ملتی در اوری زبان میں پہاڑ کو کہتے ہیں اور اس کی سنگرت صورت ملیا ہے یہ لفظ ملیا یا ملتی قدیم کتابوں میں پایا جاتا ہے مثلاً چینی سیاح ہون ٹنگ نے اس لفظ کو استعمال کیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ ایک کوہستانی علاقہ ہے جہاں صندل پیدا ہوتا ہے۔ تجور کے ایک کتبہ میں اس ملک کا نام ملتی ناؤو (ناؤو ملک) تحریر ہے اسی طرح ملایالم اس زبان کو کہتے ہیں جو اس ملک میں بولی جاتی ہے۔ لفظ ملا بار کا دوسرا ٹکرا بار ہے جو فارسی کا لفظ ہے اور جس کے معنی ملک یا ساحل کے ہیں۔ ابن خرداد بہ (۲۶۶ھ) لکھتا ہے۔

”سندان سے ملی تک پانچ دن کا راستہ ہے ملی میں فلفل اور بانس پیدا ہوتے ہیں۔“

البرونی (۱۰۴۸ھ) لکھتا ہے۔

تب تم لاراں ملک میں داخل ہوتے ہو جس میں جمبور (چول) واقع ہے بعد ازاں ملیا بعد ازاں کاجی بعد ازاں درویدا“

اور یسی تقریباً (۱۱۵۵ھ) لکھتا ہے۔

مدرین (پندرہنی) ایک دریا کے دہانہ پر واقع ہے جو کہ ملیا سے آتا ہے اور جہاں ہندو سندھ کے جہاز لنگر انداز ہوتے ہیں“

مدر کو پولو (۱۲۹۰ھ) لکھتا ہے۔

ملیبار مغرب کی طرف ایک بڑی حکومت ہے جہاں یاہ مریج بھرت پیدا ہوتی ہے۔

رشید الدین (۱۳۱۸ھ) لکھتا ہے۔

”گجرات کے بعد کنکن آتا ہے اور تانا اور اس کے بعد سیبار جو کروڑوں سے کو کم تک تین سو فرنگ ہے۔“

ابوالفدا (رحمۃ اللہ علیہ) لکھتا ہے :-

ایک سیاح کا بیان ہے کہ ہندوستان میں تقسیم ہے جن میں سب سے پہلے جو سمت مغرب واقع ہے۔ کرمان و سندھ کے پاس ہے اور مکہ کہلاتا ہے۔
دوسرا نیبار یا ملاو فلفل ہے جو گجرات کے مشرق میں ہے۔“

ابن بطوطہ (رحمۃ اللہ علیہ) لکھتا ہے :-

”یتن دن بعد ہم ٹیبار پہنچے جو کہ ملاو فلفل ہے یہ سمندر کے کنارے پر دو مہینے کے فاصلہ پر واقع ہے۔“

بعض مورخان حال نے ملابار اور معبر کو غلطی سے ایک ہی ملک کا نام سمجھا ہے اور اس وجہ سے انہوں نے اہم تاریخی غلطیاں کی ہیں مثلاً بعض نے اسی غلط فہمی کی بناء پر قیاس کیا ہے کہ علامہ الدین خلجی کا لشکر کو آکے جنوب میں راس راما سے آگے نہیں بڑھا۔ اور فرشتہ اور دوسرے مسلمان مورخوں کا یہ دعویٰ کہ عساکر دہلی انتہائے جنوب تک پہنچے صحیح نہیں اس غلط فہمی کا خاص سبب یہ ہے کہ معبر کے فتوحات علانی کا اس وقت تک کامل استقصاء نہیں کیا گیا حالانکہ دکن کی تاریخ کا یہ حصہ سب سے زیادہ دلچسپی اور توجہ کا مستحق ہے اور اسی وجہ سے اس پر ہم نے بہت سا قیمتی وقت صرف کیا ہے۔
حقیقت یہ ہے کہ اسلامی جغرافیہ نویسوں اور مورخوں کے نزدیک ملک معبر دکن کا وہ حصہ ہے جسے ہمارے زمانہ میں کارو منڈل کہتے ہیں اور جو بغیر یہ نما دکن کے مشرقی ساحل پر واقع ہے۔

جہاں تک ہم تحقیقات کر کے ابوریحان البیرونی کی کتاب قانون مسعودی مصنفہ مابین ۴۲۱ھ و ۴۲۸ھ سب سے پہلی کتاب ہے جس میں معبر کا ذکر آیا ہے اس سے

۱۔ مٹریول کی کتاب ”A fong other empire“ جاکر ملطنت ۱۲۱۱ھ
۲۔ البیرونی کے حالات اور اس کی غیر مطبوعہ کتاب قانون مسعودی کے متعلق دیکھو ہماری کتاب البیرونی طبع دوم مطبوعہ
انجمن ترقی اردو۔ قانون مسعودی یعنی ملک طبع نہیں ہوئی ہے ہم نے یہ انتخاب امپریل لائبریری کلکتہ و لنٹن لائبریری
علی گڑھ کے قلمی نسخوں سے لیا ہے۔ ۱۲

پیشتر ابھی تک کسی اور اسلامی تاریخ یا جغرافیہ میں یہ لفظ نہیں پایا گیا ہے۔
ابو ریحان البیرونی نے اپنی کتاب میں اقلیم ثانی کے طول البلد اور عرض البلد
بیان کرتے ہوئے شہر سندری (سندری) کا ذکر ان الفاظ کے ساتھ کیا ہے۔

”سندری بلین الفویض واطعیرالی سرائندیب فی العث“

اس کے بعد الطیغ نے (قبل مسئلہ) اس کا ذکر اس طرح کیا ہے :-

”میں نے ایک ہندوستانی جوئے تخت میں نہایت خوبصورت بورے

(یا چٹائیاں) دیکھیں جو نہایت خوبی کے ساتھ بنی ہوئی تھیں اور جہاں

نہایت خوشنمازگوں سے دونوں طرف نقش و نگار بنے تھے۔

اُس تاجر نے مجھ سے کہا کہ یہ چٹائیاں ہند میں کیلے کے پتوں سے بنائی

گئی ہیں اور جس ملک میں دو درہم میں ایک چٹائی بکتی ہے۔

ایک صدی بعد یعنی ساتویں صدی کے اخیر اور آٹھویں صدی کی ابتدا میں معبر کا
ذکر متعدد کتب تواریخ میں پایا جاتا ہے۔

رشید الدین و صاف - ضیاء برنی ابو القدا اور ابن بطوطہ نے اس ملک کا ذکر

کیا ہے اور امیر خسرو کی تصانیف میں متعدد موقعوں پر اس کا بیان آتا ہے۔

رشید الدین جامع التواریخ دہلی کے باب چہارم میں جہاں ہند کے ملکوں

شہروں اور قوموں کا ذکر آیا ہے۔ لکھتا ہے :-

”..... کجرات کے بعد کنکن اور آنا ہیں اور ان کے بعد ملک

لیبار آتا ہے جو کروہہ سے کوہ تک تین سو فرنگ لمبا ہے۔ معبر کوہ

سے نیلا در تک ۳۰ فرنگ ساحل پر پھیلا ہوا ہے اس کی لمبائی اسی

ہے جس قدر کہ لیبار کی اس جہز میں بہت سے شہر اور قصبے ہیں جن کے

نے کتاب الافادہ والاعتبار فی الامور المشاہدہ والنجوات المعانیہ بارضی اللہ

متعلق بہت کم حال معلوم ہیں۔ مبعبر کا بادشاہ دیور کہلاتا ہے جس کے معنی ہندی زبان میں صاحب دولت ہیں بہت سے جہاز جنھیں چینی زبان میں جنک کہتے ہیں چین یا چین اور مالک ہندو سندھ سے طرح طرح کی اشیاء اور کپڑے فروخت کے لئے لاتے ہیں۔ سو اگر مبعبر سے ریشمی کپڑے لے جاتے ہیں اور بڑے بڑے موتی سمندر سے نکالے جاتے ہیں اس ملک کی اشیاء عراق، اصفہان، شام، روم، فرنگ اور مصر پہنچتی ہیں جواہرات..... اور سمندریں موتی بکثرت ہوتے ہیں مبعبر کو یا ملک ہند کی کنجی ہے..... اس ملک کے لوگ خط استوا کے قرب کی وجہ سے کالے ہوتے ہیں۔

سب سے زیادہ دلچسپ اور پر معلومات بیان تھا و صاف کہتا ہے جس نے اپنی تاریخ میں مبعبر کا ذکر اس طرح کیا ہے :

اما مبعبر عرصہ آں از حد کو نام است تا خطہ ہند اور قریب سیصد فرنگ سواحل در طول ایشان بادشاہ خورا دیور گویند و مبعبر است این لفظ بمعنی خداوند دولت و پیوستہ طرایف اقصیٰ چین و اچین روئے بضایع بلاد ہند و سندھ بسفایں بزرگ کہ از اجنک گویند امثال البہاں تجری بجناح الریاح علی سطوح الیاء بد انجا متواصل باشد و سموری خبر ایر بحر فارس خصوصاً وزیب و زنگ و بوئی دیگر بلاد عموماً از عراق و خراسان ماروم و فرنگ ازاں حاصل و مبعبر ثبات کلید ہند افتادہ ۔

ہر سال ہزار و چہار صد سر عمارت و دیوار و تجارت و بحریہ قیس قول کردہ ہی رسانند و چند آنکہ دست و پا و سائر جزائر فارس قطیف و محاذ بحرین و ہرموز و قلہانہ وغیرہ معہود باشد کہ نول کنند و ہر یک

سراسر بادولیت و بہ بیت دینار سرخ قیمت معین شدہ از قدیم باز
بشرط آنکہ اگر در متاعل ہمار آفتہ رسید یا چند سر سقط شود۔ فوض آن
بر خزانہ بادشاہ (معبر) واجب باشد۔

و از معتبر آن روایت است کہ در عہد آٹاک (بوکر ابن سعد زنگی)
ہر سال دہ ہزار سراسر ازین مواضع بہ معبر و کنباہت و آن حد و فرس
شد بے ہلے آن کہ دو ہزار ہزار و دولت ہزار باشد اکثر از آن فاضلاً
حاصلات موقوفات تنخانہ و تمخانے ہواری کہ وقف اند بر کنائش
و معابد آن کفرہ فخرہ حوالہ رفتہ کہ بموصول اموال خزانہ ہیج تعلق نہا
چنانکہ شایان رکوب نہانند۔ ہر سال احتیاج ایشان با پان ہتجدہ شود
و بذاں سبب دلال بلاد اسلام ہل باشند

وصاف کے معاصر ابو الفدا صاحب التویم البلدان نے معتبر کا ذکر اس طرح کیا ہے۔
واما اقلیم الثالث، فهو المعبر، واوله يقع شرقي الكوم هو
ثلثه او اربعه ايام وهو شرقي المينار (ص ۳۵۲)
..... واول بلاد المعبر من جهة المينار راس مكهري
بضم الكاف وسكون الميم وضم الهاء كسر الميم ثم
يا اخر الحروف۔ قال ونهاك جبل وبلد يقال له راس
مكهرى۔ قال ومن المعبر منيفتن بفتح الميم وكسر النون
وسكون اليا المثناة التحية وفتح الفاء وتشد يدا اللام
المثناة الفوقين ونون في الآخر قال وهي على الساحل
قال وقصبة المعبر بترد اول بكسر اللام الموحدة و

تشديد الباء المثناة التحيمة وسيكون الراى وفتح الدال
مهملد والفت وواو ولام وقال هي مدينة سلطان المعبر
قال واليه يجلب الخيول من البلاد (ص ۳۵۵)

اس کے بعد پھر ایک جگہ لکھتا ہے:-

المعبر الاوصاف والاخبار العامة
قال ابن سعيد المعبر المشهور على الانس بقصاتها
يضرب المثل وفي شمالها جبال متصلة ببلاد بلهرا
ملك ملوک الهند وفي غربها يصيب اخر الصوليا
في البحر والمعبر شرقي الكولم بثلاثة ايام ادا راجه
وليبغى ان يكون بميله الى الجنوب عنها.

اسلامی مورخوں کے علاوہ وہیں کے مشہور سیاح مارکو پولو نے جس نے تیرھویں صدی عیسوی
(ساتویں صدی ہجری) کے اخیر میں چین تک ممالک شرقی کی سیاحت کی تھی۔ معبر کا نہایت
تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ اُس کے بیانات اسلامی مورخوں سے لفظ بہ لفظ ملتے اور
ہمارے خیال میں زیادہ تر مسلمان سیاحوں اور جہازرانوں کے معلومات پر مبنی معلوم ہوتے
ہیں چونکہ اس کا سفر نامہ عام طور پر متداول ہے اور اس کا ایک مکمل ترجمہ اردو میں بھی ملتا ہے
ہم اس کا انتخاب جو بہت طویل ہے اس موقع پر دنیا نہ درج نہیں سمجھتے۔

مارکو پولو کے بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس زمانہ میں ”معبر“ غیر معمولی شہرت پائے
ہوئے تھا۔ یہاں تک کہ اُسے ہند اعظم کے لقب سے نامزد کیا جاتا تھا۔ اس زمانہ میں معبر
چار راجہ حکومت کرتے تھے جن میں سب سے بڑا سندھ پندی تھا۔ چونکہ معبر کے جنوبی ساحل پر
موتی نکالے جاتے تھے اس لئے تمام اطراف کے تاجروں نے آتے اور اپنی کینیاں بنا کر موتی

نکلو اتے تھے۔ ملک خوشحال اور لوگ فارغ البال تھے اور شہتہا پشت سے سلطنت کے خزانے جمع ہو رہے اور بڑھ رہے تھے۔ بمبئی کی تجارت خاص طور پر مسلمانوں کے ہاتھ میں تھی اور ہر سال گھوڑوں کی تجارت سے انھیں نفع عظیم حاصل ہوتا تھا۔ مارکو پولو لکھتا ہے:-
 ”اس ملک میں گھوڑے نہیں ہوتے۔ اور راجہ اور اس کے مینوں

بھائی جو راج کرتے ہیں ہر سال زرخیز ہرگز نہیں۔ دارفور۔ شہر اور عدن کے تاجروں سے گھوڑوں کی خریداری میں صرف کرتے ہیں۔

یہ تاجران ملکوں سے گھوڑے لاکر فروخت کرتے اور اس تجارت سے خوب نفع اٹھاتے ہیں۔ پانچھزار گھوڑے یہاں فروخت ہو جاتے ہیں اور ہر گھوڑے کی قیمت پانچ سکی سونا ہوتی ہے جو سو مارک تقریبی کے برابر ہے چونکہ اس ملک میں گھوڑوں کی پرداخت اور بيطاری سے ناواقف ہیں لہذا ہر کس بعد شاید تین سو سے زیادہ گھوڑے زندہ نہیں بچتے اور ان وجہ سے ہر برس ان کی جگہ نئے گھوڑوں کی ضرورت ہوتی ہے۔

ایک اور موقع پر مارکو پولو نے لکھا ہے کہ بمبئی کے باشندے مسلمانوں سے جانوروں کے ذبح کرانے کا کام لیتے تھے۔

موسیو پولی نے (PAUTHIE) نے مارکو پولو کے سفر نامہ پر فرانسیسی زبان میں جو نوٹ لکھے ہیں ان میں چین کی سرکاری قوانین سے چند مقامات نقل کئے ہیں۔ جن میں ہندوستانی حکومتوں سے قبلانی خاں کے سیاسی مراسم کا تعلق بیان کیا گیا ہے۔ (ص ۶۰ و ۶۵) اور ملک پارہ یعنی بمبئی کا ذکر ہے۔

ضیاء الدین برنی (متوفی بعد ۷۵۵ھ) نے علاء الدین اور قطب الدین خلجی کے زمانہ میں بمبئی کا ذکر کیا ہے لیکن انہوں نے اس نے اس ملک کے کوئی حالات بیان نہیں کئے یقین ہے کہ وہ اس ملک کے بابت دور و مشہور ہونے سے زیادہ کچھ نہیں جانتا تھا۔ (دیکھو بیچ فیروز شاہی)

ملک نائب کا دھور مندر سے بھر کی طرف جانا (ص ۳۳۳) اور خسرو خاں کا ممبر جانا^{۳۹} ہندوستانی مصنفوں میں سب سے زیادہ امیر خسرو نے ممبر کا ذکر کیا ہے۔ مثنوی عشقیہ (دورانِ خضر خانی) اور مثنوی نہ پچھیں اس کا تذکرہ آیا ہے۔ خزائن الفتوح (یا تاریخ علائی) میں علاء الدین کے عہد میں ممبر کی فتوحات کے مفصل حالات درج کئے گئے ہیں اور رسائل اعجاز خسروی میں علاء الدین کا ایک فرمان ہے جس میں اُس بادشاہ نے ممبر کا ملک اپنے بیٹے فرید خاں کو جاگیر میں دیا ہے۔

ان تمام مورخوں اور مصنفوں کے بیانات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ساتویں آٹھویں صدی ہجری میں جزیرہ نمائے دکن کے ساحل کا رونڈل کے اکثر حصے اور مدراس پریسڈنسی کے نصف جنوبی و مشرقی حصوں کو جن میں کزناتک اور تینا دلی وغیرہ شامل تھے ممبر کہتے تھے اُس عہد کے مسلمان مورخوں اور جغرافیہ نگاروں کے علاوہ چینی تواریخ اور مغرب کے سیاح بھی اس ملک کو اسی نام سے جانتے تھے۔

اب سوال یہ ہے کہ ممبر کس زبان کا لفظ ہے۔ جہاں تک کہ جنوبی دکن کے آثار و کتب کو تلاش کیا گیا ہے اس لفظ کا نشان ملکی زبانوں میں کسی زمانہ میں نہیں پایا جاتا۔ ساتویں آٹھویں صدی کے بہت سے آثار اور کتابیں موجود ہیں۔ لیکن کہیں پر اسے اس نام سے یاد نہیں کیا گیا۔ بعض ناواقف مورخوں نے لکھ دیا ہے کہ یہ تیلیبار کی بگڑی ہوئی شکل ہے۔ حالانکہ تیلیبار کا اطلاق اُس عہد کے تمام مورخوں نے اس ملک پر کیا ہے جس پر صحیح طور پر ہونا چاہیے اور ممبر کو قطعاً جدا کر کے لکھا ہے۔

ایسی حالت میں صرف ایک ہی نتیجہ نکالا جاسکتا ہے اور وہ یہ ہے کہ یہ لفظ عربی زبان کا ہے جو عربی سیاحوں اور تاجروں کا رکھا ہوا ہے اس عہد میں مشرقی ہندوستان میں چین تک تقریباً تمام چہار زانی اور نجدت مسلمانوں ہی کے ہاتھ میں تھی اس لئے اُن کی

بدولت اس ملک کا نام یہی مشہور ہو گیا۔

اگر یہ مان لیا جائے کہ یہ لفظ عربی زبان کا ہے تو معبر کے معنی ”جلے گدازا کرانہ دریا“ یعنی گھاٹ ہوتے ہیں۔ عُبْر النہر بمعنی کرانہ جوی اور عُبْر الوادی بمعنی کرانہ رود استعمال ہوتے ہیں اور عبور سمندر یا دریا سے پار اترنے کو کہتے ہیں یہ تمام الفاظ ایک ہی مادہ سے ہیں۔

اگر تصحیح ہے کہ یہ لفظ عربی زبان کا ہے تو دوسرا سوال یہ ہے کہ معبر کو مسلمانوں نے اس نام سے کیوں تعبیر کیا۔

اس کی وجہ بہت آسانی سے سمجھ میں آجاتی ہے اور اس کی تصدیق سب سے بڑھ کر البیرونی کے اُن الفاظ سے ہوتی ہے جو ہم نے اوپر نقل کئے۔ اُن الفاظ سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ چونکہ جزیرہ نمائے دکن کا یہ حصہ (جو بقول ابوالفداء راس کمارمی سے شروع ہوتا ہے) ساحل ہند سے جزیرہ سراندیب کو جانے کے لئے قریب ترین جائے گذر تھا اس لئے اس پر سب سے پہلے کا اطلاق کیا گیا۔ ابتداءً یہ نام جیسا کہ البیرونی کے بیان سے معلوم ہوتا ہے صرف انتہائی جنوبی گوشہ کے لئے استعمال ہوتا تھا جہاں مدور (جیسے البیرونی نے قانون سعودی میں اور امیر خسرو نے اپنی تصانیف میں منترہ لکھا ہے) واقع ہے لیکن مدور کی سلطنت اور قوم کے ساتھ ساتھ اس لفظ کا اطلاق رفتہ رفتہ تمام مشرقی ساحل پر ہونے لگا۔

ان حالات سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ آٹھویں صدی کے آغاز میں مسلمان دکن کے ساحل پر پھیلے ہوئے تھے جاہلیانہ آبادیاں موجود تھیں جن میں سے بعض قدیم الایم قائم تھیں ان ملکی مسلمانوں کے علاوہ عرب اور فارس کے مسلمان تجارت کی غرض سے بکثرت آمد و رفت رکھتے تھے اور بحری تجارت صدیوں سے مسلمانوں کے ہاتھ میں تھی۔ جس سے انھیں بہت بڑا فائدہ حاصل ہوتا تھا۔

لیکن اس سے بھی بڑھ کر اہم امر یہ ہے کہ دکن کی حکومتوں پر مسلمانوں کا گہرا سیاسی اثر بھی پڑ رہا تھا حتیٰ کہ اس عہد میں سر کی وزارت مسلمانوں کے ہاتھ میں تھی اور اس ملک کے بہترین بندرگاہ پٹن - ملی پٹن (نیگاپٹن) اور قایل (کایل) مسلمان وزیر کی جاگیر میں تھے۔ تجارت و درآمد و برآمد مسلمانوں کے ہاتھ میں تھی۔ سلطنت کے سیاہ و سفید کے وہ مالک بنے ہوئے تھے۔ ملک کا اندرونی انتظام ان کے ہاتھ میں تھا اور سلطنت کی خارجی تعلقات انہیں کی دوسرے طے ہوتے تھے۔ فوج میں انکی معتد بہ تعداد موجود تھی۔ غرض وزارت، تجارت، اور سفارت پر مسلمان قابض ہو چکے تھے اور فوج میں بھی وہ کافی تعداد میں شامل تھے۔ یہ تمام حالات تفصیل سے بیان کئے جانے کے قابل ہیں۔ جنہیں ہم کسی آئندہ اشاعت میں درج کریں گے اس کے ملاحظہ سے ناظرین کو ثابت ہوگا کہ اگر شمالی ہند سے فتوحات شروع نہ ہو جاتیں تو بھی یہ ممکن تھا کہ مسلمان ہند کے راستہ سے دکن کو فتح کر کے وہاں اپنی سلطنت قائم کر لیتے۔

سلاطین قطبشاہیہ کے تعلقاً خاز

اور اس کا اثر

(نوشتہ مولوی سید علی اصغر صاحب بلگرامی)

سلطان قطب شاہ اول کی تخت نشینی (۱۵۱۸ء) سے سلطان محمد قلی قطب شاہ پنجم کی وفات (۱۶۱۲ء) تک سلاطین قطبشاہیہ نے آزادی اور خود مختاری کے ساتھ دکن میں حکومت کی۔ جنوبی ہند کے راجگان اور دکن کے دیگر سلاطین سے وقتاً فوقتاً آپس میں آویزش ضرور رہی لیکن ان باہمی قضیوں کے طے کرنے کے لئے شمالی ہند کی سلطنتوں سے کوئی امداد یا مداخلت کا موقعہ نہیں آیا بلکہ دکن کی ہمایہ سلطنتیں ہی ہمیشہ ان خانہ جنگیوں کا تصفیہ کرتی رہیں۔

قطب شاہی سلاطین میں سب سے پہلے سلطان ابراہیم قطب شاہ نے بہ لحاظ اتحاد مذہبی ایران کے سلاطین صفویہ سے رابطہ اتحاد قائم کیا لیکن ان تعلقات کا کوئی خاص اثر ملک کی سیاسی حالت پر رونما نہیں ہوا۔ تمدنی نقطہ نظر سے ایران سے تعلقات قائم کرنے کا یہ اثر ضرور ہوا کہ ایرانی ارباب کمال اور ایرانی مصنوعات کی درآمد دکن میں بہت آزادی کے ساتھ شروع ہو گئی اور دونوں سلطنتوں کی سفراء کی آمد و رفت کا سلسلہ آغاز ہو گیا۔

سلاطین قطب شاہیہ کی عنان توجہ پورے انہماک کے ساتھ دکن پر اس وقت
 منعطف ہوئی جبکہ نظام شاہی سپہ سالار ملک غنبر جہانگیری فوج سے برسرِ پیکار ہوا تھا
 اور ۱۶۱۵ء میں شاہ نواز خاں اور یعقوب خاں کی کوشش سے غنبر نے شکست کھا کر
 دولت آباد میں جا کر دم لیا چنانچہ ملک غنبر کے قطعی استیصال کی خاطر ۱۶۱۵ء میں
 بادشاہ جہانگیر نے شاہزادہ خرم (شاہجہاں) کو دکن کی مہم پر مامور کیا۔ یہاں کے
 سربراہ اور دہ سلاطین میں اس وقت ابراہیم عادل شاہ بیجا پور اور محمد قطب شاہ
 گولکنڈہ تھے۔ شاہزادہ خرم نے ازراہ دوراندیشی ان دونوں بادشاہوں کو فراہم کرنے
 کے لئے اپنے ایلچی روانہ کئے چنانچہ افضل خاں سپہ سالار اور راجہ بکراجیت کو بیجا پور کی
 طرف اور ستم خاں عرف میر کی اور رائے جادو داس کو گولکنڈہ کی جانب فراہم کرنے
 ساتھ روانہ کیا۔ ان فراہم میں ان سلاطین سے بہت کچھ وعدے وعید کئے گئے اور فوج
 مغلیہ سے برسرِ پیکار ہونے کی خرابیوں کو ظاہر کر کے بالآخر اشعارِ دل بھی ایسے بوج کئے گئے
 دو مسلہ زیک شمع دارم یہ چنگ کی نور صلیح و دگر نارِ جنگ
 بود نور صلیح سبستاں و سرور دلی نارِ جنگم بود حسانہ سوز
 بیجا پور میں ان مغلیہ سفراء کی کس طرح آؤ بھگت ہوئی اور کس قدر مشکیش
 و تحائف و ماں سے بھیجے گئے یہ امور ہماری موضوع سے خارج ہیں اس لئے ہم ان سے
 صرف نظر کرتے ہیں۔

جب میر کی اور جادو رائے ۵ رجب المرجب ۱۰۲۶ھ کو وارد حیدر آباد ہوئے
 تو سلطان محمد قطب شاہ نے بنفس نفیس ان سفیروں کی کئی کوس تک پیشوائی کی اور
 فرمان شاہی کو سرور رکھ کر سفراء کی اغزاز و تیربانی میں کوئی دقیقہ نامرعی نہ رکھا اور ان
 سفراء کے توسط سے پندرہ لاکھ روپیہ کا مشکیش شاہزادہ خرم کے پاس بھیجا۔ شاہزادہ بیجا پور
 و حیدر آباد کی مشکیش کو لے کر جبکی مقدار پچاس لاکھ روپیہ ہوتی تھی باپ کے پاس بھیجا

اور اس حسن خدمت کے صلہ میں ہی ہزار میسبت ہزار سوار کا منصب اور شاہ جہاں کا خطاب پایا اور دربار شاہی میں کرسی پر بیٹھنے کی اجازت مرحمت ہوئی۔ اس کے بعد جب شہر یار پسر جہانگیر کے ساتھ نور جہاں نے اپنی وہ لڑکی جو شیر افکن کے صلب سے تھی بیاہ دی تو اُس نے شاہ جہاں کے ضعف اور شہر یار کے عروج کی تدابیر کرنی شروع کیں اور ان اثرات کی بدولت جو جہانگیر پر اس کو حاصل تھے آخر الامر نور جہاں نے باپ کو بیٹے (شاہ جہاں) سے بالکل یہ بظن کرادیا۔ یہ وقت شاہ جہاں کے لئے اس قدر نازک آگیا تھا کہ اس کے جو معتمد اور قوت بازو تھے وہ تک بادشاہ کی ناراضی کے خوف سے یکے بعد دیگرے اُس سے کنارہ کش ہونے لگے شاہ جہاں اپنی جان بچاتا ہوا قطب شاہی عملداری کو عبور کر کے پھلی پٹن چلا آیا۔ اس موقع پر سلطان محمد قطب شاہ ششم نے اپنے علاقہ کے ہر مقام پر شاہ جہاں کی شایان شان ہمانداری کی اور جب شاہ جہاں بخیر و عافیت پھلی میں پہنچ گیا تو اس کے پاس معقول رقم بطور پیشکش بھیجی شاہ جہاں اس میں سلوک سے سلطان محمد قطب شاہ کا بہت شکر گزار رہا۔ چنانچہ سلطان محمد قطب شاہ کی وفات (۱۰۳۵ھ/۱۶۲۶ء) پر ادائیگی مراسم تعزیت و تہنیت کے لئے انہی عمدہ تعلقات کی بنیاد پر شاہ جہاں نے اخلاص خاں فرزینی کو مکتوب تہنیت اور تبرکات شایانہ کے ساتھ سلطان محمد قطب شاہ کے پاس بھیجا تھا۔ اس واقعہ کے دو ہی سال کے بعد (۱۰۳۵ھ/۱۶۲۶ء) میں خود شاہ جہاں صاحبقران ثانی کے لقب سے اوزبک نشین ہند ہوا اور چند سال تک داخلی اسوئطنت کے انصرام کے بعد (۱۰۴۵ھ/۱۶۳۶ء) میں شاہ جہاں ان سلاطین پر اپنا اثر و اقتدار قائم کرنے کی جانب متوجہ ہوا جن کے حالات سے وہ بحالت شاہزادگی کما حقہ باخبر ہو چکا تھا۔ سلاطین قطب شاہیہ کی نسبت خصوصاً یہ بات الم نشرح تھی کہ ایران کے شاہ عباس صفوی سے ان کے تعلقات بہت استوار ہیں چنانچہ جب خیرات خاں سرزوب کو لکھنؤ (۱۰۳۵ھ/۱۶۲۶ء) میں سلطان محمد قطب شاہ کی جانب سے مکتوب اور تحف

وہدایا لے کر ایران جارہا تھا تو اس کی اطلاع پا کر بندر سورت سے شاہ جہاں نے خیرات خاں کو آگرہ طلب کر کے خود بھی ایک خط شاہ عباس صفوی کے نام خیرات خاں کے حوالہ کیا تھا اس کے علاوہ یہ بات بھی کسی سے چھپی ہوئی نہ تھی کہ قطب شاہ مذہب اثنا عشری کا پیرو تھا اور اسی طریقہ کے مراسم عہد سلطان علی قطب شاہ اول سے حیدر میں علانیہ ادا ہوتے تھے اور خطبہ میں بجائے شامان ہند کے شاہ عباس ایران کا نام لیا جاتا تھا۔

شاہ جہاں نے اپنی قوت و جبروت اور عبادت قطب شاہ کی کمزوریوں کا صحیح اندازہ کر کے ایک فرمان ملا عبد اللطیف فردینی دیوان تن کے ہمراہ حیدر آباد روانہ کیا جس میں اس بات پر اصرار کیا گیا کہ صحابہ کرام کو برا بھلا کہنے کی رسم کو موقوف کیا جائے

۱۔ سلطنت قطب شاہیہ میں اثنا عشریہ کی ترویج کے متعلق صدر جہاں صاحب مرغوب القلوب نے سلطان علی قطب شاہ اول کی زبانی حسب ذیل عبارت نقل کی ہے۔

”الحال قریب ثبوت سال باشد کہ شب در روز با کافران غرامندہ بہ توضیح
 اللہ تعالیٰ از سرحد و رنگ تا بندر پھلی مین و راج بندری قریب شصت ہفتاد
 قلعة و حصار رینہ و مستحکم بغیر ہشیر آبدار بہ تصرف اولیای دولت ابد پیوند
 در آدرہ ام و ایں فتوحات عظیمہ از مین و برکت آمنت کہ روزیکہ ابتدائی
 تسخیر مالک کفار نمودم با خود نذر شرعی کردم کہ اگر حق تعالیٰ مارا بخت مست قوتی
 الملک من تشاد مشرف گرداند خطبہ والا تہیہ دوازده امام علیہ السلام در تمام قلمرو
 خود اصرار نمودہ مذہب بحق و صبی خیر البشر دایمہ اثنا عشریہ را دریں مملکت
 کہ ہرگز بوجہ کشن اسلام بہ مشام ایںاں نرسیدہ رواج دہم و قوع این حال
 قبل از ظہور شاہ اسمعیل در رواج مذہب جعفری در مملکت ایران است تا کسی
 را بخاطر نرسد کہ من تقلید آن شاہ خفراں پناہ کردہ ام بلکہ در زمان سلطنت
 سلطان یعقوب صفیہ خاطر را بہ بہر ہر ائمہ اثنا عشر علیہ السلام ملوک گردانیدہ ام
 و مذہب شدید شیعہ مذہب آباد اجداد عظام ما است“
 (تاریخ سلطان محمد قطب شاہی علی)

اور خطبہ میں بجائے شاہ ایران کے شاہ جہاں بادشاہ ہندوستان کا نام داخل کیا جائے۔
 اور پیشکش و تحائف کا بھی مطالبہ کر کے سلطان محمد قطب شاہ مرحوم کی خوشی اعتقادی
 کے صلہ میں سلطنت گو لکنڈہ سلطان عبداللہ کے نام بشرط طاعت و وفاداری بحال
 برقرار رکھنے کا وعدہ کیا گیا تھا اور آخر میں یہ تہدید کی گئی تھی کہ اگر ان احکام کی تعمیل
 تعمیل نہیں ہوئی تو ملک دکن پر افواج شاہی کو مسلط کر کے ان احکام کی تعمیل کرائی
 جائے گی۔ یہاں عبارت اس فرمان کی ایسی ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ ایک
 شہنشاہ اپنی ایک باجگذار رئیس کو غایت نامہ لکھ رہا ہے اور اس امر کا اس کو بخوبی
 اطمینان ہے کہ مخاطب میں تاب مقاومت و سربازی نہیں ہے۔ چنانچہ سنن
 متذکرہ صدر حرب ذیل ہے :-

”ایالت و امارت پناہ ارادت و عقیدت دنگاہ، عمدہ اماجد کرام
 سلالہ اکارم عظام، نقادہ خاندان عز و علاء و دودمان مجد و اعلیٰ
 زبدہ مخلصان صلاح اندیش، خاصہ متخصمان سعادت کیش، مورد الطاف
 شاہنشاهی، مصدر آداب خیر خواہی، جوہر مرآت صفا و صفوت،
 فروغ ناصیہ دولت و رفعت سزاوار عافیت بیکراں المخصوص
 بغایت الملک المنان، قطب الملک بشمول غایات بادشاہانہ مستطہر
 بودہ بدانکہ چون مابدولت و اقبال بادشاہ اسلام و مروج دین
 مبین حضرت سید انام علیہ و علی آلہ و اصحابہ صلوات اللہ علیہ
 العلمام موید و مروج مذہب اہل سنت و جماعت، برا و واجب است
 کہ در ہر جا کہ حکم اشرف اقدس ما جاری باشد، شریعت غرا و ضوابط
 ملت بیضار را جاری سازیم و آثار بدعت و ضلالت را محو فرمایم۔
 بسامع جاہ و جلال رسیدہ کہ در ملک آن قطب فلک شوکت،

علی رکوس الاشهاد سب اصحاب کبار که آیات قرآن مجید و قرآن
 حمید دلالت میکند بر فضل ایشان و اخبار و آثار صحاح شهادت میدهد
 بر علو درجه و سمو مرتبه آن بزرگان رضی الله تعالی عنهم و بافضایل
 صوری و معنوی ایشان قرابت قریبه حضرت رسالت صلوات الله
 و سلامه علی آلہ و اصحابه حمین فراهم آمده، می نمایند و آن ایالت
 پناه منع نمی کنند و به سران اعمال بنی رسانند، بنا بر این از روی
 ارشاد حکم میفرماییم که از ملک خویش امر قبض و فعل شتیع بر طرف
 گردانند و اگر بد بختی از لی سعادتی مرکب شود او را سیاست نماید
 و اگر چنین نخواهد کرد در رضا مندیش باین معنی بوصوح خواهد پیوست
 درین صورت بر ما لازم است که در مقام تنجیر آن ملک شویم و مال
 و اهل آن ولایت را بر خود حلال و اینم دخول آنها را بدر شتایم
 دیگر بعضی رسید که خطبه را در آن ملک بنام فرمان روای ایران
 میخوانند، هرگاه آن ولایت پناه و دعوی مریدی نموده یا مشد
 با فرمان روای ایران چه رجوع دارد، باید که بعد ازین نام فرمانروای
 ایران در خطبه مذکور نشان زد، و در آن ملک خطبه بنام نامی و القان
 سامی یا مزین باشد دیگر مبلغی کلی از بابت پیشکش آن ایالت و
 شوکت را باید داد چنانچه تفصیل آن از اوراقی که بدستخط دیوانیان
 کرام رسیده و همراه این فرمان عالی شان فرستاده شد معلوم خواهد
 شد، آن را ادا نماید، چون ضرور بود که فهمیده معتمدی را بآن
 صوب نفرستیم تا مقدمات مسطورہ را خاطر نشان آن شوکت و سگنا
 کند و اعلام نماید که مابودت و اقبال نظر بوجو را خلاص و صدق

اعتقادی که پدر آن ایالت پناه سلطان محمد قطب الملک مرحوم خدمت ما داشته
 و خدمتی که ازاں مرحوم بوقوع آمده، این غایات بادشاهانه نسبت بآن قطب فلک
 ایالت می فرماییم و آن ملک را با و محترمت می نمایم و مقرر می کنیم بشرط اتقائات
 بر جاده دولت خواهی و اطاعت و انقیاد احکام جهان مطاع عالم مطیع واداء
 مطالبات سرکار خاصه شریفه بعد از این ضرری از اولیای دولت قاهره بآن
 ملک نرسد، و در عوض مبلغ مذکور جواهر نفیسه و مرصع آلات ثمنیه و فیضان عجب
 کتان نامی مثل واک سمندر و بشیر که پدر او بعنوان پیشکش فرستاده بود و دیگر
 تحف و هدایا از امارت دستگاه گرفته روانه درگاه والا گردد و لهذا مستحق کارگاه
 ملا عبداللطیف را که از بندگی روشناس این درگاه خلایق پناه است با آنکه خدمت
 دفتر تن داشت و بودن آن لایق التناهیست در رکاب ظفر ناب لازم بود پیش
 آن ایالت و شوکت پناه فرستایم و تهرارشادی که آن قطب فلک ایالت و اہبت
 را با لیت نمودن بزیان آن معتمد و اهل فرموده ایم، بموجب آنچه درین فرمان عالیشان
 حکم شده و بہر چیز بانی ارشاد فرموده ایم عمل نماید و این پیشکش را آنچنان ترتیب داده
 مصحوب مشارالیه روانه سازد که در ایام نوروز عالم افروز در دولت آباد از نظر
 اشرف بگذرد و نقاسات جواهر و خوبی فیضان پیشکش مذکور بعنوانی باشد که بحرانی خود
 آن نصفت و دستگاه ازین جهت شود و یقین داند که اگر توفیق قبول این
 احکام نیافت و باین ارشاد مسترشد نگشت و پیشکش مذکور را بروشی که حکم جهان
 مطاع واجب الاتباع شرف صدور یافته، روانه درگاه فلک اشتباه که سالک
 اقبالیم سبب را الما و پناه است نگردانید، افواج قاهره دعا کر منصوره بآن
 ملک خواهد درآمد. در آن هنگام آنچه بآن ملک و اہل آن ملک برسد از
 نتایج اعمال خود دانند.

(باقی)

مشہور موج خانیوں کا کتبہ

پایگاہ نواب سرخوردیہ جاہ بہادر کے تعلقہ نرسا پور میں

نوٹہ سید احمد اللہ قادری

یہ کتبہ اب سے تقریباً چوبیس سال پہلے معرض تحقیق میں آیا ہے اور اس کے دریافت ہونے کی سرگذشت یہ ہے کہ ۱۹۰۲ء میں گورنمنٹ آف انڈیا نے سر ولیم ہنٹر کے گزیٹر کی تصحیح و ترمیم کرنی چاہی اور اسے جدید معلومات کے اضافہ کے ساتھ از سر نو مرتب و تدوین کرنا چاہا۔ ہندوستان کے گوشے گوشے سے مقامی حالات طلب کئے۔ اس تحریک کی بنا پر سرکار عالی نے بھی تدوین گزیٹر کے لئے ایک محکمہ قائم کیا اور اس کی ہدایات کے موافق اضلاع کے عہدہ داروں نے معلومات جمع کرنا شروع کئے۔ پانگاہوں میں بھی فراہمی حالات کا آغاز ہوا۔ نرسا پور کے تحصیلدار نے اپنے تعلقہ کی نسبت ایک رپورٹ لکھی جس میں وہاں کے جغرافیائی کوائف اور تاریخ و آثار قدیمہ کے حالات تفصیل کے ساتھ درج کئے اور اسے ۳۰ جولائی ۱۹۰۵ء کو معتمد پایگاہ کے یہاں ارسال کیا۔ چنانچہ یہ رپورٹ محکمہ مستدی کی مثل نشان (۱۲۶) بابۃ ۱۳۱۲ صیفہ مال نسبت فراہمی مواد گزیٹر میں موجود ہے اور اسی سے یہ کتبہ اخذ کیا گیا ہے۔

نرسا پور حیدرآباد سے جانب شمال (۳۵) میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ منعم خاں ہمدانی نے سوانح دکن کے نام سے نواب میر نظام علی خاں بہادر آصف جاہ ثانی دہشتہ ۱۱۸۸ھ

کے عہد میں دکن کا ایک تاریخی جغرافیہ مرتب کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے زمانہ میں اس کو سلطان پور کہا کرتے تھے یہ سرکار میڈک کا ایک زر خیز پورگنہ تھا اور اس سے سالانہ اسی ہزار روپیہ کی آمدنی تھی۔ اس منصب میں قدیم زمانہ کی بنی ہوئی ایک مسجد ہے۔ اس کے عقب میں ایک عالیشان کتواں ہے جسے خانی خاں نے سنہ ۱۱۴۲ھ میں تعمیر کیا ہے یہ کتبہ اسی کے سال تعمیر سے تعلق رکھتا ہے۔ اور زینہ کے بالائی حصہ میں کندہ ہے۔

خانی خاں عہد مغلیہ کا نامی گرامی مورخ گذرا ہے اس کا نام محمد ہاشم بن آبا و اجداد خوف کے رہنے والے تھے جو خراسان میں مینا پور کے قریب واقع ہے۔ اور اسی سے خوب ہو کر اس کا لقب خانی خاں یا خوانی خاں مشہور ہو گیا تھا۔ محمد شاہ بادشاہ دہلی ۱۱۳۱ھ سے ۱۱۶۱ھ کے عہد میں جب نواب نظام الملک آصف جاہ دکن کے صوبہ دار مقرر ہوئے تو بادشاہ نے خانی خاں کو دکن کے چھ صوبوں کا دیوان کل بنکار ان کے ہمراہ کر دیا اور اسی زمانہ سے اس نے اپنا لقب محمد ہاشم خانی خاں نظام الملکی اختیار کیا۔

خانی خاں نے منتخب اللباب کے نام سے ہندوستان کی جو تاریخ لکھی ہے وہ تین جلدوں میں منقسم ہے پہلی جلد میں مسلمانوں کے فتح ہندوستان سے لودھی خاندان کے انقراض تک سلاطین دہلی کا تذکرہ ہے دوسری جلد میں بابر بادشاہ کی تخت نشینی سے محمد شاہ کے بارہویں سال جلوس تک شامان مغلیہ کے حالات ہیں۔ تیسری جلد دکن سے تعلق رکھتی ہے اس میں سلاطین بہمنیہ اور اس کے جانشین خاندانوں کے تاریخی واقعات ہیں اسکی پہلی دو جلدیں سنہ ۱۱۴۱ھ میں بہ مقام دہلی مرتب ہوئی تھیں اس کے بعد ۱۱۴۲ھ تک بارہ سال کے حالات مصنف نے دکن میں آنے کے بعد اضافہ کئے۔ تیسری جلد بھی قریب قریب

اسی زمانہ میں سنہ ۱۱۴۱ھ اور ۱۱۴۲ھ کے مابین تمام کی اس تاریخ میں عالمگیر ۱۰۶۸ھ سے ۱۱۱۸ھ اور اس کے جانشین بہادر شاہ دہلی ۱۱۱۸ھ سے ۱۱۲۲ھ اعظم شاہ دہلی ۱۱۱۹ھ سے ۱۱۶۰ھ

جہاں دار شاہ (۱۱۲۲ھ - ۱۱۴۵ھ) فرخ سیر (۱۱۲۵ھ - ۱۱۳۱ھ) اور محمد شاہ کے
 عہد حکومت کے چشم دید حالات خوب شرح و بسط سے لکھے ہیں جس کی وجہ سے عہد
 حکومت مغلیہ کے دور آخر کی نسبت یہ بہترین تاریخ تسلیم کی گئی ہے۔ اور ہندوستان
 و یورپ کے تمام مورخین نے اس دور کے حالات بالعموم اسی کتاب سے اخذ کئے ہیں
 اس تاریخ کی پہلی جلد نایاب ہے۔ دوسری اور تیسری جلد کو کلکتہ کی ایشیاٹک سوسائٹی
 نے تین ضخیم ضخیم جلدوں میں چھپوا کر کتب ہند یہ کے سلسلہ میں شائع کیا ہے۔
 خانی خاں کا کتبہ جس کا ذکر اوپر آیا ہے۔ ذیل میں درج ہے :-

چشمہ شیریں دریں قصبہ نہ بود	کز زلالش تشنہ رالرب تر بود
ساخت خانی خاں نہیں چاہ لطیف	موج آتش جسم راجو ہر بود
ماتنی گفت از پے تاریخ سال	چشمہ پاکیزہ از گوہر بود

۱۱ ۲۰

ملیبار

اور اس کے ساتھ
قدیم عربوں اور مسلمانوں کے تعلقاً

حکیم شریکس اللہ قادری کا لکچر جو مدراس یونیورسٹی کے زیر انتظام
۱۱ فروری ۱۹۲۸ء کو گورنمنٹ محمدن کالج مدراس کے لکچر ہال میں دیا گیا۔

ملیبار کے جغرافیہ کو الف

اہل عرب ہندوستان جنوبی کے مغربی ساحل کو ملیبار کہتے ہیں اس کے قدیم
نام جو کنٹری اور ٹائل کی قدیم تصنیفات میں ملتے ہیں کراٹھ اور ملیالیم ہیں۔
”ملے“ یا ”ملاے“ ڈراویدن زبانوں میں پہاڑ کو کہتے ہیں اور اس کی کسی قدر
بدلی ہوئی صورت ملایا سنکرت میں بھی مستعمل ہے۔

ملے کے آخر میں بار کے اضافہ کرنے سے ملیبار بنا ہے۔ ”بار“ فارسی زبان کا لفظ ہے
اس کے معنی ملک ہیں۔ ملے اور ملاے دونوں ایک ہی لفظ ہیں اور ان کے معنی جیسا کہ
ہم نے اوپر بیان کیا ہے کوہستان کے ہیں اس اعتبار سے ملابار کے معنی ہیں پہاڑی ملک۔
عرب کے جغرافیہ نویسوں میں سب سے پہلے شریف اوریسی (۱۵۴۳ء) نے اپنی
جغرافیہ میں جس کا نام ”زمہ المتشاق“ ہے اس نام کا ذکر کیا ہے اس کے بعد

عبد اللطیف بغدادی اور یاقوت حموی کی تصنیفات میں یہ نام اس طرح متعارف ہوا ہے۔
جیسا کہ دوسرے مشہور اور متداول نام درج ہیں۔

ایران کی فارسی تصنیفات میں یہ نام پہلے پہل وزیر رشید الدین فضل اللہ کی
جامع التواریخ میں نظر آتا ہے۔ فخر الدین بناکتی اور عبد اللہ و صاف کی تاریخوں میں بھی
جو جامع التواریخ کے بعد لکھی گئی ہیں یہ نام موجود ہے۔

ہندوستان کے مسلمان مصنفین میں غالباً سب سے پہلے امیر خسروؒ میں جنہوں نے
اس علاقے کا ذکر ملیبار کے نام سے کیا ہے چنانچہ ان کی منظومات میں یہ نام اس طرح
وارد ہوا ہے۔

بیہ نیازی اور کعبہ حستہ و خواہست بیاد ہیں کہ خرابشیں چوں ملیبارست
اوپر کے شواہد اور خود اس نام کی ترتیب سے ظاہر ہو رہا ہے کہ یہ نام ان بیاہوں
اور جہاز رانوں نے رکھا ہے جو ایران و عرب سے براہ خلیج فارس اس ملک میں آیا کرتے
تھے ان لوگوں نے اس کے علاوہ بعض دوسرے علاقوں کے نام بھی ایسے ہی رکھے ہیں
منجملہ ان کے ایک نام زنجبارست جس کے معنے ہیں ”زنجیوں کا ملک“ علیٰ ہذا القیاس
ہندو بار اوز کو بار بھی اسی نوعیت کے نام ہیں۔

عربوں کے یہاں اس ملک کا ملیبار کے علاوہ ایک اوز نام مشہور ہے۔ یعنی بلاد
اور یہ نام انہوں نے اس لئے دے رکھا تھا کہ سیاہ مرج (فلفل) یہاں کی مخصوص پیداوار
ہے اور وہیں سے اطراف عالم میں جایا کرتی ہے۔

چھٹی صدی تک مسلمان جغرافیہ نویس ملیبار کے حالات سے بہت کم واقف تھے
یہاں تک کہ اس کے موقع و محل سے بھی انہیں کافی واقفیت نہ تھی صرف اس قدر
جانتے تھے کہ ہندوستان کی ایک اقلیم ہے جس میں بہت سے شہر فاکنور، منجور
وغیرہ واقع ہیں اور یہاں سے فلفل تمام دنیا میں آتا ہے۔

اس زمانہ کے بعد اسلامی تاریخوں میں کمیسار کا ذکر صحت کے ساتھ ملتا ہے۔ رشید الدین فضل اللہ۔ فخر الدین بنگا۔ ابوالفدا حموی اور بالخصوص ابن بطوطہ جس نے ۷۲۳ھ میں اس ملک کا سفر کیا ہے۔ یہاں کے حالات صراحت کے ساتھ بیان کئے ہیں اور خالص مسلمانوں کے کوائف کو عمدگی کے ساتھ تحریر کیا ہے۔

رشید الدین کا بیان ہے کہ ملیبار۔ گواہ سے شروع ہو کر کولم پر ختم ہوتا ہے۔ اس کی مسافت تین سو فرسخ ہے ابوالفدا اور ابن بطوطہ نے بھی ملیبار کے یہی حدود بتائے ہیں۔ ابن بطوطہ کا بیان ہے کہ گواہ سے کولم تک، وہیں کی مسافت ہے۔ مارکو پولو MARCOPOLO نے لکھا ہے کہ ملیبار پہلی سے شروع ہو کر گجرات تک چلا گیا ہے۔ پر گیزیا حوں اور خصوصاً تھیونو THEVE NOT نے لکھا ہے کہ کنا نور سے اس کماری تک جو ملک واقع ہے ملیبار کہلاتا ہے۔

ملیبار کے ایک طرف جانب مغرب ساحل بحر اور دوسری طرف جانب مشرق مغربی گھاٹ کا سلسلہ پھیلا ہوا ہے اور دونوں کے وسط میں ملیبار کا علاقہ واقع ہے۔ مغربی گھاٹ کو ہستان کا ایک عظیم الشان سلسلہ ہے جو دریائے تابتی کی وادی سے شروع ہو کر اس کماری تک کم و بیش ایک ہزار میل تک چلا گیا ہے۔ ملیبار میں اس سلسلہ کوہ کی بلندی تین ہزار سے آٹھ ہزار فٹ تک پائی جاتی ہے اور شمال میں ساحل بحر اس سے بیس میل کے فاصلہ پر واقع ہے اس کے بعد جانب جنوب اس کی مسافت بتدریج بڑھتی گئی ہے یہاں تک کہ پال گھاٹ کے قریب اس کا بعد ساحل بحر سے ساٹھ میل ہو گیا ہے اور اس طویل سلسلہ میں صرف اسی جگہ ایک فصل پیدا ہو گیا ہے جس کی مسافت سولہ میل ہے۔ اور اسی درے سے اندرون ملک میں ریل داخل ہو کر مغربی ساحل پر گزرتی ہے یہ درہ ملیبار کے عین وسط میں واقع ہوا ہے اسی کے قریب اس گھاٹ کی ایک بلند چوٹی واقع ہے جس کا نام وے دن مالایا کونتر

ہے اور اس کی بلندی کم و بیش سات ہزار چھ سو فٹ ہے اس کے بعد جانب جنوب کو ہٹا
کا جو سلسلہ چلا گیا ہے اُس کا نام آتے ملیس یا جبل الفیل ہے اور اس پہاڑی سلسلہ کی
ایک بلند چوٹی پر کوڑے نال کا گرانی مقام واقع ہے جس کی صحت بخش آب وہو انیلر کی
سے بہت سمجھی جاتی ہے۔

ملیبار نہایت زرخیز سرسبز اور شاداب ملک ہے یہاں کی چھوٹی چھوٹی پہاڑیوں اور
اُن کی وادیوں میں انواع و اقسام کے قیمتی نباتات پیدا ہوتے ہیں اور اُن میں اکثر ایسے
ہیں جنکی پیدائش اس ملک سے مخصوص ہے۔ مثلاً سیاہ مرج۔ الائچی۔ جوز۔ جاوتری۔
لوتاک وغیرہ اور اُن کے علاوہ پان داپھنی۔ ناریل۔ چھالیہ۔ تھوہ۔ تیل اور سنکونا۔
بھی یہاں کثرت سے پیدا ہوتا ہے۔ کالی مرج اور پان خود رو اوتے ہیں۔ اسی وجہ سے
اسلامی سیاحوں نے اس علاقہ کا نام بلاد قفل اور معدن قبول رکھا ہے۔

یہاں کے جنگلوں میں قیمتی چوبنیہ کثرت سے پایا جاتا ہے بالخصوص بانس اور ساگون
کی نہایت افزا ہے۔ وان ریڈ VAN RHEEDE نے جو اس ملک کے ایک حصہ پر
دو چوں کی طرف سے گورنر ہو کر آیا تھا یہاں کی نباتات پر ایک ضخیم کتاب لکھی ہے جس کا
نام ہورتوس مالا بارکیوس HORTUS MALABARICUS ہے اس میں ۷۹۴
قسم کی اُن مختلف نباتات کا ذکر ہے جو ملیبار اور جنوبی ہند میں پیدا ہوتی ہیں اور یہ سب
پہلی کتاب ہے جو اس ملک کے نباتات پر یورپ میں لکھی گئی ہے۔

(۲)

ملیبار کی قدیم تاریخ

ہندوستان کے جنوبی خطہ میں جاب مسیح کی ولادات سے مدت پہلے تین ملطیں
قائم تھیں۔ پانڈیا، چولا، چیرا، پانڈیا کی حکومت انتہائی جنوب میں واقع تھی اس کے
سے یہ کتاب بارہ جلدوں میں مشتمل ہے یہ مقام اسٹرم طبع ہوئی ہے۔

مشرق میں وِیلار کے دریا سے پناہ تک ساحلِ معبر پر چولا خاندان حکمران تھا یہ چیرا
خاندان والے کوکن کے جنوب میں اس کماری تک ساحلِ مالابار پر برسرِ حکومت تھے
یہ تینوں سلطنتیں مسلمانوں کی فتوحات تک قائم تھیں اور جنوب کا قدیم تمدن انھیں سلطنتوں
کے سایہِ عاطفت میں نشوونما پایا تھا۔

چیرا خاندان کا ذکر آشوک کے کتبوں میں آیا ہے اور اس سے اس خاندان کی
تاریخی قدامت کا اظہار ہوتا ہے۔

چیرا خاندان کی تاریخ ابھی تک تاریخی میں ہے۔ پروفیسر کلیہارن
اور سندر رام پلے نے اس خاندان کے دو سو سے زیادہ کتبے فراہم کئے ہیں اور ان کی
مدد سے بارہویں صدی عیسوی تک اس علاقہ کا تاریخی مواد حاصل کیا ہے لیکن اس میں
کوئی دلچسپی نہیں ہے اور نہ اس خاندان کی سلسلہ وار فہرست معلوم ہو سکی ہے۔

پروفیسر کلیہارن کی تحقیقات کے موافق اس خاندان کا آخری راجہ چیردمن
پیر و مال ہے۔ اس نے قبولِ اسلام کے بعد عرب جانے کا ارادہ کیا تو حکومتِ ہندو مت
ہو کر مملکت کو اپنے سرداروں میں تقسیم کر دیا۔ ان جدید حکمرانوں میں کالیکوٹ کے سامی
نے بعد میں چل کر خوب شہرت حاصل کی۔ ایک قدیم مقامی روایت کے موافق سامری
خاندان کا آغاز اس طرح پر ہوا ہے کہ چیردمن پیر و مال نے جب اپنی سلطنت اپنے
مختلف سرداروں میں تقسیم کر دی تو اس کے بعد ایک سردار حاضر ہو کر اپنے لئے راجہ
سے ملک کا طالب ہوا اس وقت راجہ کے پاس تلوار کے سوا کوئی اور چیز موجود نہ تھی
روبر و ایک مرغ کھڑا بانگ دے رہا تھا راجہ نے تلوار سردار کے حوالہ کر دی اور کہا کہ
مرغ کی آواز جہاں تک جائے اس قدر علاقہ پر اس تلوار کے زور سے قبضہ کر لے۔ اس حکم
کے بعد سردار نے جس قدر ملک پر قبضہ کر لیا۔ اس کا نام کالی کوڈ پڑ گیا جس کے معنی
ہیں مرغ کی حکومت۔

مونیخ نے اس جدید خاندان کا لقب سامری بیان کیا ہے۔ یہ لفظ ملیا لم زبان کا ہے اور اس کی اصل اس طرح پر بیان کی ہے۔ ساموری۔ ساموتری۔ ساموری۔ ساموتری۔ یہ سب الفاظ ساموندری کی نسخ شدہ صورتیں ہیں جس کے معنی ہیں ملک البحر یا سمندر کا بادشاہ۔ کالی گوڈ کی حکومت بھی چونکہ ساحل سمندر پر قائم ہوئی تھی اس لئے یہاں کے راجاؤں نے اپنے لئے یہ لقب اختیار کیا تھا یہ لقب اسلامی تاریخوں میں دسویں صدی ہجری کے بعد متعل ہوا ہے اور سب سے پہلی کتاب جس میں یہ نام آیا ہے تحفۃ المجاہدین ہے اور مونیخ فرشتہ نے اپنی تاریخ میں اس لقب کو اسی کتاب سے نقل کیا ہے۔

دسویں صدی ہجری سے پہلے جو مسلمان سیاح اس ملک میں آئے تھے انہوں نے یہاں کے راجہ کا لقب زمیور لکھا ہے اور شہور مونیخ ابو الحسن مسعودی نے جس کا انتقال ۳۷۰ھ میں ہوا ہے اس علاقہ کو زمیور کی عمارت کے نام سے موسوم کیا ہے۔ مسلمانوں کی رہنمائی سے پرتگیزیوں نے جب اس ملک میں قدم رکھا تو انہوں نے بھی یہاں کے راجہ کیلے زمیور کا لقب استعمال کرنا شروع کیا جو کچھ عرصہ کے بعد تصرف پاکر زمیورن ہو گیا اور یورپین لٹریچر میں اب تک مروج متعل ہے۔

(۳) ملیبار سے قدیم عربوں کے تجارتی تعلقات

سکندر کبیر کے خروج سے صدیوں پہلے ملیبار میں عربوں کی آمد و رفت شروع ہو گئی تھی۔ ملیبار کی پیداوار خلیج فارس کی راہ سے سب سے پہلے عرب کے جنوبی ساحل پر پہنچتی تھی۔ پھر یہاں سے عربوں کے کاروان میں و حجاز سے گذرتے ہوئے ان اجناس کو شام میں تد مور اور مصر میں اسکندریہ تک پہنچاتے تھے یورپ کے تاجران مقام سے اس سامان کو حاصل کر کے اپنی تجارت گاہوں میں داخل کیا کرتے تھے۔ غرض کہ قدیم زمانہ میں ہندوستان اور یونان و روم کے مابین جو تجارت ہو کرتی تھی اس کا توسط

عرب اور ان کے بعد مصر و شام کے باشندے تھے۔

عرب میں ملیبار کی تجارت کامرکز مدینہ طہارہ تھا جو حضرت موت کے ساحل پر واقع اور یہاں کے تجارتی واسطہ ملیبار سے تجارت کیا کرتے تھے یہ ہی وجہ ہے کہ اس شہر میں اور اس کے اطراف ملیبار کے اکثر درخت اب بھی پائے جاتے ہیں مثلاً نابریل فلفل قبول و غیرہ۔

عہد عتیق کے مقدس صحیفوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانہ میں بنی اسرائیل نے بھی ملیبار سے تجارتی تعلقات پیدا کئے تھے چنانچہ ملوک اور ایام کی کتابوں سے پایا جاتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے عہد حکومت میں دو بحری مہمیں اوفیر اور ترسیس کو روانہ کیا کرتے تھے۔ مقصد ان کا یہ تھا کہ وہاں سے سونا چاندی صندل کی لکڑی لے آتے، اور اور بندر لا۔ ترسیس کی مہم تین برس کے عرصہ میں واپس ہو کر تھی تھی۔ یہ طریقہ بنی اسرائیل میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے بعد بھی یہو سفط کے زمانہ تک جاری تھا اور خود یہو سفط نے بھی ایک مہم دس جہازوں کی ترسیس اور اوفیر کی جانب روانہ کرنے کے لئے تیار کی تھی لیکن قبل اس کے کہ بندر گاہ سے روانہ ہوتی ایک طوفان کے باعث تباہ و برباد ہو گئی۔

بنی اسرائیل کا بندر گاہ عصیوں جبر تھا جو بحر احمر میں خلیج عقبہ کے بالائی حصہ پر واقع ہے۔ اسی جگہ ان کے جہاز بھی تیار ہوا کرتے تھے اوفیر اور ترسیس کہاں واقع ہے۔ اس کی نسبت مدت سے اختلاف چلا آ رہا ہے۔ پروفیسر لاسین LASSEN اور جنرل کننگھام CANNINGHAM کی رائے میں اوفیر سے اسیرامراد ہے جس کا ذکر بطلیموس نے کیا ہے اور جو مہران (دریائے سندھ) کے ڈیلٹا میں آباد تھا۔ لیکن یہ رائے تورات کے بالکل خلاف ہے کیونکہ کتاب التکوین سے معلوم ہوتا ہے کہ اوفیر

بقطان کے بیٹے کا نام تھا باپ بیٹا اور اس کے دوسرے بھائی یہ سب عرب کے جنوب مشرق میں۔ میاں سفارت تک آباد ہوئے تھے۔ اس بنا پر ہم کو چاہئے کہ اوفیر کو جنوبی عرب میں تلاش کریں نہ کہ ہندوستان میں۔

عہد عتیق کے یونانی ترجمہ میں جس کو ستر یہودیوں نے اسکندریہ میں ترجمہ کیا تھا، سحر کتاب التکوین کے یہ نام جہاں کہیں بھی آیا ہے۔ وہاں اس کا تلفظ سوفیر $\Sigma\omega\phi\iota\epsilon\alpha$ اور سوفیر $\Sigma\omega\phi\iota\epsilon\alpha$ تحریر ہے اس بنا پر کہا جاسکتا ہے کہ حضرت موت کا مشہور شہر ظفار یا مین کا قدیم دارالحکومت سفالہ اس سے مراد ہے۔

ترسیس کے متعلق عام خیال یہ ہے کہ یہ شہر اشیائے کوچاک کے علاقہ قلیقیہ $CILICIA$ میں واقع تھا لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ بنی اسرائیل نے اس کی جانب جوں جوں روانہ کی تھیں وہ خلیج عقبہ اور بحر احمر سے گذرتی ہیں تو موجودہ رے کے خلاف اسکے موقع و محل کی نسبت ایک جدید رائے قائم کرنے کی ضرورت پیش آئی ہے۔

ترسیس سے حضرت سلیمان علیہ السلام کے یہاں جو سامان آیا ہے اُن میں صندل، مور اور بعض ایسے اشیاء ہیں جنکی پیدائش ہندوستان سے مخصوص ہے اور انکے عبرانی میں جو نام استعمال ہوئے ہیں اُن کا اخذ ڈراویدین الفاظ ہیں۔ اصل عبرانی میں مر کے لئے توکی טוקי درج ہے جو اہل زبان کے لفظ ٹوکی یا ٹوگی سے بلا کسی توسط کے عبرانی میں داخل ہوا ہے اور اس سے اس بات کا قطعی ثبوت ملتا ہے کہ بنی اسرائیل نے اس کو ساحل لمبار سے راست حاصل کیا تھا اور ترسیس بھی اسی ملک میں واقع تھا جو اب ناپید ہو کر فراموش ہو گیا ہے۔

اہل زبان میں چاول کو اُرسی کہتے ہیں یہ لفظ کسی قدر تصرف کے بعد عربی اور عبرانی میں آرز اور یونانی میں اروزا Oeoz ہو گیا ہے جناب یح سے چار پانچ سو سال پہلے عرب میں لمبار سے بکثرت چاول آیا کرتے تھے اور سوفالس

Sophocles کے زمانہ میں اہل یونان اس کو بہترین غذا سمجھ کر استعمال کیا کرتے تھے اور یہ سب باتیں اس امر کی دلیل ہیں کہ اہل عرب بنی اسرائیل اور اہل یونان چاول کو ملیبار سے حاصل کیا کرتے تھے۔

اہل عرب جن اجناس کی تجارت کیا کرتے ان کی نسبت اہل یونان و روم کو معلوم تھا کہ وہ ہندوستان کی پیداوار ہیں لیکن انھیں اس امر سے واقفیت نہ تھی کہ ہندوستان تک آمد و رفت کس راہ سے ہوا کرتی ہے قیصر گٹس Augustus نے جانبِ سیح سے بیس سال پہلے مصر کو فتح کر لیا تو اس کے باعث بحراِ احمر پر رومیوں کا قبضہ ہو گیا۔ اس واقعہ کے کچھ عرصہ بعد قیصر کلاودیوس CLAUDIUS کے زمانہ میں رومیوں کا ایک جہاز بحراِ احمر سے نکلا اور بادِ مخالف کی زد میں آکر ہندوستان کے جنوبی ساحل تک پہنچ گیا۔ اس وقت رومیوں کو معلوم ہوا کہ ساحلِ عرب کے کنارے کنارے ہو کر ہندوستان کو جانے کے عوض براہِ راست سواحلِ ہند تک آمد و رفت کر سکتے ہیں اس کے بعد مصر کے رومی تجاروں نے ساحلِ ہند پر آنا شروع کیا۔ ملیبار کا علاقہ ان کی تجارت کا مرکز قرار پایا۔ پلینی PLINY نے بیان کیا کہ اس وقت جو جہاز مصر سے نکلتے وہ ساحلِ ملیبار تک دو مہینے دس یوم میں پہنچ جاتے تھے فرس MUZIRIS اور پومار POMAR اس زمانہ میں ملیبار کے بارونق بندرگاہ تھے۔ یہاں سے رومی جہازوں پر ہندوستان کی اجناس لادی جاتی تھیں پہلی اور دوسری عیسوی صدی میں رومی باشندوں کی بہت بڑی تعداد ان دونوں بندرگاہوں میں آکر آباد ہو گئی تھی اور مرزس میں ان لوگوں نے قیصر گٹس Augustus کے نام سے ایک عالیشان مسجد بھی تعمیر کیا تھا۔ اٹل کے قدیم ادب میں ان نوار رومیوں کو یون کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔ چیرہ بادشاہوں کی محافظ فوج کے سپاہی جو اٹل نظموں میں زبردست یون اور

گوئیںگی طبعیوں کے نام سے موسوم ہیں ان سے یہی نو وار و مراد ہیں جو روم آکر یہاں کی فوج میں ملازم ہو گئے تھے۔

قدیم زمانہ میں مرجی کو اہل یورپ بڑی بڑی قیمتیں دیکر خرید کیا کرتے تھے یہاں تک کہ اس کی قدر و منزلت سونے سے بھی زیادہ سمجھی جاتی تھی۔ چنانچہ قوم گاتھ Gothi کے بادشاہ الریک Alaric نے جب رومیوں کو شکست دیکر ان سے ادا ان جنگ کا مطالبہ کیا تو اس میں تین سو نوڈ مرچیاں بھی شامل کیں۔ رومیوں نے ملیبار اور جنوبی ہندوستان سے جو تجارتی تعلقات قائم کئے تھے۔ وہ جناب سیج کی ولادت کے کم و بیش ڈھائی سو سال تک خوب رونق پر تھے مصر کے پطیموسی بادشاہوں کی سعی و کوشش سے ان تعلقات کو ترقی ہو گئی تھی اور اس تجارت کا مرکز مصر میں اسکندریہ بنا ہوا تھا۔ *Caracalla* میں کرکالا نے اسکندریہ میں قتل عام کرایا جس کے باعث شہر تباہ ہو گیا اور رومیوں کی تجارت کا جو سلسلہ اہل اسکندریہ کی وساطت سے جنوبی ہندوستان کے ساتھ قائم تھا وہ تباہ ہو کر کچھ عرصہ کے بعد بالکل سدود ہو گیا اور یہ تجارت حسب سابق پھر عربوں کے قبضہ میں آگئی۔ اور اس زمانہ سے پر تگیزوں کے ہندوستان میں آنے تک بے خوف و خطر اہل عرب اس تجارت کے مالک بنے رہے۔

عربوں کے جہاز جولانی اور اگٹ میں جبکہ ہوا کا رخ مشرق کی جانب ہوا تھا ساحل ملیبار کی جانب روانہ ہوتے تھے اور یہاں تین چار مہینے تک کاروبار انجام دینے کے بعد ڈسمبر یا جنوری میں وطن کو واپس چلے جاتے تھے اس زمانہ میں یہاں تیس سے چالیس دن تک طے ہوا کرتی تھی۔

(۴)

سوال سیار پر مسلمانوں کا وطن

جناب شایع اسلام علیہ السلام نے جب مکہ سے مدینہ کو ہجرت فرمایا تو اس تاریخ سے اشاعت اسلام کا دور شروع ہوا۔ سات آٹھ سال کے اندر اندر عرب کے سینکڑوں قبائل حلقہ اسلام میں شامل ہو گئے بڑے بڑے سرداروں نے اپنے وفود بھیج کر قبول اسلام کا اقرار کیا۔ یمن اور حضرموت کے ساحلی باشندے بھی سہلہ اور ستاہہ میں مطیع اسلام ہو گئے یہ سب تجارت پیشہ قبائل تھے اس زمانہ میں انکی بحری تجارت کمال عروج پر تھی اور ان کے جہاز ایران، مصر، سندھ، یلیبار، سیلان، ملایا، چین وغیرہ ممالک میں آیا جایا کرتے تھے۔ یہ لوگ تجارت کے لئے جس جس علاقہ میں پہنچے وہاں اسلام کی آواز کو بھی پہنچایا اور ان کے ذریعہ زمانہ سعادت ہی میں طہور اسلام کی کیفیت سندھ و ہند سے گذر کر جزیرہ سیلان تک پہنچ گئی۔

ایک مسلمان ایرانی جہاز راں بزرگ بن شہریار نے جو خلیج فارس کے شہر ہرمز کا باشندہ تھا۔ چوتھی صدی ہجری میں ایک کتاب اپنے بحری سفروں کے حالات میں لکھی ہے جس کا نام عجائب الہند ہے اس میں سیلان کا بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ سرزمین پ اور اس کے اطراف میں وہاں کے لوگوں کو جناب رسالت مآب صلیم کی نبوت کا حال معلوم ہوا تو انہوں نے ایک سمجھ دار آدمی کو عرب کی جانب روانہ کیا تاکہ آنحضرت صلیم کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کے اور آپ کی دعوت اسلام کے حالات دریافت کرے۔

یہ آدمی عرب میں اس وقت پہنچا جبکہ حضرت عمر بن خطاب منہ خلافت پر متمکن تھے۔ آپ سے جناب رسالت مآب صلیم کے حالات دریافت کئے اس کے بعد سرزمین کی جانب واپس ہوا لیکن راتہ میں بمقام کلران اس کا انتقال ہو گیا

اس کے ساتھ ایک ہندوستانی غلام تھا وہ سرندیب کو واپس آیا اور وہ تمام واقعات جو اُس نے دیکھے اور سنے تھے بیان کئے۔ جناب پیغمبر علیہ السلام اور حضرت ابوبکرؓ کے حالات سے بھی واقف کرایا۔ حضرت عمرؓ کی ملاقات کا بھی ذکر کیا اور کہا کہ وہ نہایت متواضع بزرگ ہیں۔ پیوند لگے ہوئے کپڑے پہنتے ہیں اور مساجد میں سوتے ہیں۔

اس واقعہ سے ظاہر ہے کہ پہلی صدی کے آغاز ہی میں اسلام کی آواز سوا ہند سے گذر کر سیلان تک پہنچ گئی تھی۔ قریب قریب اسی زمانہ میں یا اس کے کچھ عرصہ بعد ایسا ہی واقعہ یلیبار میں پیش آیا ہے۔ تحفۃ المجاہدین میں لکھا ہے کہ عرب و عجم کے چند فقراء ساحل عرب سے جہاز پر سوار ہو کر حضرت آدمؑ کے قدم گاہ کی زیارت کے لئے سرندیب کی جانب روانہ ہوئے ان کا جہاز سود اتفاق یا باد مخالف کے باعث ساحل یلیبار پر پہنچ گیا اور کرنگا نور میں ٹکرا انداز ہوا۔ اس شہر کے راجائے جو سامری کہلاتا تھا ان فقروں سے ہر قسم کی گفتگو کی اور ان کے مذہب و ملت کی نسبت بھی دریافت کیا۔ فقرائے بتایا کہ ہم لوگ مذہب اسلام کے پابند ہیں۔ اس پر راجہ نے کہا کہ میں نے یہودی اور نصرانی یا حوں سے سنا ہے کہ عرب امیران اور ترک میں یہ مذہب خوب رواج پایا ہے لیکن مجھے ابھی تک کسی مسلمان سے ملنے کا اتفاق نہیں ہوا تھا اگر تم اپنے پیغمبر کے حالات بیان کرو تو زیادہ بہتر ہے۔

ان فقراء میں ایک ذی علم اور صاحب فہم آدمی تھا اُس نے نبی اکرمؐ کے حالات اور معجزات اس طرح بیان کئے کہ راجہ نے متاثر ہو کر فوراً اسلام قبول کر لیا۔ لیکن اپنی قوم سے ہراسان ہو کر اسے نخی رکھا اور فقر کو بھی منع کر دیا کہ اس واقعہ کو کسی پر ظاہر نہ کریں اس کے بعد فقرا سرندیب کو چلے گئے اور کچھ عرصہ کے بعد وہاں سے واپس ہوئے تو راجہ نے ان کے ساتھ مکہ اور مدینہ کے سفر کا ارادہ کیا اور اپنے

اعیان و امرا کو جمع کر کے ریاست کے کاروبار اُن کے تفویض کر دے اور خود گوشہ نشینی کا عذر کر کے فقیروں کے ساتھ جہاز پر سوار ہو گیا اور جب یہ لوگ ساحل عرب پر پہنچے تو وہاں راجہ بیمار ہو کر فوت ہو گیا۔ انتقال کرنے سے پہلے اس نے اپنے رفعت اُگو وصیت کی کہ ملیبار میں جا کر دین اسلام کی اشاعت کریں پس اُن لوگوں سے شرف بن مالک مالک بن دینار اور مالک بن حبیب مسلمانوں کی ایک جماعت کو ہمراہ لے کر عرب سے ملیبار میں وارد ہوئے اور کئی جماعتوں میں تقسیم ہو کر مختلف شہروں میں آباد ہو گئے اور اُن عبادت کے لئے مساجد بھی تعمیر کر لئے۔ سب سے پہلے مالک بن دینار نے کرنٹکانور میں مسجد تعمیر کی۔ اس کے بعد کولم امہریلی ماراوی میں آکر دو مسجدیں بنائیں یہاں سے نکل کر جرفتن۔ درفتن۔ قنڈرینہ۔ چالیات۔ فاکنور وغیرہ میں آئے اور یہاں شہر میں ایک مسجد تعمیر کرائی۔ غرض کہ ان عربوں نے اس ملک میں آکر اسلامی نوآبادیات کی بنیاد ڈالی۔ مورخین نے اس واقعہ کا عہد وقوع اختلاف کے ساتھ بیان کیا ہے۔ فرشتہ کی رائے میں یہ واقعہ عہد رسالت میں سرزد ہوا ہے۔ ملیبار کے مسلمان بھی یہ ہی اعتقاد رکھتے ہیں لیکن تحفۃ المہاجرین میں لکھا ہے کہ اس کا کوئی ثبوت نہیں بلکہ اُن کی رائے میں یہ واقعہ دوسری صدی ہجری میں وقوع پذیر ہوا ہے۔

علمائے شرقیات کی تحقیقات کے موافق وہ راجہ جس نے اسلام قبول کیا ہر چہرہ خاندان سے تعلق رکھتا تھا اور چیرمن پیر و مل اس کا نام تھا جس کا مفصل حال ہم نے اوپر بیان کیا ہے۔

بعض مائل روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہاں کا مشہور مندر اور شنونڈیپ کا بادی شکر اچاری اسی چیرمن پیر و مال کے عہد میں گذرا ہے۔ ڈاکٹر برٹل Darnell کی تحقیق کے مطابق شکر اچاری کی ولادت سنہ ۱۶۵۶ء میں ہوئی ہے جو سنہ ۱۶۸۶ء مساوی ہے لیکن زمانہ حال میں یہ طے ہو رہا ہے کہ اس کا سنہ ولادت سنہ ۱۶۸۶ء

جو شہد سے مطابقت رکھتا ہے۔

اگر ڈاکٹر برنل کی تحقیقات صحیح مان لی جائے تو چیرومن پیرول جناب رسالت آب کا معاشرہ ثابت ہوتا ہے اگر جدید تحقیقات پر وثوق کیا جائے تو اس کا زمانہ دوسری صدی ہجری قرار پاتا ہے۔

اپریل گزنیٹر کے ایڈیٹروں کی تحقیق کے موافق چیرومن پیروال ۲۵۰
اگست ۲۵۰ء کو بغرم سفر ساحل ملیبار سے روانہ ہوا ۲۵۰ء کو ساحل عرب پر
پہنچا اور اس کے چار سال بعد ۲۵۴ء میں اس کا انتقال ہوا۔ اس بیان سے معلوم
ہوتا ہے کہ تیسری صدی کے اوائل میں یہ راجہ گذر رہا ہے اور اس کے رفقا، اسی صدی کے
اخیر ایام تک ملیبار میں وارد ہوئے ہیں۔

مالک بن دینار نے ساحل ملیبار پر جو ساجد سیر کئے تھے ان کے مقامات
ذیل میں درج ہیں۔

کدن کلور موجودہ زمانہ میں اس کو کزنکا پور کہتے ہیں۔ کوچین کے قریب ملیبار کے
جنوبی علاقہ میں ساحل بھر پر واقع ہے نہایت قدیم مقام ہے۔ بطلمیوس نے مرزس
کے نام سے اس کا ذکر کیا ہے۔ رومی اور عربی تجارتی پہلے زمانہ میں اسی شہر میں آیا کرتے تھے
”کولم“ اس کا ذکر رشید الدین، ابوالفداء، اور ابن بطوطہ نے بھی کیا ہے۔ سرحد
ملیبار کا اخیر مقام ہے۔

ہیلی ماراوی۔ ابوالفداء نے اس کو اس ہیلی لکھا ہے۔ رشید الدین نے
اس کا ذکر منجور اور سند رینا کے بیچ میں کیا ہے۔

جرفتن۔ ابن بطوطہ نے اس کا ذکر کیا ہے۔ ہیلی سے ۳ فرسخ کی مسافت پر واقع
تھا۔ گزنیٹر میں لکھا ہے کہ اس سے گنداپور مراد ہے۔

وہ قن ابن بطوطہ نے اس کا ذکر کیا ہے۔ گزنیٹر میں لکھا ہے کہ یہ مقام ملی چری

کے قریب آباد تھا۔

فخر نیا۔ اس کا ذکر ابو الفدا اور رشید الدین نے کیا ہے ساحل بحر کی بسیج
موجودہ زمانہ میں اس کو پندرانی کہتے ہیں اور یہ کالی کٹ سے جانب شمال سولہ
میل کے فاصلہ پر آباد ہے۔

چالیات ابو الفدا اور رشید الدین نے شالیات کے نام سے اس کا ذکر کیا ہے
ابو الفدا کے زمانہ میں یہاں یہودی قبائل آباد تھے۔ کالی کوٹ کے جنوب میں ساحل بحر پر آباد
فنا کنور۔ یا قوت جموی نے بھی اس کا ذکر کیا ہے۔ ساحل بحر کا شہر ہے موجودہ
زمانہ میں اس کو یکنور یا برکور کہتے ہیں۔

منجور۔ اس کا ذکر یا قوت ابو الفدا اور دوسرے عرب جغرافیہ نویسوں نے
بھی کیا ہے لیبار کا مشہور شہر ہے شمالی حصہ میں ساحل بحر پر آباد ہے موجودہ زمانہ میں
اس کو منگھور کہتے ہیں۔

ملیبار کی عزنی تاریخ (۵)

دسویں صدی میں ملیبار کے متعلق ایک کتاب عربی زبان میں تصنیف ہوئی جس کا نام
تحفۃ المجاہدین فی اخبار یرنگالین اسمیں اشاعت اسلام کی سرگذشت یرنگالیوں کی آمد اور ملکوں
کے ساتھ انخی لڑائیوں کا مفصل تذکرہ مرقوم ہے۔ صفحہ ۱۱ کے چار ابواب پر منقسم ہیں جنکی تفصیل ذیل
باب اول۔ اسمیں جہاد کے احکام مذکور ہیں۔ باب دوم اسمیں مسلمانوں کے آنے اور مذہب
اسلام کے رواج پانے کی مفصل تاریخ لکھی ہے۔ باب سوم۔ اسمیں بعض ہندو اقوام کے عبادات
اور رسوم بیان کئے ہیں۔ باب چہارم اسمیں یرنگیزوں کے آنے اور یہاں کے بعض مقامات
پر قابض ہو کر اپنی حکومت قائم کرنے کا مفصل تذکرہ مرقوم ہے۔

جرجی نیدان۔ نے اس کے مصنف کا نام زین الدین بصری لکھا ہے ان کے

اجداد معبر کے باشندے تھے علی ابن احمد معبری نے معبر سے نقل مقام کیا اور یلیا بر میں کر جنوبی علاقہ میں سکونت پذیر ہوئے انکے فرزند شیخ زین الدین معبری ۱۲ شعبان ۸۹۲ھ کو کوشن (کوچین) میں پیدا ہوئے اور ۲۶ برس کی عمر میں ۱۶ شعبان ۹۲۸ھ کو فونان (فونانی) میں انتقال کیا۔ لکن فرزند عبدالغفری تھے جن سے زین الدین ثانی تولد ہوئے یہی بزرگ تحفۃ المجاہدین کے مصنف ہیں اور انھوں نے اپنی یہ کتاب سلطان علی عادل شاہ اول والی بیجا پور کے نام پر تصنیف کی ہے دادا اور پوتے دونوں صاحب تصنیف و تالیف ہوئے ہیں اور انکی متعدد تصنیفات مصر میں چھپکر شایع ہو گئی ہیں۔ زین الدین اول کی تصنیف سے تصوف میں ایک منظوم رسالہ بلاد مصر و تمام میں بہت قبول ہوا ہے جو ارجوزہ کے نام سے مشہور ہے ایک میں بولاق میں طبع ہوا ہے اس کے علاوہ مرشد الطلاب اور شرب الایمان بھی انکی مشہور تصنیفات ہیں۔

زین الدین ثانی کی تصنیفات سے بلاد اسلام میں متعدد کتابیں مروج و متداول ہیں۔ فتح المعین رقرۃ العین کی شرح ہے اور مصنف نے ۲۴ رمضان ۹۸۲ھ کو اس کتاب کی تصنیف سے فراغت حاصل کی ہے۔ کئی بار یہ کتاب مصر میں چھپی ہے اس کا متن جس کا نام قرۃ العین ہے فقہ شافعیہ میں ہے اور اسی شیخ عبداللہ بن بہاء الدین محمد بن علی الجمعی الشنوری خطیب جامع ازہر نے تصنیف کیا ہے۔ ہدیۃ الازکیا الی طریقۃ الاولیاء۔ تصوف میں ہے اس پر اکثر علمائے شروح و حاشی لکھے ہیں منجانبہ انکے دو بہت مشہور ہیں۔ کفایۃ النقیاتی منابج الاصفیاء۔ ابی بکر بن سید محمد شطاب الامیاطی کی تصنیف ہے اور ۸۳۰ھ میں مصر میں چھپی ہے دوسری کا نام سالم الفصل ہے اس کو محمد نوری المجاہد نے تصنیف کیا ہے اور ۸۳۰ھ میں بہ مقام قاہرہ چھپی ہے۔

تحفۃ المجاہدین۔ یہ نہایت نایاب و کم یاب کتاب ہے راولنسن Rowlandson نے انگریزی میں اس کا ترجمہ کیا جو ۸۲۹ھ میں بہ مقام لندن طبع ہوا ہے۔

شیخ عبدالقادر عیدروس نے لکھا ہے کہ زین الدین ثانی شیخ شہاب الدین احمد بن حجر اسماعیلی (المتولد ۸۹۹ھ و المتوفی ۹۷۹ھ) کے شاگرد تھے اور شیخ موصوف نے شاگرد کے ساتھ آکر یلیا بر کی سیاحت بھی کی تھی۔

تبصرہ

اندلس کا تاریخی جغرافیہ ترجمہ یونانی مؤلف ابن خلدون اور عربی مؤلف ابن بطوطہ کے تصانیف اور اطلس جغرافیہ عربیہ دارالطبع عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد ۱۹۲۲ء تقطیع بڑی صفحات ۶۴ قیمت آٹھ روپیہ دس آنہ۔

اندلس کی اسلامی تاریخ پر اگرچہ اردو میں متعدد کتابیں تالیف و ترجمہ ہو چکی ہیں لیکن ان میں مقامات کے جوامع عربی یا یورپی زبانوں کے آگے ہیں اپنی توضیح و تشریح کی جانب بہت کم التفات کیا گیا جسے باحث تاریخی واقعات کو جغرافیہ کے ساتھ تطبیق دیکر سمجھنے میں بھید دشواری پیش رہتی ہے اس وقت کو رفع کرنے کیلئے اندلس کا تاریخی جغرافیہ ترتیب دیا گیا ہے۔ اس کے مضامین دو بڑے بڑے حصوں میں تقسیم ہیں پہلے حصہ میں ملک کا عام جغرافیہ ہے جسکی تفصیل پانچ ابواب میں اندلس کے قدیم و جدید اسما کی تحقیقات سے اسکی ابتدا کی گئی ہے اسکے بعد یونانی اور عربی جغرافیہ نویسوں کی تحریرات کے موافق اندلس کی طبیعی اور سیاسی تعلیمات کو بیان کیا ہے پھر اندلس کا موجودہ جغرافیہ مذکور ہے آخری دو ابواب میں مسلمان قبائل کا تذکرہ اور عہد اسلامی کے معاشی اور اقتصادی کوائف تحریر ہیں ان بیانات پر جغرافیہ عمومی ختم ہو جاتا ہے اس کے بعد شہروں، قریوں، ضلعوں، صوبوں، دریاؤں، نہروں، اور پہاڑوں وغیرہ کے وہ نام بہ ترتیب حروف تہجی جمع ہیں جن کا ذکر عربی اور اسلامی تاریخوں میں آیا ہے اور ہر نام کے ساتھ تاریخ و جغرافیہ کی تمام ضروری معلومات بالتفصیل بیان کی ہیں یہ حصہ کتاب کے تقریباً ساڑھے چار سو صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔ اور اپنی جامعیت کے لحاظ سے اندلس کے اسلامی جغرافیہ کا ایک بہترین انسائیکلو پیڈیا بن گیا ہے۔

تاریخ اندلس پر جو کتابیں عربی زبان میں لکھی گئی ہیں ان میں مقامات کے عربی نام مذکور ہیں۔ اسی طرح یورپی زبانوں کی کتابوں میں اپنی اور پرنگالی نام ملتے ہیں۔ ان دونوں کو باہم مطابق کرنا ایک شواہد امر تھا اندلس کے جغرافیہ میں اس شکل کو حل کرنے کی کوشش کی گئی ہے جس میں مصنف کو کافی حد تک کامیابی حاصل ہوئی ہے قدیم اسما کے معربات اور اپنی اور پرنگالی زبانوں میں عربی اسما کی بگڑی ہوئی شکلیں ان کے

کی اس کتاب میں تشریح کی گئی ہے اور اس موضوع پر ایسی مبسوط کتاب اردو میں تو کیا عربی اور انگریزی میں بھی تاحال تصنیف نہیں ہوئی۔

فاضل مدون نے اس کے مضامین عربی اور انگریزی کی ان مشہور و مستند کتابوں سے اخذ کئے ہیں جو اسلامی اندلس کے متعلق ضبط تحریر میں آئی ہیں ان کے علاوہ ان کی کلو پیڈیا برائینٹا اور انسائیکلو پیڈیا آف اسلام کے اکثر مضامین سے بھی استفادہ کیا ہے قدیم حالات بیون کے جغرافیہ قدیم سے اور غرناطہ کے آثار و عمارات کا تذکرہ کالورٹ کی کتاب سے ماخوذ ہے۔

جغرافیہ کی تقسیم چونکہ نقشوں کے بغیر ناممکن ہے اس لئے کتاب میں چھوٹے چھوٹے متعدد رنگین نقشے شامل کئے گئے ہیں اور ان میں مشہور یونانی جغرافیہ نویس بطلمیوس کے زمانہ سے اس وقت تک اندلس کے جغرافیہ میں جو جو انقلابات ہوئے ہیں ان سب کو ظاہر کیا ہے۔ خصوصاً اسلامی عہد کی تقیسات کو موجودہ تقیسات سے مطابقت کرنے کے لئے جو نقشے بنائے گئے ہیں وہ خاص اہمیت رکھتے ہیں لیکن ان سب میں اجمال سے کام لیا گیا، اس لئے کتاب کے مطالعہ کے لئے ایک جامع اور مکمل نقشے کی ضرورت، اب بھی باقی رہ گئی۔ اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے فاضل مدون نے کئی سال کی محنت کے بعد بہت بڑے پیمانہ پر خوٹو کے ذریعہ ایک مکمل نقشہ تیار کیا ہے جو خصوصیت کے ساتھ اسلامی عہد سے تعلق رکھتا ہے۔ اس میں ملکی تقیسات کے ساتھ ساتھ طبعی کو اُف بھی بتایا ہے اور چھوٹے چھوٹے مقامات کو بھی اس میں درج کیا اور ہر ایک کے نام عربی اور یورپی دونوں زبانوں میں لکھے ہیں یہ نقشہ حال ہی میں تکمیل کو پہنچا ہے جس کو ایک مفصل اندکس کے ساتھ شائع کرنے کا ارادہ ہے اگر یہ نقشہ شائع ہو گیا تو اس سے نہ صرف اس جغرافیہ کے مطالعہ میں سہولت ہو جائے گی بلکہ تاریخ اندلس کے طلباء کے لئے ایک گراں قدر رہنما ثابت ہوگا۔ یہ کتاب اگر چہ وسیع مطالعہ اور کمال تحقیق کے بعد لکھی گئی ہے اور فاضل مدون نے اس کے ہر عنوان کو تکمیل کے درجہ تک پہنچانے کی کوشش کی ہے پھر بھی دو ایک مقامات پر بعض قابل ذکر باتیں چھوٹ گئی ہیں مثلاً انحر کے بیان میں ولوں کے عمارات اسلامی کا تذکرہ نظر انداز کر دیا گیا ہے حالانکہ اس کا ہیا کرنا کوئی دشوار کام نہ تھا۔ قرطبہ کے بیان میں سلسلہ ایبج کو قائم کرنے کے لئے وایان اندلس اور اسوی خلافا کی فہرستیں درج کی ہیں۔ لیکن دور اختلال کی چھوٹی چھوٹی حکومتوں کے فرماں رواؤں کا سلسلہ ترک کر دیا ہے۔ ایشیلیہ۔ بلنہ۔ وانیہ۔ رنسط۔ طیلطہ۔ مائتہ وغیرہ ان کے متفرع جن کے تحت میں ولوں کے حکمرانوں کی فہرستیں نقل کر دی جاتیں تو زیادہ بہتر تھا۔ یا آخر کتاب میں بطور ضمیمہ ان کا اتفاق ہو سکتا تھا اس سے کتاب کے بہت سے ضمنی واقعات کے سمجھنے میں سہولت و آسانی پیدا ہو جاتی

عمل صالح یا شاہجہان نامہ تصنیف علامہ محمد علی کسنوہ۔ بہ تصحیح سووی غلام نبیانی ایم اے ناظم آثار قدیمہ سرکاری خانہ کردہ ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال۔ کلکتہ۔ ۱۹۱۶ء و ۱۹۲۹ء

شاہ جہاں بادشاہ نے سلسلہ سے سلسلہ کتاب تیس سال حکومت کی ہے۔ مورخین نے اس کے عہد حکومت کے واقعات کو دس دس کے تین دوروں پر تقسیم کیا ہے بادشاہ کے حکم سے پہلے دور کے واقعات مرزا محمد امین قزوینی نے لکھے۔ پھر یہ خدمت ملا عبد الحمید لاہوری کے تفویض ہوئی انہوں نے پہلے اور دوسرے دونوں دوروں کو دو ضخیم جلدوں میں تحریر کیا اس کے بعد ضعف پیری کی وجہ سے سلسلہ تالیف جاری نہ رہ سکا تو ان کے شاگرد ملا محمد وارث نے علاء الملک تونی کی نگرانی میں دو سو سو کے حالات مکمل کئے اس طرح شاہ جہاں کے سی سالہ عہد کی سرکاری تاریخ تکمیل کو پہنچی۔ ملا محمد طاہر عنایت خاں نے ان کتابوں کا خلاصہ مرتب کیا جو عام طور پر ملخص احوال ہی سالہ شاہ جہاں کے نام سے مشہور ہے۔ ان تمام ماحذات سے استفادہ کرنے کے بعد سلسلہ میں جلوس عالمگیری کے دوسرے سال ملا محمد صالح نے عمل صالح تصنیف کی اور اس میں شاہ جہاں کی سی سالہ حکومت کے واقعات کمال شرح و بسط کے ساتھ منضبط کئے۔

اس کتاب کو مشرزدانی نے کمال محنت کے ساتھ صحیح کیا ہے جو بنگال کی ایشیاٹک سوسائٹی کی جانب سے طبع ہوا ہے۔ اس کی اشاعت کا آغاز ہوا ۱۹۲۳ء میں پہلی جلد تمام ہوئی اس میں مقدمہ کے طور پر آباد اجداد کے حالات بار سے شروع کئے ہیں اکبر اور جہانگیر کا تذکرہ کسی قدر تفصیل سے لکھا ہے اس کے بعد کتاب کے دولت جہ میں چھٹے سال جلوس کے اختتام تک شاہ جہاں کے واقعات ہیں۔ دوسری جلد ۱۹۲۴ء میں طبع ہوئی ہے اس میں ساتویں سال جلوس کے آغاز سے بیسویں سال کے اختتام تک چار دہ سالہ واقعات کا استقصا کیا گیا ہے تیسری جلد کی اشاعت کا انتظام گزشتہ سال شروع ہوا جسکی پہلی قسط حال ہی میں شائع ہوئی ہے اس میں اکیسویں اور بیسویں سال کے واقعات ہیں۔ شاہ جہاں آباد کی آبادی اور وہاں کے عمارات عالی کا تذکرہ نہایت تفصیل کے ساتھ تحریر ہے۔ مشرزدانی تاریخ ہند کے جید عالم ہیں۔ آپ نے نہایت محنت کے ساتھ اس کی تصحیح کی ہے۔ اور اس عہد کی سرکاری تاریخوں سے مقابلہ کرنے کے بعد ایہانات و احتمالات کو رفع کرنے اور تشہ مقامات پر روشنی ڈالنے کی غرض سے بعض جگہ توضیحی حواشی اضافہ کئے ہیں۔ ابتدا میں ایک مقدمہ بھی لکھا ہے جس میں مصنف کے حالات، کتاب کے مآخذ اور خصوصیات پر مباحثہ درج ہیں غرض کہ آپ نے اس کتاب کو اسی انداز پر ایڈٹ فرمایا ہے جیسا کہ مستشرقین کی ایڈٹ کی ہوئی کتابیں ہوا کرتی ہیں اور آپ کی یہ کوشش مستحق مبارک باد ہے۔

تذکرہ شعرائے اردو، تصنیف شیخ محمد قیام الدین قایم۔ شائع کردہ انجمن ترقی اردو۔ اورنگ آباد ۱۹۲۹ء
صفحات (۱۰۶) قیمت ایک روپیہ آٹھ آنہ۔

مخزن نکات

اردو شعرا کی تذکرہ نویسی میر تقی میر کے نکات الشعرا سے شروع ہوتی ہے۔ یہ تذکرہ ۱۹۲۴ء میں تصنیف ہوا
اس کے بعد میر فتح علی گزیری نے اپنا تذکرہ رنجیت گویاں مدون کیا۔ ان دونوں کے تقریباً چار سال بعد ۱۹۲۸ء میں

مخزن نکات مرتب ہوا ہے۔ یہ بھی شعرے اردو کے اولین تذکروں میں شمار ہوتا ہے انہیں ایک سو چودہ شعراء کا حال اور نمونہ کلام درج ہے اس کی ترتیب تین طبقات پر تقسیم کی گئی ہے۔ طبقہ اول متقدمین سے تعلق رکھتا ہے طبقہ دوم میں متوسطین اور طبقہ سوم میں تاخرین کے حالات ہیں۔

تذکرہ اگرچہ مختصر ہے لیکن اس میں بعض قابل قدر معلومات جمع ہیں مثلاً ہر طبقہ کی خصوصیات کا تذکرہ یا بعض شعرا کی نسبت مصنف کی ذاتی رائے یا ایسی چیزیں ہیں جن سے اس تذکرہ کو گذشتہ تذکروں پر ایک گونہ تفوق حاصل ہو گیا ہے ہمارے محترم مولانا عبدالحمق بی لے۔ سکرٹری انجمن رتنی اردو نے ایک تفصیلاً مقدمہ بھی لکھا ہے جس میں مصنف کے حالات اور تذکرہ کے خصوصیات مذکور ہیں اس کے ضمن میں قایم کی شاعری پر بھی دلچسپ بحث کی ہے آخر میں کلام قایم کا انتخاب بھی کیا ہے یہ تذکرہ مدت سے نایاب تھا ہندوستان کے بڑے بڑے کتب خانہ بھی اس کے خطوطات سے خالی نظر آتے تھے۔ بڑی ہی کوشش کے بعد ایک نسخہ فراہم ہوا جس کو تصحیح کے بعد انجمن نے چھاپ کر شائع کیا ہے جو حضرات اردو شاعری کی گذشتہ تاریخ سے دلچسپی رکھتے ہیں ان کے لئے ایک بے بہا تحفہ ہے۔

معین الآثار حصہ اول۔ تیاج محل۔ وقفہ مولوی حسین الدین احمد۔ یہ آراء اس کی پہلی گھاٹ آگرہ مطبعہ آگرہ ۱۳۱۷ھ میں شائع ہوئے۔ قیمت دو روپیہ ترجمہ انگریزی صورت آگرہ ۱۳۱۷ھ صفحات ۷۷ قیمت تین روپیہ صنف سے ملے ہیں اکبر آباد آگرہ ہندوستان کا مشہور تاریخی شہر ہے۔ مدت دراز تک شاہان مغلیہ کا دار الحکومت رہا ہے اور تاریخ میں دہلی کے بعد اس کا درجہ نمونہ جانتا ہے۔ مولوی حسین الدین احمد نے جو ایک مشہور مصنف ہیں اس شہر کی ایک مبسوط تاریخ لکھی ہے دیباچہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے مضامین پانچ حصوں پر مشتمل ہیں۔

حصہ اول۔ تیاج محل کے تاریخی اور اثری حالات

حصہ دوم۔ مقبرہ بابر بادشاہ اور ان عمارات کے حالات جو دریائے جہاں کے مشرق میں واقع ہیں۔

حصہ سوم۔ سنگدہ مینے مقبرہ اکبر بادشاہ کا تذکرہ

حصہ چہارم۔ فتح پور سیکری کی تیاج اور عمارات کا تذکرہ

حصہ پنجم۔ آگرہ کے قلعہ معلیٰ کی تیاج اور وہاں کی عمارات کا تذکرہ۔

پہلا حصہ سنگدہ میں شائع ہوا تھا۔ باقی حصے مصنف کے مشاغل سرکاری کی وجہ سے طبع نہ ہو سکے لیکن مصنف نے حال میں مشن حاصل کرنے کے بعد انکی اشاعت کے جانب توجہ کی ہے اور پہلے حصہ کو بعض ضروری اضافوں کے ساتھ کر شائع کر کے اس سلسلہ کی اشاعت کا آغاز کیا ہے۔ اگر پوری کتاب شائع ہو جائے تو اس سے ادب اردو کے تاریخی اور اثری ذخیرہ میں ایک گرانقدر تالیف کا اضافہ ہوگا ہمیں امید ہے کہ علم دوست حضرات اس حصہ کی قدر دانی فرما کر مصنف کو بقیہ حصوں کے شائع کرنے کی مہمت دلائیں گے۔

پہلا حصہ جیسا کہ اس کے عنوان سے ظاہر ہے اگرہ کی بنیاد پر عمارت "تاج محل" کی تاریخ اور اس کے اثری حالات سے تعلق رکھتا ہے اسکی ابتدا میں مصنف نے ایک مقدمہ لکھا ہے جس میں بلاواسطہ کے بعض بے مثل عمارات کا تذکرہ ہے اور فن تعمیر کی خصوصیات کو بیان کرنے کے بعد ان پر تاج محل کی فضیلت ظاہر کی جو اس کے بعد اہل کتاب شروع ہوتی ہے اس میں سب سے پہلے تاج محل اجمتہ بانو بیگم کی سوانح عمری لکھی ہے۔ پھر تاج محل کی تعمیر کے واقعات، اخراجات کی تفصیل، مہاراجہ کے نام، عمارت کی خصوصیات اور اسی نوعیت کی اور بہت سی کارآمد باتیں بیان کی ہیں اس کے بعد ان عمارات کا تذکرہ ہو جو روضہ تاج محل سے ملحق ہیں۔ کتاب کی دوسری میں مزید اضافہ کرنے کے لئے مصنف نے تاج محل کے آٹھ فوٹو بلاس اور دو نقشے شامل کئے ہیں جن سے عمارت کے بنیادی حالات اور روضہ کے مختلف مناظر پیش نظر ہوتے ہیں۔

کتاب میں بعض تاریخی مباحث نہایت دلچسپ ہیں مثلاً مسٹر ہول نے اپنی تاریخ تاج محل میں لکھا ہے کہ روضہ کا نقشہ اطالیا ایک صنعتی نے بنایا تھا اور اسی نسخہ پیکاری بھی کی تھی۔ مصنف نے اس بیان کو بدلائل قاطع رد کیا ہے اور بتایا ہے کہ اسکی تعمیر میں کسی یورپین کی لئے شریک نہیں تھی بلکہ تمام عمارت ایشیائی مہاراجوں کی محنت و کوشش کا نتیجہ ہے۔ اسی ضمن میں مصنف تاج محل کی نسبت یورپین یا یلح موزین اور ماہران فن تعمیر کے جو آراء نقل کئے ہیں وہ بھی قابل ملاحظہ ہیں۔ اجمال اس کتاب میں تاج محل کے متعلق ہر قسم کی بہترین معلومات جمع ہیں جنکے فراہم کرنے میں مصنف نے سعی و کوشش سے کام لیا ہے۔

اسہو، نظری کے باعث ایک وجہ خفیف سی غلطیاں بھی ہو گئی ہیں مثلاً صفحہ ۱۴ پر اوزگانیب عالمگیر کا سنہ وفات ۱۱۹۰ھ لکھا ہے حالانکہ صحیح تاریخ ۱۱۹۰ھ ہے (ماثر عالمگیری صفحہ ۱۴) اور چکریم رنا کاشی کا سنہ وفات ۱۱۹۰ھ بتایا ہے لیکن صحیح ۱۱۹۰ھ (سر و آزاد ص ۹) فہرست ماخذات میں محمد سانی کی کتاب کا نام عالمگیر نامہ لکھا ہے۔ حالانکہ صحیح نام مائر عالمگیری ہے

مصنف نے اس حصہ کا انگریزی میں بھی ترجمہ کیا ہے جس کا دوسرا ایڈیشن حال ہی میں شائع ہوا ہے اس کا انگریزی نام یہ ہے THE TAJ AND ITS ENVIRONMENT۔ یعنی تاج محل اور اس کی عمارات ملحقہ اس میں بعض مباحث اردو ایڈیشن سے زیادہ ہیں خصوصاً تعمیر تاج محل میں اطالیہ کے صنایع کی شرکت کا مسئلہ تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے اور آخر میں بطور ضمیمہ قلعہ اگرہ۔ جامع مسجد۔ سکندرہ اور مقبرہ اعتماد الدولہ کے حالات بھی اضافہ کئے ہیں جو اردو میں نہیں ہیں تصاویر تو وہی ہیں جو اردو ایڈیشن میں شامل ہیں لیکن شہر اگرہ کا ایک نقشہ اور عمارات کے دو پلان اضافہ کئے گئے ہیں اس وقت تک تاج محل کے متعلق جو کتابیں انگریزی میں تحریر ہوئی ہیں ان سے بہت زیادہ معلومات اس میں جمع ہیں۔

مرتبہ چودھری نجی احمد صاحب ندوی دہلی پرنٹنگ پریس (ملکڈہ) صفحات ۲۶۶ قیمت دو روپہ
وقائع عالمگیر مصنف سے ملتی ہے۔

اوزنگ زیب عالمگیر کے متعلق اپنی طرز کی واحد کتاب ہے اس کے مضامین دو بڑے بڑے حصوں میں تقسیم ہیں پہلے حصہ میں جو ایک سو چودہ صفحات پر تمام ہوا ہے اوزنگ زیب کے خاص خاص مکتوبات جمع ہیں اور ان کے ساتھ مصنف نے بطور تمہید وہ واقعات بھی بیان کئے ہیں جن کے متعلق بادشاہ نے ان مکتوبات کو تحریر کیا ہے اور اس کے تحت میں ان تمام الزامات کی تردید کی ہے جو بعض متعصب مصنفین کی وجہ سے اوزنگ زیب کی نسبت غلط طور پر مشہور ہو گئے ہیں اس کے بعد دوسرا حصہ شروع ہوتا ہے جو ایک سو چار صفحات پر پھیلا ہوا ہے اس میں سب سے پہلے شاہ جہاں - دارالعلوم - اوزنگ زیب اور اس کے جانشین بہادر شاہ - اعظم شاہ - کام بخش جہاندار شاہ اور اوزنگ زیب کے شاہی وزراء و امراء کا بالاجمال تذکرہ ہے اس کے بعد ان امرائے ہندو کی تفصیل درج ہے جو عہد اوزنگ زیب میں گذرے ہیں اور ان کی تعداد ایک سو دس ہے پھر عہد اوزنگ زیب میں صوبہ جات کی آمدنی ریائی معاشی اصلاحات اور مذہبی رواداری کا ذکر کیا ہے۔ الغرض اس کتاب سے معلوم ہوتا ہے کہ اوزنگ زیب بڑی دوراندیش معاملہ فہم قواعد و ضوابط کا پابند عادل و منصف رعایا کا بھرپور اور غیر متعصب بادشاہ گذرا ہے جو حضرت اوزنگ زیب کو منہک و کش اور ظالم و ستم گرد بادشاہ سمجھتے ہیں انہیں اس کتاب کو ایک بار ضرور پڑھ لینا چاہئے۔

مذہبی رواداری کے بیان میں مصنف نے اوزنگ زیب کا ایک فرمان نقل کیا ہے جو اس وقت بھی بنارس کے ایک ہندو خاندان میں محفوظ ہے۔ اس کے ذریعے سے بادشاہ نے ہندوؤں کے قدیم معابد کو منہدم کرنے کی ممانعت کی ہے اور یہ بھی حکم دیا ہے کہ قدیم بت خانوں کے پرستوں پر تشدد کرنا روا نہیں ہے بلکہ ان کے ساتھ حسب سابق مراعات جاری رہنے چاہئیں۔ یہ فرمان اوزنگ زیب کی تخت نشینی کے پہلے سال ۱۶۵۹ء میں جاری ہوا تھا۔ اس کو سب سے پہلے کرنل فلٹ نے ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال کے رسالہ دہلیہ نومبر ۱۹۱۱ء ص ۱۸۷ میں شائع کیا اور غالباً اسی سے وقائع عالمگیر میں نقل کیا گیا ہے۔ ان دونوں اشاعتوں میں اسکی تاریخ غلط چھپ گئی ہے فلٹ کی اشاعت میں ۱۶۱۲ء اور وقائع عالمگیر میں ۱۶۱۳ء درج ہے اور یہ دونوں تاریخیں جلوس اوزنگ زیب (یعنی ۱۶۵۸ء) سے پہلے کی ہیں۔

تاریخ الامت مصنف مولانا محمد اسلم حیدر اجپوری پروفیسر تاریخ نیشنل یونیورسٹی دہلی - شائع کردہ اردو اکادمی - جلد ششم صفحات ۲۱۲ قیمت دو روپہ۔

مولانا اسلم حیدر اجپوری مدت سے تاریخ اسلام کی تالیف و تدوین میں مصروف ہیں۔ اور دہلی کی اردو اکادمی اسکی جلدیں ملکہ دارشائع کر رہی ہے اس وقت تک پانچ جلدوں کی اشاعت ہو چکی ہے جنہیں جناب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت، حلفائے راشدین اور حلفائے نبی امیہ و عباسیہ کے حالات و بیخ
اس طرح انہوں نے ساتویں صدی ہجری تک حلفائے اسلام کی تاریخ عمومی کو ختم کر دیا ہے۔ اس سلسلہ کی جدید
اشاعت سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا آئندہ جلدوں میں ملکوں کے کاموں سے ان سلاطین اسلام کی تاریخ لکھنے والے
ہیں جو حلفائے بغداد کے ہم عصر گذرے ہیں۔

جلد ششم جسے ہم سلسلہ ثانی کی پہلی کتاب کہہ سکتے ہیں۔ بلاد مصر سے تعلق رکھتی ہے۔ اس میں مولانا نے
قدیم الا یام سے ترکوں کے تسلط تک مصر کی تاریخ تحریر فرمائی ہے ابتدائی حصہ جو تاریخ قبل از اسلام سے متعلق ہے
کم و بیش بیس کتاب پر مشتمل ہے اس کے بعد مسلمانوں کے فتوحات، حلفائے دمشق و بغداد کے حکام مصر کے
کوائف ہیں۔ پھر مصر کے ان خود مختار حکومتوں کا تذکرہ ہے جو حلفائے بغداد کے معاصر تھے اس دور کو چار
مصر کی حکومت تک پہنچا کر کتاب کو ختم کر دیا ہے یہ وہ زمانہ ہے جبکہ سلطان سلیم نے مصر کو فتح کیا تھا اگر اس کے
بعد زمانہ حال تک واقعات کا اضافہ ہو جاتا اور خدیوان مصر کے حالات بھی شامل کر دے جاتے تو یہ کتاب
مصر کی مکمل تاریخ ہو جاتی۔

اس کتاب کی ترتیب اور انداز بیان دیا ہی ہے جیسا کہ سابقہ جلدوں میں پایا جاتا ہے اور اس میں
بالاختصار مصر کی قدیم اور اسلامی تاریخ کے متعلق جملہ معلومات تاریخی تسلسل کے ساتھ جمع کر دے گئے ہیں۔ اگر
اس میں مسلمانان مصر کی تہذیب اور علمی ترقیوں کا تذکرہ بھی کر دیا جاتا تو زیادہ بہتر تھا تاکہ یہ معلوم ہو تاکہ
مسلمان نہ صرف فاتحین کی حیثیت سے حکمران رہے بلکہ یہاں تہذیب و تمدن کے پھیلانے میں بھی کافی حصہ لیا
مصنف ڈاکٹر دبوڑ۔ مترجمہ ڈاکٹر سید عابدین ایم اے پی ایچ ڈی۔ اردو اکاڈمی۔ نیشنل
یونیورسٹی دہلی۔ ۱۹۶۴ء۔ صفحات ۱۵۸ قیمت دو روپیہ۔

تاریخ فلسفہ اسلام

ڈاکٹر بوڑ کی مشہور کتاب کا ترجمہ ہے جس میں فلسفہ اسلام کی مختصر تاریخ تحریر کی گئی ہے اور ابتدا
قرون وسطیٰ تا اس میں جو ترقیاں اور تبدیلیاں ہوئی ہیں ان کا مختصر خاکہ پیش کیا گیا ہے۔

مسلمانوں نے یونان و ایران کے علوم فلسفہ کو حاصل کرنے کے لئے جو کوشش کی ہے اس کا حال پہلے
باب میں لکھا ہے۔ اسلامی علوم کے کوائف دوسرے باب میں بیان کئے ہیں یہ دو باب بطور تمہید کے ہیں
ان کے بعد اصل مباحث شروع ہوتے ہیں تیسرے اور چوتھے باب میں فلسفہ یونان کے مشرق میں رواج پانے
کا حال مذکور ہے پانچویں اور چھٹے باب میں فلسفہ یونان کے مشرق میں انحطاط اور مغرب میں مروج ہونے
کے واقعات ہیں ساتویں باب میں جس پر کتاب ختم ہو گئی ہے اس کو لاسٹ فلاسفی کا تذکرہ ہے ان بابوں
میں موقع یہ موقع فلاسفہ اسلام کے تذکرے بھی درج ہیں۔ بالخصوص کندی فارابی۔ ابن مسکویہ ابن سینا

ابن ہشیم۔ غزالی۔ ابن ماجہ۔ ابن طفیل۔ ابن رشد۔ ابن خلدون کے حالات اور ان کے فلسفیانہ خیالات کو کسی قدر تفصیل سے بیان کیا ہے۔

کتاب بہت مختصر ہے۔ اکثر مسائل آتش اور بحاج صراحت رہ گئے ہیں اس کے باوجود ادب اردو میں با فہمیت ہے کیونکہ اس موضوع پر اردو میں اب تک کوئی کتاب نہیں لکھی گئی ہے ترجمہ عالم زبان صاف و طبع ہے۔ مترجم نے مطالب کے ادا کرنے میں کافی کامیابی حاصل کی ہے۔ بعض مقامات پر مشاہیر کے ناموں کا اٹلا غلط ہے مثلاً المعری اور ابوری کی بجائے الطری اور ابجاری لکھ دیا گیا ہے۔ امید ہے کہ طبع ثانی میں ان کی اصلاح کر دی جائے گی۔

مرتبہ مولوی سید عاصم صاحب رضوی ایم۔ اے۔ ایس۔ بی۔ ڈاکٹر سب انپکٹر سائنس فیلو گیارہ مطبعہ لکھنؤ ۱۹۲۸ء بھلاؤل صفحات ۴۰۴ قیمت دو روپیہ آٹھ آنہ مصنف سے ملتی ہے۔

اسلامی لغت

استناد کی کتابیں دنیا کی قریب قریب تمام علمی زبانوں میں موجود ہیں لیکن زبان اردو کا سرمایہ ادب ایسی کتابوں سے تاحال خالی نظر آتا ہے اس بنا پر کہا جاسکتا ہے کہ اردو دان طبقہ کی سہولت کے لئے یہ اپنی قسم کی پہلی کوشش ہے یہ کتاب عام کتب استناد کی پیروی میں تالیف ہوئی ہے اور اس میں مسلمانوں کے وہ علمی اور شرعی اصطلاحات جمع کی گئی ہیں جن سے روزمرہ سابقہ رہتا ہے یا جو ادبیات اردو میں عام طور پر استعمال ہوتی ہیں ان کے متعلق بہر قسم کی لغوی۔ علمی اور تاریخی معلومات اجمال کے ساتھ جمع کر دی گئی ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ خاص خاص مشاہیر کے تذکرے اور فرقہ جدید کے بعض اہم مسائل بھی مذکور ہیں۔ مصنف نے شرعی اصطلاحات کی توضیح میں سنی اور شیعہ دونوں فرقوں کے عقاید و مسائل کا لحاظ رکھا ہے۔

اب سے تقریباً پانچ صدی قبل مسیح یونینڈ ہوگس HAQHEES نے اسی قسم کی ایک کتاب انگریزی میں ڈکشنری آف اسلام کے نام سے لکھی تھی مصنف نے اسی پر اپنی تالیف کی بنیاد رکھی ہے اور اس میں بہت سی کارآمد باتوں کو عربی و فارسی اردو کی متعدد کتابوں سے اند کر کے اضافہ کیا ہے زبان اردو میں یہ اپنی طرز کی پہلی کتاب ہے اس وقت اسکی صرف ایک جلد شائع ہوئی ہے جس میں الف سے تھ تک الفاظ و مصطلحات درج ہیں اگر یہ کتاب مکمل ہو جائے تو ادبیات اردو میں بلاشبہ ایک کارآمد کتاب کا اضافہ ہوگا۔

مولفہ میر محمد علی صاحب ایم۔ اے۔ لکچرار تاریخ ہند۔ سنی کالج حیدر آباد۔ شائع کردہ سید عبد الصفا جی صاحب آجر کتب چارنیار۔ حیدر آباد دکن صفحات ۲۶۰ قیمت ایک روپیہ آٹھ آنہ ناشر سنی شہر سلطان آباد آصفیہ کے مشہور فرماؤں و انواب میر نظام علی خاں بہادر آصف جاہ دوم کے عہد حکومت کی تاریخ

آصفیہ ثانی

ہے مولف نے اس کے ابتدائی دو ابواب میں دکن کے جغرافی کو اٹھ اور سلطنت آصفیہ کی گذشتہ تاریخ بیان کی ہے۔ تیسرے باب سے میر نظام علی خاں بہادر کے حالات شروع کئے ہیں اور اس میں ان واقعات کو خصوصیت کے ساتھ بیان کیا ہے جو سلطنت آصفیہ اور سرکار انگریزی کے تعلقات سے وابستہ ہیں اسکے ساتھ میورا اور مرہٹوں کی لڑائیوں کا بھی تذکرہ کیا ہے الغرض اس میں ۱۷۶۱ء سے ۱۷۶۷ء تک سلطنت آصفیہ کے بالیس سالہ حکومت کی سیاسی تاریخ مذکور ہے واقعات متنبہ کتابوں سے اخذ کئے ہیں کتاب کے ساتھ ایک نقشہ بھی لگا ہوا ہے جس میں عہد نظام علی خاں بہادر کی سیاسی کیفیت دکھائی گئی ہے۔ نظام علی خاں کی پالیسی اور انگریزی تعلقات کی نسبت بعض مباحث کو مصنف نے تشبیہ و تمثیل سے فراہم کیا ہے اور مصنف کا مستحق مبارک باد ہیں۔

از علامہ عبد اللہ یوسف علی ایم۔ لے۔ ایل۔ ایل۔ ایم
سی۔ بی۔ ای۔ ہندوستانی اکادمی آباد ۱۹۲۸ء

ازمنہ وسطی میں ہندوستان کے معاشرتی حالات

صفحات (۱۲۰) قیمت ایک روپیہ۔

اردو اور ہندی زبانوں کے ادبیات کو ترقی دینے کے لئے ہندوستانی اکادمی قائم ہوئی ہے اور اس مقصد کی تکمیل کے لئے اکادمی کے اراکین نے جو وسائل اور ذرائع اختیار کئے ہیں ان میں ایک لکچروں کا سلسلہ بھی ہے جس کے لئے ملک کے مشاہیر علمائے منتخب کئے جاتے ہیں۔ چنانچہ گزشتہ سال اکادمی نے علامہ عبد اللہ یوسف علی کو مدعو کیا تھا اور موصوف نے ازمنہ وسطی میں ہندوستان کے معاشرتی حالات پر چار لکچر دیئے تھے اس اجلاس میں مولانا سید سلیمان ندوی کو دعوت دی گئی تھی۔ مولانا کے لکچروں کا موضوع یہ تھا ”ہندوستان اور عرب کے مابین علمی تجارتی اور مذہبی تعلقات“۔

لکچروں کا پہلا سلسلہ انڈین پریس کے نفیس ٹائپ میں چھپ کر حال میں شایع ہوا ہے۔ دوسرے سلسلہ کی نسبت توقع ہے کہ ختم سال سے پہلے اس کی بھی اشاعت ہو جائے گی۔

علامہ عبد اللہ یوسف علی کے لکچروں میں پہلا لکچر تہیدی ہے جس میں اکادمی کے مقاصد اور دوزبان کیلئے ٹائپ کی ضرورت تاریخ ہند کے ادوار و ازمنہ کی تقسیم اور قرون وسطی کے آغاز و اختتام پر مدلل مباحث مذکور ہیں۔ اس کے بعد معاشرتی اور اقتصادی حالات کو جلد و اربیان کیا ہے۔ دوسرے لکچر ساتویں صدی سے تعلق رکھتا ہے۔ تیسرے میں دسویں گیارھویں صدی اور چوتھے میں چودھویں صدی کے حالات مذکور ہیں ان لکچروں میں ازمنہ وسطی کے معاشرتی، اقتصادی، انتظامی اور ادبی حالات نہایت عمدگی کے ساتھ بیان کئے ہیں اور ہر عہد کے متعلق اس عہد کے سفرناموں، ناموں، ادبی اور تاریخی کتابوں، بلکہ سکوں اور کتبوں سے بھی ذخیرہ معلومات فراہم کیا ہے۔

ہندوستان کی تاریخ کو موزین نے عموماً چھ ادوار تقسیم کیا ہے۔ ویدی۔ بودھی۔ جنتھی، ترکی، مغولی۔ انگریزی لیکن فاضل لکھنؤ نے اس تقسیم سے اختلاف کیا ہے۔ انہی رے میں علی طور پر تاریخ ہند کے صحیح دو تین قرار پاسکتے ہیں۔ قرون عتیقہ۔ قرون وسطیٰ۔ قرون جدیدہ۔ قرون عتیقہ کو عہد قبل از تاریخ سے شروع کر کے راجہ ہرش کے آغاز حکومت پر ختم کر دیا ہے اس کے بعد قرون وسطیٰ کا آغاز ہوتا ہے جو ساتویں صدی سے شروع ہو کر تیمور کے حملہ تک تقریباً آٹھ سو سال کے وسیع عرصہ پر پھیلا ہوا ہے اس کے بعد قرون جدیدہ کی ابتدا ہوتی ہے اگرچہ یہ تقسیم خصائص ارتقائی کے لحاظ سے زیادہ موزوں نہیں ہے لیکن بعض وجوہات سے گزشتہ تقسیمات پر اس کو ترجیح ضرور ہے اور جب تک کوئی جدید نظریہ پیش نہ ہو ایسی کی پیروی کرنی چاہئے۔ بہر حال ان آٹھ سو سال کے متعلق ان لکچروں میں معلوما کا جو ذخیرہ جمع کیا گیا ہے وہ بہت بیش قیمت ہے اور اس سے دربار شاہی کے حالات۔ شہری اور دیہاتی زندگی کے خصوصیات۔ عدل و انصاف کے طریقے۔ علم و ادب کے مجالس۔ زیب و زینت کے لوازم اور اسی قسم کی اور بہت سے فراوان شدہ حالات منکشف ہوتے ہیں۔

معجم المصنفین تصنیف مولانا محمود الحسن صاحب ٹونکی طبع بیروت ۱۳۴۲ھ شائع کردہ مجلس اشاعت العلوم حیدرآباد صفحات جلد اول ۳۸۶ جلد دوم ۲۳۶ جلد سوم ۲۸۳ جلد چہارم ۲۲۲ قیمت تین روپیہ فی جلد

مصنفین اسلام کے تراجم احوال کا مبسوط انسائیکلو پیڈیا ہے سلطنت آصفیہ کی سرپرستی میں اسکی اشاعت ہوئی ہے اس وقت تک چار جلدیں شائع ہوئی ہیں پہلی جلد بطور مقدمہ کے لکھی گئی ہے جس میں علوم و فنون کی تقسیم اور ان کے حدود و عوارض مذکور ہیں اس میں سب سے پہلے مذاہب و معارف کے لحاظ سے اقوام کی تقسیم کی ہے اس کے بعد اتم قیڈ سے ہندی، ایرانی، کلدانی، یونانی، عبرانی، رومی، مغربی اور عربی قوموں کے علمی کوائف اختصار کے ساتھ تحریر کئے ہیں۔ پھر اسلام میں علوم و فنون کے مدون ہونے کی تاریخ لکھی ہے اسی ضمن میں تصنیف و تالیف کی ابتداء مصنفین اور ان کے تصنیفات کی اکثریت، نوعیت و اہمیت کے لحاظ سے ان کے مختلف مدارج و مراتب بیان کئے ہیں یہ مباحث تقریباً ۹ صفحات پر ختم ہو گئے ہیں ان کے بعد ان علوم و فنون کا ذکر ہے جو عربی زبان میں مدون ہوئے اور مسلمانوں میں مروج و متداول ہے ہیں فاضل مدون نے ان کو چار عنوانوں کے تحت میں تقسیم کیا ہے۔ لسانیات دینیات۔ تعلیمات۔ عملیات اور ان کے ضمن میں ہم تعلق رکھنے والے علوم و فنون کو ایک جامع کر دیا ہے اس طرح پر اس میں دیر سے زیادہ علوم و فنون کے تعریفات و موضوعات اور ان کے متعلق علمی نواید اور بعض تاریخی کوائف تفصیل کے ساتھ آگئے ہیں۔ دوسری جلد میں فقہ کے ائمہ اربعہ کا مفصل تذکرہ ہے اور اس میں خصوصیت کے ساتھ ہر امام کے اساتذہ و تلامذہ اور شیوخ و روایات حدیث کی تفصیل بھی بیان کی ہے۔ تیسری جلد سے مصنفین کے تراجم کی ابتدا ہوئی ہے جنکی ترتیب حروف ہجاء پر ہے اور چوتھی جلد کے اختتام تک ان دونوں جلدوں میں دم سے ابراہیم اللہ کی

فاضل مرتب نے ہر تذکرہ میں ضروری معلومات جمع کرنے کی کوشش کی ہے۔ عرب ایران، ترکستان ہندوستان مصر و شام اور دیگر بلاد اسلام میں سنی و شیعہ مذاہب کے جس قدر علما فضلا فقہاء، حکما شعراء، ادا، محدثین مفسرین مورخین اور دیگر ارباب کمال گزے ہیں ان سب کے حالات اس میں جمع ہیں اور انکی تمام چھوٹی بڑی تصنیفات کا خواہ وہ عربی میں ہوں یا ترکی فارسی اردو میں تفصیل کے ساتھ تذکرہ کیا ہے اگر یہ کتاب انجمن پیکر شائع ہو جائے تو تمام دنیا میں اپنی آپ نظیر ہوگی۔

اس کتاب میں کتب رجال کی طرح اصلی ناموں کے لحاظ سے تراجم جمع کئے گئے ہیں حالانکہ اکثر مشاہیر کے اصلی ناموں کو دنیا نے اس وقت فراموش کر دیا ہے صرف انکی کنیت یا نسبتیں یا القاب عام طور پر شہرت رکھتے ہیں مثلاً ابو الحق شیرازی، خاقانی شیردانی، فخر الدین عراقی، قطب الدین مصری کے تراجم کو انکے اصلی نام ابراہیم کے تحت تلاش کرنا خالی از منکر نہیں ہے ایسی حالت میں مشہور ناموں کی ایک فہرست حرف ہی کی ترتیب پر ہر جگہ کے ساتھ شامل کر دی جائے تو زیادہ بہتر ہے کیونکہ طلب علم کو اس کی وجہ سے استفادہ حاصل کرنے میں بڑی سہولت پیدا ہو جائے گی۔ کتابوں کے تذکرے میں مطبوعات کے ساتھ مقامات و سین طبع اور مخطوطات کے ساتھ ان کتب خانوں کے نام جہاں وہ موجود ہیں بتائے جائیں تو یہ اضافہ بھی نفع سے خالی نہیں ہے۔ لندن فرانس۔ برلن۔ مصر۔ استنبول وغیرہ وغیرہ کے بڑے بڑے کتب خانوں کی جو فہرستیں طبع ہوئی ہیں ان سے اس نوعیت کے معلومات بہ آسانی ہیاں ہوں گے۔

مصنفہ فاضلہ طور الحسن صاحبہ ناظمہ مطبوعہ حیدر آباد ۱۹۲۸ء صفحات ۲۲ قیمت دو آنہ چھ پائی۔ مصنف سے مولیٰ اردو کہانیاں فیض الدین صاحب کل محلہ عابد شاہ حیدر آباد کے ذریعہ ملتی ہے۔

سید اشادند خاں نشانے رانی کتلی کی ایک کہانی لکھی تھی جس میں عربی فارسی زبان کا کوئی لفظ نہیں آنے دیا تھا اسی کی اتباع میں یہ کہانیاں بھی لکھی گئی ہیں اور اس میں بھی عربی یا فارسی کا کوئی لفظ نہیں ہے۔ باوجود اسکے زبان انکی بہت صاف و سادہ ہے اور اس اسلوب سے لکھی گئی ہیں کہ چھوٹے چھوٹے بچے بھی بہ آسانی سمجھ سکتے ہیں۔

خاص نمبر بابت ۱۹۲۹ء صفحات ۲۵۰ قیمت ایک روپیہ چار آنہ مستقل خریداروں کو بلانیت سالانہ ۱۹۲۹ء کے علاوہ خاص خاص نمبر بھی نکالتے ہیں۔ اس بارے میں نیزنگ خیال۔ عالم گیر اور نیزنگ کو خاص امتیاز حاصل ہے اور ہر ایک دوسرے پر تفوق حاصل کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ گذشتہ مہینے میں نیزنگ کا خاص نمبر نکلا ہے جو ادبی اور علمی تحفے کی شان رکھتا ہے۔ اسکے اکثر مضامین قابل مطالعہ ہیں۔ اور اس میں ایک نئی بات یہ ہے کہ مضامین کی ترتیب و تنوید کی گئی ہے جو دوسرے رسالوں میں نہیں پائی جاتی ہے۔

اقتباسات

عالم گیر اور نگاہ زیب کی مذہبی رواداری کے متعلق ”دقائق عالمگیر“ کے ریڈیو میں
ہم نے جس فرمان شاہی کا ذکر کیا ہے اسے ناظرین کی دلچسپی کیلئے ذیل میں بحسن نقل کر رہے ہیں



مشورۃ الامع النور
محکم اورنگ زیب شاہ
بادشاہ غازی

لایق الغایتہ والرحمۃ ابوالحسن بالتفات شانانہ امیدوار بودہ بدانکہ چون مقتضای
مراحم ذاتی و مکارم جلیلی ہمگی ہمت والا نہمت و تمامی نیت حق طوبیت بر رفاهیت جمہور انام و انتظام احوال
طبقات خواص و عوام مصروف است و از روی شرع شریف و ملت عنیت مقرر چنین است کہ دیر با برآمد
نشود و بیکدہ مازہ بنا نیاید و دریں ایام معدلت انتظام بغرض اشرف اقدس ارفع اعلیٰ رسید کہ بعض مردم
از راه عنف تعدی بہ ہنود سکنہ قصبہ بنارس و برخی اکنندہ دیگر کہ بنواحی ال واقع است و جماعت برہمن
سندھ آں محال کہ سدانت بیت خاتہ لا قدیم آں جا بانہا تعلق دارد و مراحم و معترض می شوند و می خوانند کہ ایساں
از سدانت کہ از مدت مدید بانہا متعلق است باز دارند و این معنی باعث پریشانی و تفرقہ حال این گروہی کرد
لہذا حکم والا صادر می شود کہ بعد از ورود این منشور لامع النور مقرر کنند کہ من بعد احدی بوجہ تعرض و تشویش
باحوال برہمنان دیگر ہنود متوطنہ آں محال نہ سازند تا آہنہا بدستور ایام پیشین سجا و مقام خود بودہ بہ جمعیت خاطر
بہ دعائے بقائے دولت خداداد ابد مدت ازل بنیاد قیام نمایند دریں باب تاکید دارند۔

تاریخ ۱۰ شہر جمادی الثانیہ ۱۳۶۹ھ ہجری نوشتہ شدہ

۱۹۵۰ء سائینس

انجمن ترقی اردو کا سالانہ ہی رسالہ

جس کا مقصد یہ ہے کہ سائینس کے مسائل اور خیالات کو اردو دانوں میں مقبول کیا جا سکے اور سائینس کے تعلق جو نئی بحثیں یا ایجادیں اور اختراعیں ہو رہی ہیں یا جو جدید انکشافات وقتاً فوقتاً ہونگے انکو کسی تفصیل سے بیان کیا جائے ان تمام مسائل کو حتی الامکان صاف اور سلیس زبان میں بیان کرنے کی کوشش کی جائیگی۔ اس سے اردو زبان کی ترقی اور اہل وطن کے خیالات میں روشنی اور وسعت پیدا کرنا مقصود ہے۔

یہ بڑی خوشی کی بات ہے کہ ہندوستان کے سائینس دانوں کے علاوہ یورپ کے فضلا نے بھی اس سالہ میں مضمون لکھنا منظور فرمایا ہے اس سالہ میں متعدد بلاک بھی شائع ہو کر نیکے سالانہ چندہ سے کہہ اگر بڑی لمبہ کہہ نمایاں ہے۔
مینجر انجمن ترقی اردو اور نگار آباد دکن سے طلب فرمائے۔

مقنن

قانونی معلومات کا بہترین اور سب سے مفصل ترین سالہ جو ملک کے متعدد قانون دان حضرات کی نگرانی اور ادارت میں منظرِ آئین شائع ہوا کرتا ہے اسکے پہلے حصے میں قانونی مباحث پر متعلقہ مضامین اور دوسرے حصے میں ممالک محروسہ کے کاروباری اور تیسرے حصے میں برٹش انڈیا کے نظائر ہوا کرتے ہیں اسکے علاوہ ضمیمہ میں احکام و قوانین گشتیات برزولیوشن اور سرٹیفکات مال و عدالت کے نظائر شامل کئے جاتے ہیں قطعاً کمال حجم تقریباً چھ صفحہ کاغذ اور کتابت و طباعت میں قیمت چار روپے سالانہ مولوی عبدالرحمن رئیس مدیر و مہتمم مقنن اسٹیشن و ڈھیر آباد دکن سے طلب فرمائیے۔

زمانہ

اردو زبان کا قدیم ترین بالخصوص ریاضی اور رسالہ جو ملک کے نامور ادیب نمیشی و یا دارا صاحب نعمانی لکھے کی ادارت میں ۲۵ سال ہو چکا ہے اس میں علم و ادب کے متعلق بہترین مقالے سبق آموز افلاک نے۔ و تفسیر نظمیں حقیقی تنقیدیں علمی خبریں ہوا کرتے ہیں اور ملک کے شاہ میراٹل علم اسکے لئے ہمیشہ مضامین لکھا کرتے ہیں قیمت سالانہ دھڑا شش ماہی (۱۰ روپے) مینجر رسالہ زمانہ کان پور سے طلب فرمائیے۔

۱۹۶ مجلہ عثمانیہ

عثمانیہ یونیورسٹی کا سہ ماہی رسالہ

مولوی محمد عبدالرحمن خاں صاحب اے۔ آر۔ سی۔ بی۔ ایس۔ سی۔ پرنسپل عثمانیہ یونیورسٹی کالج۔ مولوی محمد نظام صاحب مولوی خاں بی بی بیچ ڈی پروفیسر فارسی عثمانیہ یونیورسٹی۔ سٹری۔ ای۔ اسپٹ بی اے۔ پروفیسر انگریزی عثمانیہ یونیورسٹی کی نگرانی اور منتخب طلباء یونیورسٹی کی ادارت میں دو سال سے اردو اور انگریزی دونوں زبانوں میں اعلیٰ پایہ پر شائع ہو رہا ہے اور اعلیٰ علمی و ادبی حلقوں میں نمایاں امتیاز حاصل کر چکا ہے یونیورسٹی کے پروفیسر مشاہیر اہل قلم اور اعلیٰ جماعتوں کے ممتاز طلباء اس میں بلند پایہ تحقیقی اور طبعی مضامین لکھا کرتے ہیں اسکے ہر نمبر کا حجم کم از کم دو سو صفحات ہو کر تاہے قیمت عام خریداروں سے چھ روپے خرچ و بخریشن ایک روپیہ دس آنے۔ پتہ سر آفریدی منیر مجلہ عثمانیہ عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد دکن

مخزن

ادب اردو کا پہلا با تصویر ماہوار رسالہ قیمتی معلومات کے مقالات اور بلند جذبات کے منظومات مجموعہ جو اس صدی کے آغاز سے اردو زبان کی سچی خدمت کر رہا ہے اور بغیر کسی امتیاز کے ہر مذہب و ملت کے بچے بڑھے مرد و عورت سب بلا تال اسکو پڑھ سکتے ہیں اس میں مغرب و خلاق مضامین اور خیال سوز تصاویر نہیں ہوتی ہیں۔ پنجاب کے مایہ ناز شاعر حضرت ابوالاثر حفیظ جالندھری تین سال سے اسکی ادارت کر رہے ہیں قیمت سالانہ لکھ منیر مخزن بھائی گیٹ لاہور سے طلب فرمائے۔

سفینہ

گورنمنٹ محمدن کالج اردو سوسائٹی سہ ماہی رسالہ افضل العلماء مولوی محمد عبدالحق ایم اے پروفیسر عربی مدداس یونیورسٹی کی ادارت میں جنوری اپریل جولائی اور اکتوبر کو شائع ہوتا ہے مدر یونیورسٹی کے فاضل پروفیسر اور ہندوستان کے ممتاز اہل قلم اس میں مضامین لکھا کرتے ہیں کہ آبت و طباعت نفیس حجم سو صفحات قیمت پانچ روپے۔ منیر سفینہ گورنمنٹ محمدن کالج پوٹ روڈ مدر اس

ننگ

۱۹۷

ممالک متحدہ کا مشہور معروف علمی ادبی با تصویر رسالہ

جو ہر ماہ کی تاریخ کو ریاست رامپور سے شائع ہوا کرتا ہے ہندوستان کے مشہور مضمون نویس ہیں مضامین لکھا کرتے ہیں۔ اسکی بڑی خصوصیت یہ ہے کہ سال میں تین خاص نمبر متحدہ تصاویر کے ساتھ شائع ہوا کرتے ہیں اور عام خریداروں کو بلا قیمت دئے جاتے ہیں۔ اس سال اپریل میں خاص نمبر نکلا ہے جس کا حجم دو سو صفحات سے زیادہ ہے اور جس میں علمی ادبی تاریخی تفریحی مضامین دلکش نظمیں اور محیر العقول افسانے ڈرامے اور متعدد تصاویر ہیں۔ جون کے آخری ہفتہ میں تنقید نمبر نکلے گا جس میں تاریخ سائنس شاعری آرٹ اور سینما کے متعلق خاص مضامین اور انکے علاوہ پر مغز اور دلچسپ تبصرے ہونگے۔ غرض کہ مشرق و مغرب کا اعلیٰ ترین تنقیدی معیار اس نمبر میں پیش کیا گیا۔

مینجر ننگ۔ ریاست رامپور سے طلب فرمائے

دو حاضر کی شمال تصنیف حضرت ابوالاثر خفیظ لکھنوی کا
مسلمانوں کی ارض مقدس کے متعلق منبیطیر تصنیف

مزار احقرین

شاہنامہ اسلام

مصنف مولوی حاجی سید علی شہید صاحب سرشتہ دار اطفالی مجلس عالیہ عدالت سرکار عالی حیدر آباد دکن

مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کی نزرات کا ذکر۔ مدونہ احقرین
جنت المعلیٰ اور جنت البقیع کے مفصل حالات اور انکی
نسبت گذشتہ تاریخ۔ مرجعین کے اقوال۔ مباحث کے بیانات
مصنف کے مبنی مشاہدات کا مخزن۔ حجم ۳۱۶ صفحات

قیمت تین روپیہ
مصنف سے طلب فرمائے۔

پہلی جلد ہو گئی جو جس میں حضرت ابراہیم اور حضرت
اسمعیل علیہ السلام کا ذکر ہے۔ دونوں موصوفے کے درمیان
کی کیفیت۔ عرب جاہلیہ کے حالات اور کائنات حضرت محمد مصطفیٰ
صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت۔ جنت بقیع اسلام پہرے میں
وغیر کے واقعات جن پر تک نہایت وثر اور شاندار مآخذ بیان
ساتھ صاف و سبب بن میں مذکور ہیں نظم طاعت و کتابت قطع
۳۱۶ مجموعہ ۴ صفحات قیمت تین روپیہ علاوہ محصلہ ڈاک
مہتمم دفتر شاہنامہ اسلام لاہور سے طلب فرمائے

تہذیب ہند

جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی
دیوان غالب

طبع ثانی

مطبوعہ برلن (جرمنی)

ہندوستان کے قدیم و جدید تمدن کی بہترین تاریخ
فرانس کے مشہور محقق ڈاکٹر گستاوی بان کی تصنیف
جس کو ڈاکٹر سید علی بلگرامی ایم اے ڈی لٹ نے
اردو میں ترجمہ کیا ہے نہایت دبیر اور نفیس
کاغذ پر عمدہ ترین خط و کتابت کے ساتھ چھپی ہے
(۶۰۱) رنگین (۸۹) سادہ تصاویر (۲) نقشے جلد
ولایتی طرز کی قیمت ۷ روپیہ ۷۰ پست
الکتہ باقی ہیں
سید عبدالقادر گزنوی کے کتب خانے پر مشتمل و مالک
اعظم اشیم پریس چارمنیہ راجہ آباد کن سے طلب فرما
زبان اردو کا بہترین با تصویر رسالہ

ہندوستان کے مائتہ ناز شاعر و ادیب مرزا غالب کا کلام جو
شان کتبہ ہوا جس قدر نہرت کا وہ حق ہی ہم نے اسی حق
دہلی اور لطافت کے ساتھ مرزا کے کلام کا مجموعہ ارباب ذوق
سنبھال کر پیش کیا ہے یہ دیوان نہایت اہتمام کے ساتھ جرمنی
میں کرا گیا ہے خوبصورت ملام جلد اس پر نہرے و تقریب
نقش و نگار طلانی اوراق اور سب سے زیادہ مرزا غالب کی
شانی عکسی تصویر جرمن ہنرمندی اور کمال کا اعلیٰ نمونہ
ہے اس دیوان کی مقبولیت کا اندازہ صرف اس امر سے کیا جا
سکتا ہے کہ چند ماہ کے علیل عرصہ میں اس کا ایک ایڈیشن ختم ہو گیا اور دوسرے
بار طبع کرنا پڑا دیوان کمال کی جہیں ہزار مروج کا خود نوشتہ مقدمہ
قدیم اور باعیاں ہیں آئیں بیاض کیلئے نفیس حاشیہ دار اوراق
شانی ہیں جلد کا رنگ سرخ نیلا ہنر سازم سے صرف چار روپے

جہنجا کے دارالطہنت لاہور سے ماہوار نکلتا ہے اسکے
ہر نمبر میں بلند پایہ مضامین اور نفیس ترین تصاویر ہوا
کرتے ہیں اہل ذوق نے ہندوستان کا تمنا ترین رسالہ
تصور کر لیا ہے سال میں دو مرتبہ اسکے دو خاص نمبر نہایت
ضمیمہ شائع ہوا کرتے ہیں جن میں متعدد دیگر ارباب و سادہ تصاویر بھی
ہوتی ہیں خریدار ان سے انجی کوئی قیمت علیحدہ نہیں لگاتی ہے
قیمت سالانہ لکھنؤ نمبر رسالہ عالمگیر لاہور سے طلب فرما

عالمگیر

زبان اردو کا بہترین با تصویر رسالہ

خوشید پریس

اردو فارسی، عربی، ہر قسم کی رنگین اور سادہ
خوشنما اور پاک و صاف چھپائی حسب عہد ہوا کرتی ہے
نمونہ کیلئے رسالہ تاریخ کا یہ نمبر ملاحظہ فرمائے۔

خوشید پریس

محکمہ عثمان پورہ بیرون چادر گھاٹ حیدرآباد کن

MAKHZAN-I-NIKAT, The Biographies of Urdu Poets. Edited by Abdul-Haq, B. A. Secretary Anjuman-i-Taraqqi Urdu.

MUIN-UL-ATHAR, Vol I. a detailed history of the 'Taj, by M. Muin-ud-din M. R. A. S and its English Translation entitled 'The Taj and its Environments'

WAQAI ALAMGIR, an character study of Alamgir based on his letters with short Biographical notes on his Father, Brother, Successors, great Ministers and list of Hindu Nobles.

TARIKH-UL-UMMA', The History of Islam, by Maulana Aslam Jairajpuri. Vol. VI. dealing with Egypt, from the earliest times to the end of the XVIth Century A. D.

THE HISTORY OF PHILOSOPHY IN ISLAM, by Dr. de Boer Urdu Translation by Sayyid Abid Hosain M. A., Ph. D.

THE DICTIONARY OF ISLAM, by Sayyid Hamid Hosain Razawi

ASAUF-JAH THE SECOND, History of Nawab Nizam Ali Khan of Hyderabad, By Mir Mahomud Ali M. A.

THE SOCIAL AND ECONOMIC CONDITIONS OF INDIA DURING THE MIDDLE AGES. A Collection of Lectures by Abdullah Yusuf Ali under the auspices of Hindustani Academy.

MUJAM-UL-MUSANNIFIN. Biographical Encyclopaedia of Islamic Authors. By Maulana Mahmud-ul-Hasan Taunki.

STORIES OF URDU. without Arabic and Persian words by Zahur-ul-Hasan Nazim.

SPECIAL ISSUE. of Nairang Rampure.

TARIKH.

Vol. 1.

April - June. 1929

Part 2.

I. EDITORIAL NOTES,	95
II. THE PROGRESS OF LEARNING IN SOUTHERN INDIA, Under The Qutub Shahi Kings. By the Editor.	103
III. MUSALMANS IN SOUTHERN INDIA, Before The Conquest of Sultan Ala-ud-din Khilji. By Sayyid Hasan Barni, B. A. L. L. B.	139
IV. THE FOREIGN RELATIONS OF THE QUTUB SHAHI KINGS. By Sayyid Ali Asghar Bilgrami	157
V. AN INSCRIPTION OF KHAFI-KHAN, the well- known Historian, By Sayyid Ahmad-Ullah Qadri.	164
VI. RELATIONS OF THE ARABS WITH MALA- BAR By the Editor.	167

REVIEWS.

THE HISTORICAL GEOGRAPHY OF ISLAMIC SPAIN,
By M. Inayatullah, Curator Translation Bureau,
Othmania University.

AMAL-I-SALEH or SHAH-JAHAN-NAMAH, A Complete
history of the Emperor Shah-Jahan. Edited by
G. Yazdani, M. A. Director of Archaeology in
Haidarabad.

تاریخ

جلد اول - حصہ سوم و چہارم

- ۱۔ خبر و نو شیروان
 - ۲۔ مورخین مہند
 - ۳۔ دکن میں مسلمان
 - ۴۔ نقود اسلامیہ
 - ۵۔ ملاطین قطب شاہیہ کے تعلقاً جہاز۔ مولوی سید علی اصغر صاحب بلگرامی
 - ۶۔ تبصرہ۔
- ۹۔ مولوی سید حسن صاحب برنی۔ بی اے ال ال بی
- ۱۰۔ مولوی محمد جعفر صاحب مولوی کامل
- ۱۱۔ مولوی محمد یحییٰ صاحب تنہا بی اے ال ال بی
- ۱۲۔ مولوی محمد عبد الحلیم صاحب شہر مرحوم
- ۱۳۔ تاریخ مغربی یورپ۔ مولوی محمد یحییٰ صاحب تنہا بی اے ال ال بی
- ۱۴۔ تفسیر الفرقان فی معارف القرآن۔ مولوی خواجہ عبدالحی صافا قی
- ۱۵۔ فقراء اسلام۔ مولانا عبد السلام ندوی
- ۱۶۔ زبان اردو اور ادب۔ سید ضامن علی صاحب ایم اے
- ۱۷۔ تاریخ ادب اردو۔ مولوی مرزا محمد عسکری صاحب بی اے
- ۱۸۔ چہستان شعرا۔ لالہ بھمی نمایین شفیق

- ۱۔ سیر المصنفین جلد دوم۔ مولوی محمد یحییٰ صاحب تنہا بی اے ال ال بی
- ۲۔ عصر قدیم۔ مولوی محمد عبد الحلیم صاحب شہر مرحوم
- ۳۔ تاریخ مغربی یورپ۔ مولوی محمد یحییٰ صاحب تنہا بی اے ال ال بی
- ۴۔ تفسیر الفرقان فی معارف القرآن۔ مولوی خواجہ عبدالحی صافا قی
- ۵۔ فقراء اسلام۔ مولانا عبد السلام ندوی
- ۶۔ زبان اردو اور ادب۔ سید ضامن علی صاحب ایم اے
- ۷۔ تاریخ ادب اردو۔ مولوی مرزا محمد عسکری صاحب بی اے
- ۸۔ چہستان شعرا۔ لالہ بھمی نمایین شفیق

اطلاع

تاریخ کی جلد اول۔ اس اشاعت پر ختم ہو گئی ہے۔ اس کے ساتھ چونکہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی المتوفی ۱۲۵۸ھ کا ایک نایاب رسالہ تذکرہ مصنفین دہلی شایع ہو رہا ہے۔ اس لئے دو حصے متحد شایع کئے گئے ہیں۔

آئندہ اشاعت کے جلد دوم کا آغاز ہوگا اور اس میں قاضی ناصر الدین ابوسعید عبدالعظیمی المتوفی ۱۲۸۵ھ کی نادر الوجود تاریخ سمرقند ایران اسمی نسطام التواریخ مکمل شایع ہوگی۔ اس لئے اس کے ابتدائی حصے بھی متحد شایع ہوں گے۔

جلد اول کے خریداروں کا چندہ اس اشاعت پر ختم ہو گیا ہے جلد دوم کیلئے خریداری کی اطلاع اوزر چندہ ایک ماہ کے اندر وصول ہونا چاہیئے۔
مینجر تاریخ

ایران قبل شیوع اسلام

خسرو انوشیروان - شہنشاہ ایران - ۶۵۳ء - ۶۵۹ء

از پروفیسر محمد مارون خاں شیروانی - ایم۔ اے۔ بیرسٹریٹ لاء عثمانہ دیوبند

(فرانس کے مشہور مشرق پران کرادے و دو کی کتاب مفکرین اسلام کا ایک جز)

حضرت رسول اکرم صلعم کی ولادت باسعادت خسرو انوشیروان شہنشاہ ایران کے جلوس کے ۳۹ ویں یا ۴۲ ویں سال ہوئی جو مشہور و معروف خاندان ساسانیان کا ایک ممتاز رکن تھا، ہم اس بادشاہ کا ذکر اس سے قبل بھی کر چکے ہیں چنانچہ اس موقع پر ہم ساسانیوں کے آخری عہد کا بیان کرنے پر اکتفا کریں گے اگر کوئی شخص مسلمانوں کی فتح ایران اور اس کے بعد کے واقعات کو سمجھنا چاہے تو اس کے لئے اس عہد کا مطالعہ نہایت ضروری ہے ایران وہ ایران جس کی تائبا کی قدامت اور تمدنی امتیاز ضرب المثل تھا، جس کے باشندوں میں فہم و ادراک کی کمی نہ تھی، جگہ پابہیوں میں مہبت و جرات بھری ہوئی تھی، چشمِ زدن میں سسہ رنگوں ہو جاتا ہے، اور ہمارا فرض ہے کہ ہم اس کے زوال کے اسباب پر غور کریں۔ پھر لطف یہ ہے کہ حالت

معلوبی میں بھی وہ خود غالب قوم کا معلم بن جاتا ہے، انھیں طرز حکومت کے اصول سے آگاہ کرتا ہے، درباری آداب و روایات کا درس دیتا ہے اور ادبیات علوم و فنون سے مالا مال کرتا ہے۔ اور اگر ہم غور کریں تو ہم معلوم کریں گے کہ یہ دراصل ایرانیوں کے گزرے ہوئے درخشاں زمانے کی یاد اور ان کے مستقل اور باطنی اثرات ہی تھے۔ جن کی وجہ سے تاریخ اسلام میں وقتاً فوقتاً بغاوتیں رونما ہوتی رہیں اور اسلام میں طرح طرح کے فرقے بن گئے۔

ہم جن واقعات کا اعادہ کریں گے اس میں ترکوں کی بھی کہیں کہیں جھلک نظر آئیگی ترک ان سب قوموں کا مجموعی نام ہے جس کی ابتدائی تاریخ کے متعلق ہمیں بہت ہی کم معلومات حاصل ہیں۔ یہ سلطنت ایران کی سرحد پر بحیرہ فرزامہ علاقہ ماوراء جیحون میں پھیلے ہوئے تھے اور یہاں سے انھوں نے اس سلطنت پر شمال اور مشرق کی جانب سے عین اس وقت تاخین کرنا شروع کیے جب اس کے اوبریز نقطہ کے مابین مخالفت و معاندت کی صورت پیدا ہو رہی تھی جو آخر کار جنگ کی شکل میں رونما ہوئی یہ سب کچھ ہو رہا تھا کہ مسلمان عربوں نے اپنے پورے زور کے ساتھ جنوب سے یورش کی اور اس قدیم و نامور سلطنت کا گویا ایک لمحہ میں خاتمہ کر دیا۔ اگر ہم تاریخ اسلام کی ابتدائی کیفیات کا غائر مطالعہ کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں یہ سب امور پیش نظر رکھنا پڑیں گے۔ کیا اپنے جنگی مہمات کے اعتبار سے اور کیا اپنے انتظامی و قانونی کارناموں کی رو سے نو شیروان ہر آئین ایک عظیم الشان فرماں روا کہلائے جانے کا مستحق ہے۔

لے یہ باب تولد کیے کی مشہور آفاق تصنیف تاریخ ایران و عرب بعهد ساسانیان کا ملخص ہے۔ یہ کتاب جو

تاریخ طبری سے اخذ کی گئی ہے، جگہ جگہ نہایت ہی قیمتی یادداشتوں سے مملو ہے۔ علاوہ ازیں طالب علم کو فردوسی (مترجمہ مول) جلد ۲، طبری (مترجمہ نوٹن برگ جلد ۲) مسعودی (مترجمہ باریے دو میارڈ و پاوے دو کورتی) جلد ۲)۔

اپنی فتوحات کے دوران میں اس نے اپنا علم بنیرنطہ، عربستان، قفقاز اور ترکستان میں اڑایا اگر ہم غور کریں تو اس نتیجہ پر پہونچیں گے کہ اس بادشاہ اور بنیرنطینی فرماں روا دوستی بنیان کے مابین جو جنگ ہوئی اس کی اصل وجہ یہ تھی کہ اس زمانہ میں عرب جو حق ایک طرف تو ملک شام میں اور دوسری جانب دجلہ و فرات کی وادی زیرین میں داخل ہو رہے تھے۔ انھی کی وجہ سے ان دونوں سلطنتوں کے درمیان کشمکش کا سلسلہ شروع ہوا۔ بعض عرب قبائل بنیرنطہ کی سلطنت میں شامل تھے اور بعض ایران کے باجگزار۔ آغاز یوں ہوا کہ شامی عربوں نے جو سلطنت یونان کے ماتحت تھے ایرانی عربوں کو طرح طرح سے سستانا شروع کیا، چنانچہ جب یہ معاملہ نوشیروان کے گوش گزار ہوا تو اس نے دوستی بنیان سے معاوضہ طلب کیا اور چونکہ موخر الذکر فرماں روا نے خاطر خواہ جواب نہیں دیا اس لیے فریقین کے مابین لڑائی ٹھن گئی۔ انرض ایرانی شام میں گھس گئے۔ اور انھوں نے بہت سے قصبات پر قبضہ کر لیا جن میں انطاکیہ خاص طور پر قابل ذکر ہے جب نوشیروان واپس آ رہا تھا تو وہ اپنے ساتھ انطاکیہ کا نقشہ لیتا گیا اور اپنے پائخت مدائن کے قریب ہی اسی خاکہ کے نمونے پر ایک شہر آباد کیا جس کا نام اس نے رومیہ (یعنی یونانی شہر) رکھا۔ وہ انطاکیہ کے بہت سے باشندوں کو بھی اپنے ساتھ لیتا گیا تھا اور انھیں اس نے رومیہ میں ہو بہو ویسے ہی مکانات میں آباد کیا جیسے وہ چھپے چھوڑے

(بقیہ حاشیہ گذشتہ) ابن سکوتہ (جو کتب کے سلسلہ میں طبع ہوئی ہے جلد ۱) کا بھی مطالعہ کرنا چاہیے اس کے ساتھ یعقوبی (جس کی ہوٹسما نے ادارت کی ہے جلد ۱) اور تعلبی کا بھی مطالعہ سودمند ہوگا۔ تعلبی نے ایران کے بادشاہوں کی ایک تاریخ لکھی ہے جس کا ترجمہ زوٹن برگ نے پیرس میں سلسلہ ۱ میں اپنے اہتمام سے چھپوایا ہے ساتھ ہی فارس نامہ بھی اچھی کتاب ہے جو حال ہی میں کتب کے سلسلہ میں شائع ہوئی ہے تاریخ ساسانیان کے عربی ماخذ پر دو نفیس کتابیں پڑھنے کے لائق ہیں جس میں سے ایک انوسترانزین کی کتاب ہے جس میں زریان نے روسی زبان سے ترجمہ کر کے اضافے کئے ہیں اور دوسری کرٹاسپ کی کتاب ہے زریان کی کتاب کا نام اسلامی ادبیات پر ایرانی اثر اور کرٹاسپ کی کتاب کا نام مطالعات تاریخ ایران قدیم ہے۔

تھے۔ نہ صرف یہ بلکہ اس نے ان کے ساتھ نہایت ہی عمدہ سلوک کیا اور ایک عیسائی کو ان کا حاکم مقرر کر دیا۔ اس لڑائی کا نتیجہ یہ ہوا کہ شہنشاہ یونان شہنشاہ ایران کا باج گزار بن گیا۔

ادھر عربستان میں بھی نوشیروان نے اپنا دائرہ اثر وسیع کیا اس نے اپنے باجگذار علاقہ حیرہ کے عربوں کو جو ایران کے جنوبی علاقے میں آباد تھے، خود اپنا بادشاہ مقرر کرنے کی اجازت دی۔ اس کا پرچم خیرہ بحیریں پر بھی لہراتا تھا اور ایک مورخ کے بیان کے بموجب عمان بھی اس کی سلطنت میں شامل تھا۔ اسی طرح ہم دیکھیں گے کہ اپنے عہد حکومت کے اختتام پر اسے یمن میں طلب کیا گیا اور اس نے اس ملک کو بھی اپنی عظیم الشان سلطنت میں شامل کر لیا۔ الغرض ملک عرب کا ایک بڑا حصہ جو اپنی دولت و مرفہ بحالی میں کسی دوسرے حصہ سے کم نہیں تھا ایران کے اثر میں آ گیا۔ اس نے حبشہ پر بھی تاحاتیں کیں اور بڑے بڑے جہاز لیکر عدن کے مقابل آفریقہ کے ایک بندرگاہ کی ناکہ بندی کرنے میں کامیاب ہوا۔

علاقہ قفقاز میں بحیرہ خزر اور پہاڑوں کے درمیان در بند کی قلعہ بندی اسی بادشاہ کی طرف منسوب کی جاتی ہے اور اس کے ذریعہ سے شاہ ایران ان اقوام کی مدافعت کر سکتا تھا جو اس نواح میں رہتی تھیں اور جن کے صحیح نسلی سلسلہ کا ہنوز یقین نہیں کیا جاسکا۔ ہم نے اس کا ذکر اسلامی سیاحوں کے ضمن میں کیا ہے۔

بحیرہ خزر کے مشرق اور دریائے جیحون کے علاقے یعنی جرجان و ترکستان میں بھی نوشیروان بہت سے قلعوں پر تسلط ہوا اور جن قلعوں کو اس کے پیشروں نے چھوڑ رکھا تھا ان کی مرمت وغیرہ کرائی۔ اس عہد میں ترکوں پر ایک خاقان حاکم تھا۔ جو ہمیشہ طرح طرح کی بے چینیوں اور اغتال پیدا کرتا تھا یہاں تک کہ رفتہ رفتہ اس نے علاقہ ماوراء جیحون پر قبضہ کر لیا اور ایک معرکے میں ایک لاکھ سپاہ کا قلعہ و قمع کر کے

برابر آگے بڑھتا گیا تاکہ ایرانی قلعہ جات تک پہنچ گیا لیکن یہاں آکر اُسے نوشیروان سے مخالفہ کرنا پڑا جس کی ایک شرط یہ بھی تھی کہ وہ اپنی بیٹی کا شہنشاہ ایران سے نکاح کروے گا۔ اسی ترکی شاہزادی کے بطن سے ولیعہد ایران ہر فرزند پیدا ہوا۔

اپنی اس وسیع سلطنت میں نوشیروان نے طرح طرح کی اصلاحات کیں۔ فرار عین کی مدد کی، راستے صاف کیے۔ نہریں کھدوائیں۔ اس نے اس جمہندی کی بھی تکمیل کی جس کی اس کے جد کی قباد نے ابتدا کی تھی۔ مسعودی کا بیان ہے کہ وہی پہلا شخص تھا جس نے محصول عائد کرنے کے معین قواعد بنائے اور لگان کا تقریباً اس کے عمال نے کھجور اور زیتون کے درخت شمار کر لیے اور ان سب لوگوں کی ہرست بنائی جن پر لگان عاید کیا جاسکتا تھا اس سے پہلے محال کی مقدار محض رسم و رواج پر منحصر تھی یعنی حکومت ہر ضلع کی پیداوار کا تیسرا یا چھٹا حصہ لیتی تھی چنانچہ کاشت کی حالت و کیفیت کے ساتھ ساتھ لگان کا تعین ہوا کرتا تھا۔ علاوہ ازیں ہر شخص کو ذاتی محصول بھی ادا کرنا ہوتا تھا نوشیروان نے اس طریقہ میں یہ اصلاح کی کہ اول تو اس نے ہر قسم کی کاشت (مثلاً گیہوں، چاول، گھاس، انگور، کھجور، اور زیتون پر اور انانوں اور جانوروں پر محصول لگایا، مثلاً جہاں گیہوں پیدا ہوتا تھا وہاں کی زمین پر تقریباً عاں فی ایکڑ گھاس کے زمین پر عیسے فی ایکڑ، انگور کے لئے عیسے فی ایکڑ لگان لیا جاتا تھا پھر چھ معمولی یا چار ایرانی کھجور کے درختوں یا چھ زیتون کے درختوں پر ایک درہم یا تقریباً ۸ محصول ہوتا تھا۔ اس طرح ادا کنندگان کی مالی حالت کے اعتبار سے ذاتی محصول کی چار قسمیں تھیں یعنی چار درہم چھ درہم، ۸ درہم اور ۱۲ درہم، لیکن یہ صرف اُن لوگوں پر عاید کیا جاتا تھا جن کی عمر بیس اور پچاس سال کے درمیان ہو۔ سالانہ محصول تین قسطوں میں چار چار ماہ بعد ادا کیا جاتا تھا۔

نوشیروان نے ایک بڑی مجلس منعقد کر کے یہ سب اصلاحات اس کے سامنے

پیش کیں اور دریافت کیا کہ آیا کسی کو ان کی بابت کچھ اعتراض ہے۔ اس پر ایک شخص نے اٹھ کر باد از بلند کہا کہ ”اے بادشاہ کیا تو چاہتا ہے کہ ان چیزوں پر بھی محصول عائد کرے جو خراب و برباد ہو گئی ہیں جیسے انکور کے خشک درخت کی شلخ جلا ہو ایچ، سوکھی نہر اور بیکار چشمہ؟ اس پر بادشاہ کو اس کی گستاخی پر سخت غصہ آیا وہ فی الفور اس کی کھال کھینچنے کا حکم دیدیا۔ اس کے بعد پھر کسی کو ایک لفظ زبان سے نکالنے کی جرات نہیں ہوئی۔

واضح ہو کہ جب مسلمانوں نے حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ایران فتح کیا ہے تو خلیفہ اسلامؓ کے حکم سے یہ سب قوانین برابر نافذ رہے۔

نوشیروان ادبیات علوم و فنون کا بھی سرپرست تھا چنانچہ اس نے بہت سی قدیم کتابوں کے ترجمے بھی کرائے۔ اس نے جندساپور میں ایک جامعہ کا افتتاح کیا جہاں کے طلبہ یونانی علوم و فنون میں مہارت پیدا کرتے تھے یہ جامعہ زیادہ تر عیسائیوں کے قبضہ میں تھا اور اس سے پہلے بھی یونانی علوم و فنون کا درس اٹلیہ کے مدرسہ میں دیا جاتا تھا جسے جامعہ کا رتبہ حاصل تھا۔ رنیاں کہتا ہے کہ اٹلیہ کے کھنڈروں نے نصیبین و جندساپور کے مدارس پر آمد ہو سے جن کی وجہ سے مسطوری عیسائیوں کا علاقہ علوم و فنون کے شعاعوں سے منور ہو گیا۔

جندساپور کا مدرسہ اپنے آپ کو مسلک بقراط کا پیرو کہتا تھا اور یہ طب مشرقی کا گویا گہوارہ بنا ہوا تھا۔ ایران اپنے بادشاہ کینخسرو اعظم کے زمانے سے یونانی علماء و فضلا کا مامن تھا، اور کون ایسا ہے جو اس بات سے واقف نہیں کہ جب پوستی نیان نے علماء و فضلا پر طرح طرح کی سختیاں کرنی شروع کی ہیں تو اس بربریت فرمانروا کا دربار ان کا جاد پناہ بن گیا تھا ان کی تعلیم و تدریس کو خود شاہ ایران نہایت ہی قدر کی نگاہ سے دیکھتا تھا اور چاہتا تھا کہ لوگ اسے حکیم افلاطون کا پیرو

سمجھنے لگیں۔ اگتاھیوس یہ بھی کہتا ہے کہ اس نے یونانی کتابوں کا فارسی زبان میں ترجمہ کرایا۔ کہا جاتا ہے کہ جس قدر دیوس تھینس طوسی ویدش کے تحریرات سے واقف تھا اس سے زیادہ شہنشاہ ایران نے ارسطاطالیس کے اصول پر عبور حاصل کر لیا تھا اور وہ افلاطون کے فلسفے سے اس قدر واقف تھا کہ تمائیوس کا کوئی بھی شغل سے مشکل مسئلہ ایسا ہوگا جسے وہ حل نہ کر سکتا ہو، اور یہی کیفیت فائیدو گورگیاس اور پارمینی دیس جیسے دقیق مکالموں کی تھی۔^۱

یہ امر متیقن نہیں کہ مدائن میں جو ایوان کسری ہے اسے خسرو پرویز نے بنایا تھا یا نوشیروان نے۔ چنانچہ بعض تو اسے ایک کی طرف اور بعض دوسرے کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ لیکن خاص ایران میں اس کا بانی نوشیروان ہی قرار دیا جاتا ہے۔ ایک مسلمان مورخ کہتا ہے کہ یہ محل اینٹ چونے کا تھا اور اس کی بلندی ستر ہاتھ تھی۔ یا قوت کہتا ہے کہ ”اس کے صدر دروازے پر جو شبیہ تھی۔ اس میں خسرو نوشیروان انطاکیہ کے باشندوں سے بات چیت کرتا ہوا نظر آتا تھا“ ایک روایت کے مطابق جو مسلمانوں میں زباں زد خواص و عام ہے، اس محل کا ایک حصہ عین اس روز گرا جس دن رسول اکرم صلعم اس دنیا میں تشریف لائے۔

مذہب کے اعتبار سے نوشیروان مسند ائی تھا۔ اور اپنے عہد حکومت کے اوایل ہی میں اس نے مزدکیوں کا جو اشتراکیت پسندوں کا ایک خطرناک فرقہ تھا خاتمہ کر دیا۔ مزدک ایک طرح کا مانوی تھا جس نے کیتباد کے عہد میں اپنے اصول کی تبلیغ و ترویج سے بہت سے ایرانیوں کو اپنا پیرو بنالیا تھا۔ وہ ادب کی کچھ اس طرح

۱۔ ارنست رینان ”فلفہ مشائیں پیرس ۱۸۵۲ء ص ۱۷۰ شیلتر: مباحث جندشاپور
جریدہ انجمن طلبہ جلد (۲) ص ۱۷۰ مزدک کے قصے کی بابت دیکھو ”فارس نامہ“ ص ۸۶ و ۸۹

سے تاویل کرتا تھا کہ اس کا بیان کردہ مطلب ظاہری مطلب سے بالکل مغائر ہوا تھا غرض نوشیروان نے اسے مع اس کے انتہی ہزار پیروں کے جازر و نہروان کے درمیان موت کے گھاٹ اتروا کر از سر نو آتش پرہی کو رواج دیا اور مذہبی مباحث و مناظر کو قطعاً ممنوع کر دیا۔ بعض مورخوں کے نزدیک یہ عیسوی مذہب کا دشمن تھا۔ لیکن خبا کرشاسپ نے ایران قدیم پر جو کتاب لکھی ہے اس میں اس بادشاہ کو اس الزام سے بالکل بری کر دیا ہے۔

المختصر یہ کہ نوشیروان کا عہد حکومت نہایت تائبانہ تھا اور گو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایرانیوں سے کوئی خاص لگاؤ نہیں تھا تاہم روایت ہے کہ آپ نے اپنی زبان مبارک سے اس بادشاہ کو عادل کا لقب دیا جس کا وہ ہر آن مستحق تھا۔

۱۔ کرشاسپ مطالبات تاریخ قدیم۔ جو تنقید فلسفہ تاریخ ایک نہایت لطیف مجموعہ ہے؛ لندن، ۱۸۹۶ء ص ۱۱۰۔ اس کتاب کا ایک پورا باب ۶ ص (۲۱۶) نوشیروان کے لئے وقف ہے۔

مورخین ہند

عام تاریخیں

طبقات اکبری

تصنیف ملا نظام الدین احمد بن محمد مقیم ہروی

ہندوستان کے حکومت اسلامیہ کی عام تاریخ ہے۔ جس میں امیر ناصر الدین
سبکتگین کے آغاز حکومت (۳۶۷ھ - ۳۷۷ھ) سے جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کے
اڑتیسویں سال جلوس (۱۵۷۰ء - ۱۵۷۱ء) تک واقعات ہیں۔

اس کا مصنف ملا نظام الدین احمد بن محمد مقیم ہروی شیخ الاسلام خواجہ عبد
انصاری (تولد ۱۰۰۵ھ وفات ۱۰۸۱ھ) کی اولاد سے ہے جو ہرات کے مشہور
بزرگ اور پیر ہرات کے لقب سے مشہور تھے۔ محمد مقیم ابتداً بابر بادشاہ کے زمانہ میں

دفتر دیوانی میں ملازم ہوا۔ بابر کی وفات کے بعد جب ہمایوں نے گجرات فتح کیا اور مرزا عسکری کو وہاں کا گورنر بنایا تو مرزا محمد مقیم کو اُس کا وزیر مقرر کر دیا۔ ہمایوں جب شیر شاہ سے شکست کھا کر ایران کو چلا گیا تو یہ بھی اُس کے ہمراہ موجود تھا۔

نظام الدین اکبر کی تخت نشینی (۹۶۳ھ) سے چار یا پانچ سال پہلے ۹۵۰ھ یا ۹۵۹ھ میں پیدا ہوا اور سن رشد کو پہنچ کر شاہی لشکر میں ملازم ہو گیا۔ اکبر نے اپنے جلوس کے اونیسیویں سال (۹۹۱ھ) اعتماد خاں کو گجرات کا صوبہ دار مقرر کیا تو نظام الدین کو صوبہ کا بخشی بنا دیا۔ اور اس نے کئی سال اس خدمت کو نیک نامی کے ساتھ انجام دیا۔ جلوس کے سینتیسویں سال (۱۰۲۸ھ) مرزا جعفر آصف خاں روستائییوں کی مہم پر روانہ ہوا تو نظام الدین لشکر کا میر بخشی قرار پایا۔ جلوس کے اونیسیویں سال ۱۰۲۳ھ صفر ۱۰۲۸ھ کو پینتالیس سال کی عمر میں تپ محرقہ سے اس نے انتقال کیا۔ اور لاہور میں مدفون ہوا۔ ملا عبدالقادر بدایونی کے ساتھ اس کے دوستانہ تعلقات تھے۔ ملاضاً نے اس کی وفات کا حال افسوس ناک الفاظ میں لکھا ہے۔ اور ذیل کا قطعہ یا بیخ منظوم کیا ہے

منتخب التواریخ طبع لکھنؤ ص ۲۷۷۔

رفت میرزا نظام دیں احمد	سوئے عقبی و حبت و زیبارفت
گوہرا و زبسکہ عالی بود	در جوار ملک تعالی رفت
قادی یافت سال تارخیش	گوہر بے بہا زد نیارفت

نظام الدین نے ۱۰۲۸ھ میں جلوس اکبری کے سینتیسویں سال اس کتاب کی تالیف شروع کی اور ۱۰۲۸ھ کے اخیر ایام میں اپنی وفات سے چند ماہ پہلے اختتام کو پہنچایا اور اٹھائیس کتابوں سے جن کی تفصیل ذیل میں درج ہے اس کی ترتیب و تدوین میں مدد ملی

(۱) تاریخ یمنی	(۲) زین الاخبار	(۳) روضۃ الصفا	(۴) تاج المائر
(۵) خزائن الفیج	(۶) تعلق نامہ	(۷) طبقات نامری	(۸) تاریخ فیروز شاہی

(۹) فتوحات فیروز شاہی	(۱۰) تاریخ مبارک شاہی	(۱۱) تاریخ فتوح السلاطین	(۱۲) تاریخ محمود شاہی مندرجہ بالا
(۱۳) تاریخ محمود شاہی دوجی	(۱۴) تاریخ محمود شاہی گجراتی	(۱۵) مائر محمود شاہی گجراتی	(۱۶) تاریخ محمدی
(۱۷) تاریخ بہادر شاہی	(۱۸) تاریخ بہمنی	(۱۹) تاریخ ناصری	(۲۰) تاریخ مظفر شاہی
(۲۱) تاریخ میزاجید دغلا	(۲۲) تاریخ کشمیر	(۲۳) تاریخ سندھ	(۲۴) تاریخ بابری
(۲۵) واقعات بابری	(۲۶) تاریخ ابراہیم شاہی	(۲۷) واقعات شتاتی	(۲۸) واقعات ہمایونی

طبقات اکبری ایک مقدمہ نو طبقات اور ایک خاتمہ پر منقسم ہے۔

مقدمہ در ذکر سلاطین آل سبکتگین ۳۶۷ھ - ۵۸۲ھ - ۷۷۷ھ - ۱۱۸۶ھ

طبقہ اول - ذکر سلاطین دہلی - سلطان معز الدین محمد بن سام کے زمانہ سے اکبر کے اڑتویں سال جلوس تک - ۷۷۷ھ - ۱۰۰۲ھ - ۱۱۷۸ھ - ۱۵۹۳ھ

طبقہ دوم - ذکر سلاطین کن ۷۷۸ھ - ۹۸۰ھ - ۱۳۴۷ھ - ۱۵۹۳ھ

طبقہ سوم - ذکر سلاطین گجرات ۷۹۳ھ - ۹۸۰ھ - ۱۳۰۰ھ - ۱۵۷۲ھ

طبقہ چہارم - ذکر سلاطین بنگالہ ۷۸۲ھ - ۹۸۲ھ - ۱۳۴۰ھ - ۱۵۷۹ھ

طبقہ پنجم - ذکر سلاطین مالوہ ۸۰۹ھ - ۹۷۷ھ - ۱۴۰۶ھ - ۱۵۶۹ھ

طبقہ ششم - ذکر سلاطین جون پور ۷۸۲ھ - ۷۸۱ھ - ۱۳۸۲ھ - ۱۴۷۹ھ

طبقہ ہفتم - ذکر سلاطین سندھ ۸۶ھ - ۱۰۰۱ھ - ۱۷۰۵ھ - ۱۵۹۲ھ

طبقہ ہشتم - ذکر سلاطین کشمیر ۷۸۷ھ - ۹۹۵ھ - ۱۳۴۶ھ - ۱۵۸۶ھ

طبقہ نہم - ذکر سلاطین بلتان ۸۴۷ھ - ۹۲۳ھ - ۱۴۲۳ھ - ۱۵۱۷ھ

خاتمہ - ذکر بعض خصوصیات ہندوستان

طبقات اکبری اگرچہ تاریخی اغلاط سے خالی نہیں ہے اور بالخصوص اس میں نین کی غلطیاں کثرت سے موجود ہیں لیکن باوجود اس کے ہندوستان کی عام تاریخوں میں ایک خاص وقعت اور اہمیت رکھتی ہے کیونکہ یہ سب سے پہلی کتاب ہے جو اس موضوع پر

تصنیف ہوئی ہے اور اس کا طرز ترتیب اس درجہ پسندیدہ ہے کہ مورخین مابعد نے اسی کا اتباع کیا ہے۔ فرشتہ نے اپنی مشہور تاریخ بالکل اسی کے نمونہ پر لکھی ہے۔ یہ ہی کتاب بدایونی کی منتخب التواریخ کا ماخذ ہے۔ مصنف ماثریجی نے اس کے تاریخی اقتباسات کثرت سے اپنی تاریخ میں لکھی ہیں۔ قریب قریب یہ ہی حال خلاصۃ التواریخ۔ لب التواریخ اور بہت سی دوسری تاریخوں کا ہے۔

طبقات اکبری ۱۵۵۷ء میں مطبع نول کشور میں چھپی ہے۔ سٹرڈے نے اس کا ابتدائی حصہ جس میں فیروز شاہ کے عہد حکومت تک حالات ہیں ۱۵۱۳ء میں سلسلہ کتب ہندیہ میں چھپوایا ہے اور اس کا انگریزی میں ترجمہ بھی کیا ہے جو ۱۹۱۲ء میں اسی سلسلہ میں چھپ کر شائع ہوا ہے۔

بلاک مین کا ترجمہ آئین اکبری جلد اول ص ۴۲۰۔ الیت کا انڈکس ص ۱۸۰ تا ص ۱۸۴۔ ایلیٹ کی تاریخ جلد پنجم ص ۶۷ تا ص ۱۷۷۔ ریویج اس ۲۲۰ ناسولیس کا مضمون ہندوستان کی تاریخوں پر مندرجہ رسالہ ایشیاٹک سوسائٹی بنگال سلسلہ جدید جلد سوم ص ۴۵۱۔

(۲)

منتخب التواریخ

تصنیف ملا عبد القادر بدایونی

ہندوستان کی عام تاریخ ہے اس میں سلاطین غزنویہ کے آغاز حکومت سے اکبر کے چالیسویں سال جلوس ۱۵۷۵ء تک دہلی کی سلطنت اسلامیہ کے حالات تحریر ہیں۔ ملا صاحب ۹۴۹ھ یا ۹۵۰ھ میں بدایون کے قصبہ توندہ میں پیدا ہوئے۔ شیخ مبارک ناگوری کے شاگرد تھے۔ ۹۵۱ھ میں جمال خاں قورچی اور عین الملک شیرازی کی سفارش سے اکبر کے دربار میں پہنچے۔ چار شنبہ کے روز نماز میں بادشاہ کی امامت کیا

کرتے تھے۔ اس لئے ان کا لقب امام اکبر بادشاہ ہو گیا تھا۔ ۲۳ جلدی الثانی سنہ ۱۰۰۲ھ کو بدایون میں ان کا انتقال ہوا ہے (خزانہ عامرہ صفحہ ۲۳۲) ان کے مفصل حالات کے لئے دیکھئے بلاک مین کا ترجمہ آئین اکبری جلد اول ص ۱۰۴۔ اور مولانا آزاد دہلوی کی دربار اکبری۔ ص ۱۱۹

ملا صاحب نے اس تاریخ میں ابواب و فصول قائم نہیں کئے ہیں لیکن ان کے مضامین اپنی نوعیت کے لحاظ سے از خود تین مختلف حصوں میں منقسم ہو گئے ہیں۔

(۱) سلاطین دہلی کے واقعات۔ امیر ناصر الدین بکتگیں کے زمانہ (۱۳۶۱ھ) سے ہمایون کی وفات (۱۵۵۶ھ) تک

(۲) جلال الدین اکبر کے حالات تحت نشینی سے چالیسویں سال جلوس تک

(۳) شاہیر عہد کا تذکرہ۔ اس میں ان امراء و فقراء علما حکما اور شعرا کا احوال مذکور ہے جو اکبر کے معاصر اور ہندوستان میں گذرے ہیں۔

یہ کتاب (سنہ ۱۵۹۶ھ) میں تصنیف ہوئی ہے۔ اور اس میں ملا صاحب نے سلاطین کے حالات تاریخ مبارک شاہی اور طبقات اکبری سے اخذ کیے ہیں۔ شعرا کا تذکرہ علماء الدولہ قزوینی کی نفایس المآثر سے منتخب کیا ہے۔ اس کا کارآمد حصہ وہ ہے جس میں عہد اکبری کے واقعات ہیں اور اس کو ملا صاحب نے اپنے عینی مشاہدات کی بنیاد پر تحریر کیا ہے۔

منتخب التواریخ سنہ ۱۸۶۵ء میں بہ مقام لکھنؤ ایک جلد میں چھپی ہے۔ قریباً قریب اسی زمانہ میں ڈاکٹر ناسولیس نے تین جلدوں میں سلسلہ کتب ہندیہ میں بہ مقام کلکتہ سنہ ۱۸۶۲ء سے سنہ ۱۸۶۹ء عرصہ چھ سال میں چھپوایا ہے۔ اس کا انگریزی ترجمہ سنہ ۱۸۹۵ء سے ۱۹۱۲ء تک تین جلدوں میں سلسلہ کتب ہندیہ میں شائع ہوا ہے۔ پہلی جلد کورائلنگ نے دوسری کو لوئی نے اور تیسری کو ہیک نے ترجمہ کیا ہے۔ اس سے پہلے ڈاکٹر ولن نے صرف اس حصہ کا ترجمہ کیا تھا جس میں اکبر کے حالات ہیں اور یہ ڈاکٹر موصوف کے مجموعہ

تصنیفات کی دوسری جلد میں ص ۲۷۹ سے ص ۴۰۰ تک موجود ہے۔ اردو میں مولوی احتشام الدین مراد آبادی نے ترجمہ کیا ہے جو ۱۸۸۹ء میں مطبع نول کشور لکھنؤ میں چھپا ہے۔

ناسولیں کا مضمون ص ۴۵۵۔ ایلیت کا اندکس ص ۴۱۹ تا ص ۴۵۸۔ ایلیت کی تاریخ جلد پنجم ص ۴۷۷ تا ص ۵۴۹

(۳) ذکر الملوک

تصنیف شیخ عبدالحق محدث دہلوی

ہندوستان کی عام تاریخ ہے۔ سلطان مغزالدین محمد بن سام کے زمانہ سے شہنشاہ اکبر کے جلوس تک واقعات ہیں۔

شیخ عبدالحق ہندوستان کے علمائے عظام سے ہیں۔ علوم دینیہ میں یدِ طولی رکھتے تھے۔ عنفوانِ شباب میں حج بیت اللہ کے لیے حجاز کا سفر کیا اور وہاں شیخ عبدالوہاب متقی کے حلقہٴ درس میں شریک ہو کر علمِ حدیث کی تکمیل کی۔ ۹۵۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۰۵۲ھ میں جہانگیر کے عہد میں انتقال کیا۔ علوم دینیہ اور بالخصوص حدیث۔ سیر اور تصوف میں بہت سی کتابیں تصنیف کی ہیں جن کی مجموعی تعداد پچاس سے زیادہ ہے۔

سبحۃ المرجان ص (۵۲) مائثر الکرام ص ۲ - تذکرہ علمائے ہند ص ۱۰۹

آپ نے مشائخین اور فقراء ہندوستان کا ایک مبسوط و مفصل تذکرہ لکھا ہے جو اخبار الاخیار کے نام سے موسوم ہے اس میں مشائخین کے حالات ہیں اور ۱۲۸۳ھ اور ۱۲۸۴ھ میں دوبار دہلی میں طبع ہوا ہے

دیباچہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ محمد بن سام کے فتح ہندوستان سے سلطان ناصر الدین

محمود بن شمس الدین التمش کے جلوس تک جو زمانہ گزرا ہے اس کے حالات طبقات ناصر سے ماخوذ ہیں۔ عیاش الدین بلبن سے فیروز شاہ تک آٹھ بادشاہوں کا تذکرہ تاریخ فیروز شاہ سے منقول ہے۔ اس کے بعد اکبر کے جلوس تک جن بادشاہوں نے حکومت کی ہے ان کے واقعات معتبر روایات اور عینی مشاہدات کی بنا پر تحریر کئے ہیں۔

یہ کتاب جلوس اکبر کے چالیسویں سال سنہ ۹۷۱ھ میں تصنیف ہوئی ہے اور شیخ نے جس بیت سے اس کی تاریخ نکالی ہے وہ ذیل میں درج ہے:-

ناقص چوقدار سال تاریخش را از ذکر ملوک یا ز وہ ناقص گن
ذکر ملوک کے اعداد (۱۰۱۶) ہیں۔ ان سے (۱۱) عدد ناقص کریں تو سنہ ہجری حاصل ہوتا ہے۔

مضامین کی تفصیل ذیل میں درج ہے:-

- | | |
|------------------------|-----------------------|
| (۱) تذکرہ سلاطین دہلی | (۲) ذکر سلاطین بنگالہ |
| (۳) ذکر سلاطین جون پور | (۴) ذکر سلاطین مالوہ |
| (۵) ذکر سلاطین گجرات | (۶) ذکر سلاطین دکن |
| (۷) ذکر سلاطین ملتان | (۸) ذکر سلاطین کشمیر |

شیخ نے اس کتاب کا نام ذکر الملوک رکھا ہے۔ لیکن عام طور پر تاریخ حقی کے نام سے مشہور ہے۔

ایلیٹ کا انڈکس ص (۲۷۳) تا ص (۲۸۰) ایلیٹ کی تاریخ جلد ششم ص (۱۰۵)

تا ص (۱۸۱) ریو جلد اول ص ۲۲۴ مارلے ص (۶۲)

شیخ فرید بخاری (وفات ۸۱۰ھ) جہانگیر کے دربار میں ایک جلیل القدر امیر گذرا اس کی فرمایش نے شیخ کے فرزند نور الحق مشرقی نے ہندوستان کی ایک مختصر تاریخ لکھی اس کا نام زبدۃ التواریخ ہے اور سنہ ۱۰۱۵ھ میں تمام ہوئی ہے۔ یہ تاریخ حقیقت میں ذکر الملوک

کا ترجمہ شدہ نسخہ ہے۔ اس میں نور الحق نے زمانہ تصنیف تک سلاطین دہلی اور ان کے ہم عصر بادشاہوں کا تذکرہ اضافہ کر دیا ہے۔ ایلیٹ کی تاریخ جلد ششم ص (۱۸۲)۔ ریو جلد اول ص (۲۲۳)

(۴)

تاریخ فرشتہ

تصنیف حکیم محمد قاسم فرشتہ ابن غلام علی ہندو شاہ استرآبادی ہندوستان کی عام تاریخ ہے۔ جس میں قدیم زمانہ سے ۱۵۰۰ء تک واقعات ہیں۔ فرشتہ ۹۶۰ء کے قریب استرآباد میں پیدا ہوا۔ ابتدائے عمر میں اپنے والد کے ساتھ ہندوستان میں آکر احمد نگر میں مقیم ہوا۔ اس وقت احمد نگر میں مرتضیٰ نظام شاہ (۹۵۲ء - ۹۹۶ء) کی حکومت تھی باپ اور بیٹا دونوں نے دربار میں رسائی حاصل کر لی۔ مرتضیٰ شاہ نے ہندو شاہ کو اپنے فرزند میرا حسین کا اتالیق مقرر کر دیا۔ مرتضیٰ کے بعد میرا حسین برسر حکومت ہوا اور کم و بیش ایک سال حکومت کرنے کے بعد ۹۹۷ء میں معزول کر دیا گیا۔ میرا حسین کے عہد میں فرشتہ احمد نگر میں مقیم رہا۔ اس کے بعد وہاں سے نکل کر ۹۹۸ء میں بجاپور میں آیا اور عادل شاہی دربار میں باریاب ہو گیا۔ سلطان ابراہیم عادل شاہ (۹۸۵ء - ۱۰۳۷ء) کے حکم سے اس نے اپنی تاریخ لکھتی شروع کی جو ۱۰۳۷ء میں اختتام کو پہنچی اور اسے گلشن ابراہیمی کے نام سے موسوم کیا۔ لیکن یہ نام عام طور پر مشہور نہیں ہوا۔ فرشتہ کا سال وفات معلوم نہیں۔ لیکن یہ بات یقینی ہے کہ اس نے بہت بڑی عمر پائی ہے۔ کیونکہ اس نے خاندیس کی سلطنت فاروقیہ کے انقرض کا تذکرہ کرتے ہوئے بہادر خاں فاروقی کی وفات کا ذکر کیا ہے جو جہانگیر کے عہد میں ۱۰۳۳ء میں واقع ہوئی ہے اور اس سے ظاہر ہے کہ فرشتہ ۱۰۳۳ء میں بقید حیات

موجود تھا۔

فرشتہ نے تاریخ کے علاوہ ایک کتاب علم طب میں لکھی ہے جس کا نام دستور الاطباء ہے اس میں ہندوؤں کے طریق علاج اور ہندی ادویہ کے افعال و خواص بیان کئے ہیں۔ یہ کتاب امرتسر میں ۱۹۰۷ء میں چھپی ہے۔

فرشتہ نے اپنی تاریخ (۳۳) کتابوں سے اخذ کی ہے ان میں سے (۲۵) کتابیں وہی ہیں جو طبقات اکبری کا ماتخذ ہیں انکے علاوہ دس کتابوں کے نام یہ ہیں۔ (۱) ملخصات طبقات ناصری شیخ عین الدین بیجا پوری (۲) تاریخ بناکتی (مطبوعہ نسخہ میں غلطی سے تاریخ بنائے گیتی لکھا گیا ہے) (۳) سراج التواریخ ملا محمد لاری (۴) تاریخ ملا احمد تھتوی (۵) حبیب السیر (۶) تاریخ حاجی محمد قندھاری (۷) فواید الفواد (۸) خیر المجالس (۹) خیر العارفین (۱۰) طبقات اکبری

فرشتہ نے اپنی تاریخ کو ایک مقدمہ بارہ مقالے اور ایک خاتمہ پر تقسیم کیا ہے۔

مقدمہ - ذکر راجگان ہنود - کیفیت ظہور اسلام در بلاد ہندوستان

مقالہ اول - ذکر سلاطین لاہور

مقالہ دوم - ذکر سلاطین دہلی - سلطان مغز الدین محمد بن سام کے زمانہ سے اکبری وفات تک۔

مقالہ سوم - ذکر سلاطین دکن۔

روضہ اول - ذکر سلاطین بہمنہ

روضہ دوم - ذکر سلاطین بیجا پور ملقب بہ عادل شاہ

روضہ سوم - ذکر سلاطین احمد نگر ملقب بہ نظام شاہ

روضہ چہارم - ذکر سلاطین تلنگانہ ملقب بہ قطب شاہ

روضہ پنجم - ذکر شامان برار ملقب بہ بجاو شاہ

روضہ ششم - ذکر شامان بیدر ملقب بہ برید شاہ

مقالہ چہارم - ذکر شاہان گجرات

مقالہ پنجم - ذکر شاہان مالوہ

مقالہ ششم - ذکر سلاطین خاندیس

مقالہ ہفتم (۱) ذکر سلاطین بنگالہ

(۲) ذکر سلاطین جون پور

مقالہ ہشتم - ذکر سلاطین بنگالہ

مقالہ نہم - ذکر سلاطین سندھ

مقالہ دہم - ذکر سلاطین کشمیر

مقالہ یازدہم - ذکر حکام ملیبار و کیفیت برگیمران ہندوستان

مقالہ دوازدہم - ذکر مشائخین ہندوستان

خاتمہ کیفیت ہندوستان

ایلیٹ کا انڈکس ص ۳۱ تا ص ۳۳۹ ایلیٹ کی تیاریں جلد ششم

جلد ششم ص ۲۰۴ تا ص ۳۳۹ - ریوج اول ص ۲۲۵ - ص ۲۵۵ تا ص ۲۸۵

مبئی کے گورنر اور مشہور مورخ مارٹن فرسٹن نے تیاریں فرشتہ کو نہایت اہتمام کے

ساتھ بڑی تقطیع کی دو ضخیم جلدوں میں ۱۸۳۲ء میں مبئی میں چھپوایا ہے۔ اس کے بعد لکھنؤ

کے مطبع منشی نو لکھنؤ نے اس کے متعدد ایڈیشن شائع کئے ہیں۔ (۱۸۶۲ء ۱۸۶۵ء ۱۸۸۲ء)

انگریزی میں اس کے متعدد ترجمے ہوئے ہیں۔ اسکندر دیو نے مقالہ اول و دوم

کا ترجمہ کیا ہے جس میں سلاطین لاہور و دہلی کا تذکرہ ہے۔ اور تیاریں ہندوستان کے نام

سے ۱۸۶۵ء میں بہ مقام لندن دو جلدوں میں چھپا ہے۔ میجر اسکاٹ نے مقالہ سوم

کا ترجمہ کیا ہے جس میں سلاطین دکن کے حالات ہیں اور ۱۸۶۶ء میں تیاریں دکن کے نام سے

دو جلدوں میں چھپا ہے۔ انڈکس نے گیارھویں مقالہ کا ترجمہ کیا ہے جس میں ملیبار

حالات ہیں اور اکاؤنٹ آف ملیبار کے عنوان سے کلکتہ کے رسالہ ایشیاٹک مسلیننی میں ۱۸۸۶ء میں شائع ہوا ہے۔ کامل کتاب کا ترجمہ جس برکس نے چار جلدوں میں کیا ہے جو ۱۸۲۹ء میں بہ مقام لندن اور ۱۹۰۸ء میں بہ مقام کلکتہ چھپا ہے۔

اردو میں بھی اس کے متعدد ترجمے ہوئے ہیں۔ کامل کتاب کا ترجمہ دو ضخیم جلدوں میں ۱۳۰۹ھ میں مطبع قشیشی نول کشور میں طبع ہوا ہے۔ مولوی حیدر علی بجنوری نے سرشتہ تعلیم پنجاب کی فرمائش سے ابتدائی تین مقالوں کا ترجمہ کیا ہے جو دو جلدوں میں بہ مقام بجنو طبع ہوا۔ پہلی جلد میں سلاطین لاہور ودہلی کے حالات ہیں اور اس کا نام تحفۃ الملوک ہے۔ دوسری جلد میں سلاطین ہند کا تذکرہ ہے اور اسے سلطان التواریخ کے نام سے موسوم کیا ہے۔ اس میں ایک ترجمہ حیدر آباد کی عثمانیہ یونیورسٹی کے سرشتہ تالیف و ترجمہ نے شائع کیا ہے۔ اس کے مترجم کا نام فدا علی طالب ہے۔ اس کی دو جلدیں شائع ہوئی ہیں جن میں ابتداء سے سلطان جلال الدین اکبر کی وفات تک واقعات ہیں۔ کتاب کے آخر میں ایک حصہ تعلیقات کا اضافہ کیا گیا ہے۔ اس میں تاریخی حواشی مترجم نے اور جغرافیائی حواشی مولوی سید ہاشمی فرید آبادی نے لکھے ہیں۔

۵

خلاصۃ التواریخ

تصنیف منشی سوجان رائے ساکن ٹہالہ

ہندوستان کی عام تاریخ۔ جس میں قدیم زمانہ سے اوزنگ زریب عالمگیر کی تخت نشینی تک واقعات ہیں۔

مصنف کے نام میں اختلاف ہے المیٹ نے سوجان رائے اور کارن دی ٹاسی نے سوجان رائے لکھا ہے۔ بعض قلمی نسخوں میں کاتبوں نے جو خاتے لکھے ہیں ان سے آخر لکھ

بیان کی صحت ظاہر ہوتی ہے۔ سو جان رائے نے اس تاریخ کے علاوہ اور بھی کتابیں تصنیف کی ہیں مثلاً شاہ نامہ فردوسی کا نثر خلاصہ جو سلسلہ میں تمام ہوا ہے خلاصۃ الانشا جس میں فن انشا کی چوبیس کتابوں سے اخذ کر کے نامور انشا پردازوں کے مختلف تحریر جمع کئے ہیں۔ خلاصۃ المکاتیب جس میں خطوط نویسی کے آداب و قواعد مذکور ہیں۔ مصنف نے خلاصۃ التواریخ کی تالیف میں چھبیس کتابوں سے مدد لی ہے اور دو سال کے عرصہ میں جلوس عالمگیری کے چالیسویں سال سلسلہ کے اخیر ایام میں اس کو تمام کیا ہے۔

مضامین کی ترتیب و تقسیم اس طرح پر ہے۔

۱۔ ہندوستان کا جغرافیہ

۲۔ تاریخ راجگان ہندوستان۔ راجہ جد ہستہ کے زمانہ سے فتوحات اسلام تک

۳۔ تاریخ سلاطین ہندوستان۔ امیر ناصر الدین سلطین کے زمانہ سے ابراہیم لودھی کے انقراض تک۔

۴۔ تاریخ سلاطین تیموریہ۔ بابر بادشاہ کے فتح ہندوستان سے اورنگ زیب عالمگیر کی تخت نشینی تک۔

مصنف نے سلاطین ہندوستان کے حالات بیان کرتے ہوئے ضمناً ان کے معاصر سلاطین کا تذکرہ بھی لکھ دیا ہے مثلاً بابر کے حالات میں سلاطین ملتان کا ذکر آیا ہے۔ اکر کے حالات میں سلاطین مالوہ، گجرات، بنگال، کشمیر، سندھ، اور دکن کے واقعات مرقوم ہیں۔ ڈاکٹر جان گل گرسٹ کی فرمائش سے اس کے ابتدائی حصہ کو جس میں ہندوستان کا جغرافیہ اور راجگان ہندوستان کا تذکرہ مذکور ہے۔ میر شیر علی افسوس نے ۱۸۰۵ء میں زبان اردو میں ترجمہ کیا اور اس کا نام آرائش مخفل رکھا ہے۔

خلاصۃ التواریخ کو مولوی طفر حسن نے ۱۹۱۵ء میں دہلی میں چھپوایا ہے۔ آرائش مخفل

۱۸۷۹ء میں کلکتہ میں اور ۱۸۶۹ء میں لکھنؤ میں چھپی ہے۔ اس کا جغرافیائی حصہ بطور انتہا کے جان شکیپیر نے اپنے مجموعہ تنقبات ہندی میں شامل کیا ہے جو ۱۸۷۹ء میں بہ مقام لندن طبع ہوا ہے۔

مارلے ص ۶۹۔ ایلٹ کی تاریخ جلد ہشتم ص ۵ تا ص ۱۲۔ ناسویس کا مضمون ص ۲۲۳۔ گارسن دی ٹاسی کی تاریخ ادب ہندی و ہندوستانی جلد اول ص ۳۱۔ ایسی جلد ۲۶۲ ہندوستان کی غیر مشہور تاریخوں میں ایک مختصر التواریخ بھی ہے۔ جو شاہ جہان کے عہد میں تصنیف ہوئی ہے۔ اس میں راجہ جدہشتر کے زمانہ سے شاہ جہاں کے جلوس تک سلاطین دہلی کے حالات مذکور ہیں (ایلٹ کی تاریخ جلد ہشتم ص ۱) ایلٹ کا بیان ہے کہ سو جان رائے نے اسی کتاب پر اپنی تاریخ کا ننگ بنیاد رکھا ہے اور اس کے اغلب اجزاکو لفظ بہ لفظ اپنی کتاب میں نقل کیا ہے۔ یہاں تک کہ اصل عبارتوں کے ساتھ وہ اشعار بھی خلاصۃ التواریخ میں بحجہ موجود ہیں جنہیں مختصر التواریخ کے مصنف نے کتاب میں موقع بہ موقع درج کئے ہیں۔ یہ ہی کیفیت سیر المتاخرین کی ہے اس کی پہلی جلد میں جو مقبذہ سیر المتاخرین کے نام سے موسوم ہے مصنف نے بعض عبارتوں کو ترمیم کر کے خلاصۃ التواریخ کو حرف بحرف نقل کر لیا ہے۔

جغرافیائی تاریخ

چار گلشن

تصنیف رائے چترمن

ہندوستان کی جغرافیائی تاریخ۔ جس میں قدیم زمانہ سے ۱۷۷۳ء تک واقعات ہیں۔ مصنف نے اس کو وزیر غازی الدین خاں بہادر کی فرمائش سے ۱۷۷۳ء میں جبکہ احمد شاہ ابدالی نے دہلی پر دوسری بار حملہ کیا تھا تصنیف کیا اور اخبار النوا اور اس کا نام رکھا لیکن اس کا مسودہ پریشان و پرانہ حالت میں تھا۔ جس کو مصنف کے پوتے منشی خدیوہ نے ۱۸۰۴ء میں از سر نو مرتب کیا اور مصرعہ ذیل سے اس کی تاریخ نکالی۔

دایما سیراب باد اچار گلشن در جہاں

یہ کتاب چار فصلوں میں منقسم ہے۔ ہر فصل گلشن کے نام سے موسوم ہے اور اسی

مناسبت چار گلشن کہلاتی ہے۔

گلشن اول۔ ہندوستان کے پندرہ صوبوں کا بیان (۱) دہلی (۲) اکبر آباد (۳) لاہور (۴) ملتان (۵) تہ (۶) کشمیر (۷) ادریسہ (۸) بنگالہ (۹) بہار (۱۰) الہ آباد (۱۱) اودھ (۱۲) اجمیر (۱۳) گجرات۔

(۱۴) مالوہ (۱۵) کابل

گلشن دوم دکن کے چھ صوبوں کا بیان (۱) برار (۲) خاندیس (۳) اورنگ آباد
(۴) بیجاپور (۵) گولکنڈہ (۶) بیدر
گلشن سوم - ہندوستان کے راستوں کا بیان - جو دہلی سے مختلف صوبوں تک
گزرتے ہیں۔

گلشن چہارم - سلمان اور ہندو فقراء کے مختلف فرقوں کا تذکرہ -
گلشن اول میں سلاطین ہندوستان کی تاریخ راجہ جدمشہر کے زمانہ سے
شاہ جہاں ثانی کے جلوس تک تحریر ہے۔ گلشن دوم میں دکن کے
حسب ذیل شاہی خاندانوں کا تذکرہ مرقوم ہے۔

(۱) سلاطین بہمنیہ (۲) سلاطین عادل شاہیہ (۳) سلاطین نظام شاہیہ
(۴) سلاطین قطب شاہیہ (۵) سلاطین عماد شاہیہ (۶) سلاطین برید شاہیہ

(۷) سیواچی اور سمبہاجی کا احوال
ہر صوبہ میں جس قدر زیارت گاہیں - شاہی قلعے - دریا - پہاڑ - مشہور مقام - ضلع - پر گئے
واقع ہیں ان کی تفصیل بھی درج ہے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ شہروں کے تحت میں ان شاہیر
صوفیہ کا تذکرہ بھی لکھا ہے جو یہاں مدفون ہیں۔

ایلیٹ کی تاریخ جلد مشتم ص ۲۵۵ ریو جلد اول صفحہ ۲۳

پروفیسر جادو ماتھ سرکار نے اپنی کتاب ہندوستان بعد ازنگ زریب میں اس
کتاب کے بہت سے جغرافیائے اقتباس نقل کیے ہیں۔

حقیقتِ لالہ ہندوستان

تصنیف لالہ کچھی ناراین شفیق
یہ کتاب بھی مثل چار گلشن کے ہندوستان کی جغرافیہ تیار ہے اور ۱۹۰۴ء میں
حیدرآباد میں تصنیف ہوئی ہے۔

مصنف اس کا نواب نظام الملک آصف جاہ اول کے دیوان لالہ منارام کا فرزند
اور میر غلام علی آزاد بلگرامی کا شاگرد ہے۔ ۲ منفر ۱۵۵۵ھ کو اوزنگ آباد میں اس کی ولادت
ہوئی تھی۔ تیارخ و تراجم میں اس نے بہت سی کتابیں لکھی ہیں۔ مثلاً (۱) تہذیب شگرت۔ دکن
کی تیارخ ہے (۲) مائثر آصفی۔ شاہان آصفیہ کی تیارخ ہے۔ (۳) بساط الغنائم۔ مرہٹوں کی
تیارخ ہے (۴) مائثر حیدری۔ حیدر علی اور اس کے نامور فرزند ٹیپو سلطان کی تیارخ ہے
(۵ و ۶) گل رعنا اور شام غریباں۔ فارسی شعرا کے تذکرے ہیں (۷) چنتان شعراء اردو
شعرا کا تذکرہ ہے۔

لالہ منارام اپنے زمانہ دیوانی میں ممالک اور جمعیت کے محفل و مدخل کا ایک گوشوارہ
مرتب کیا تھا۔ مصنف نے ولیم پیٹرک کی فرمائش سے اس گوشوارہ کو از سر نو ترتیب دیا۔ او
اس کی توضیح کے لئے یہ کتاب تصنیف کی۔

یہ کتاب چار مقالوں میں منقسم ہے۔

مقالہ اول۔ اس میں محفل و مدخل کا گوشوارہ درج ہے۔

مقالہ دوم۔ اس میں ہندوستان کے حسب ذیل صوبوں کا بیان ہے۔

- (۱) شاہ جہاں آباد (۲) اکبر آباد آگرہ (۳) الہ آباد (۴) اودھ
(۵) بہار (۶) بنگالہ (۷) اڑیسہ (۸) مالوہ (۹) اجمیر (۱۰) گجرات

(۱۱) تہ (۱۲) ملتان (۱۳) لاہور (۱۴) کشمیر (۱۵) کابل

مقالہ سوم۔ اس میں دکن کے حسب ذیل صوبوں کا بیان ہے

(۱) خاندیس (۲) برار (۳) اوزنگ آباد (۴) بیدر

(۵) بیجاپور (۶) حیدر آباد

مقالہ چہارم۔ ہندوستان کے مسلمان بادشاہوں کی مختصر تاریخ سلطان مغالہ

محمد بن سام کے زمانہ سے سنہ ۱۲۰۲ ہجری تک جبکہ شاہ عالم بادشاہ

ثانی ہندوستان میں برسر حکومت تھا۔ دس جلد دوم ص ۱۲۷

ریو جلد اول ۲۳۸

اس کا ایک نفیس نسخہ کتب خانہ آصفیہ میں موجود ہے فن تاریخ

ص ۵۰، اور فہرست میں اس کا نام غلطی سے خلاصۃ الہند

درج ہو گیا ہے۔

سلاطین دہلی کی تاریخیں

تاج المائر

تصنیف نظام الدین حسن نظامی نیشاپوری
سلطنت دہلی کی سب سے قدیم اور پہلی تاریخ ہے۔ اس میں دہلی کے پہلے مسلمان سلطان
ایبٹحسب الدین ایکب اور اس کے جانشین سلطان شمس الدین التمش کے عہد حکومت کے
چھبیس سالہ واقعات مذکور ہیں جو ۷۷۰ھ سے ۸۲۷ھ تک گزرتے ہیں۔

روضۃ الصفاء اور کشف الظنون میں اس کے مصنف کا نام صدر الدین محمد
بن حسن نظامی لکھا ہے۔ لیکن حقیقت میں یہ نام اصل نسخہ کے کاتب کا ہے اور اس
کاتب نے کتاب پر جو خاتمہ لکھا ہے اس میں مصنف کا نام نظام الدین حسن نظامی نیشاپوری
درج ہے۔ حمد اللہ مستوفی کی تاریخ گزیدہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حسن نظامی مشہور ادیب اور
شاعر نظامی عروضی سمرقندی مصنف چہار مقالہ کا فرزند تھا۔

کتاب کی ابتدا فتح اجیر سے ہوئی ہے (۷۷۰ھ) اخیر واقعہ جس پر کتاب کا خاتمہ
ہوا ہے۔ ۸۲۷ھ میں شاہزادہ ناصر الدین محمود کا صوبہ دار لاہور مقرر ہونا ہے۔

تاج الماثر نایاب کتاب ہے۔ اس کے قلمی نسخے شاذ و نادر میں آتے ہیں۔ کتابخانہ آصفیہ میں اس کا ایک بہترین نسخہ موجود (فن تیاریج ص ۲۸۳) اور ایلیٹ کی دوسری جلد میں اس کا مختصر ترجمہ شامل ہے۔

ایلیٹ کی تیاریج جلد دوم ص ۲۰۴ - ڈاکٹر ناموسیس کا مضمون جلد دوم ص ۲۰۴
ریو جلد اول ص ۳۲۰

۹

تیاریج فیروز شاہی

تصنیف مولانا ضیاء الدین برنی

سلطنت دہلی کے آٹھ بادشاہوں کی تیاریج جس میں سلطان غیاث الدین بلبن کے جلوس (۱۲۱۷ء) سے سلطان فیروز شاہ کے چھٹے سال جلوس (۱۳۵۷ء) تک واقعات ہیں۔ مولانا ضیاء الدین سلطان المتیخ خواجہ نظام الدین اولیا (وفات ۱۲۵۷ء) کے مرید مشہور شاعر خواجہ امیر خسرو کے دوست اور سلطان محمد بن تغلق کے ندیم تھے۔ سلطان کی وفات کے بعد فیروز شاہ کے دربار میں تقرب حاصل کیا۔ اسی زمانہ میں اپنی تیاریج لکھی۔ یہ تیاریج ۱۲۵۷ء میں تمام ہوئی ہے اس وقت مولانا کی عمر چوتھرا سال کی تھی۔ اس حاب سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۲۵۷ء میں یا اس کے قریب زمانہ میں ان کی ولادت ہوئی ہے۔ سال وفات معلوم نہیں ۱۲۵۷ء کے بعد ان کا انتقال ہوا ہے اور شیخ نظام الدین اولیا کے جوار میں مدفون ہوئے۔ اخبار الانبیاء ص ۱۰۰ تذکرہ علمائے ہند ص ۹۰۔

تیاریج فیروز شاہی طبقات ناصری کا مکملہ ہے۔ قاضی منہاج الدین نے طبقات کو ۱۲۵۷ء میں ختم کیا ہے۔ فیروز شاہی کی ابتدا غیاث الدین بلبن کے جلوس سے ہوئی ہے جو ۱۲۱۷ء کا واقعہ ہے۔ اس کے بعد ۱۲۵۷ء تک جبکہ فیروز شاہی تصنیف ہوئی ہے

پچانوے سال کا زمانہ گزرا ہے اور اس عرصہ میں حسب ذیل آٹھ بادشاہ برسر حکومت ہوئے ہیں جن کا مفصل تذکرہ تحریر ہے۔

۶۶۲ھ	۶۶۱ھ	۱۔ سلطان غیاث الدین بلبن
۶۶۹ھ	۶۶۸ھ	۲۔ سلطان معز الدین کیقباد
۶۸۹ھ	۶۸۵ھ	۳۔ سلطان جلال الدین فیروز
۶۹۵ھ	۶۹۴ھ	۴۔ سلطان علاء الدین محمد شاہ
۷۱۶ھ	۷۱۵ھ	۵۔ سلطان قطب الدین مبارک شاہ
۷۲۵ھ	۷۲۰ھ	۶۔ سلطان غیاث الدین تغلق شاہ
۷۵۲ھ	۷۵۰ھ	۷۔ سلطان محمد بن تغلق شاہ
۷۵۲ھ	۷۵۰ھ	۸۔ سلطان فیروز شاہ

مرحوم سر سید احمد خاں نے فیروز شاہی کی تصحیح کی ہے۔ اور ڈاکٹر ناسو لیس کے اہتمام سے ۱۹۶۲ء میں یہ مقام کلکتہ طبع ہو کر سلسلہ کتب ہندیہ میں شائع ہوئی ہے۔ اگرچہ اس میں کمال کتاب کا ترجمہ کسی قدر اختصار کے ساتھ پروفیسر ڈوسن نے کیا ہے۔ جو ایلٹ ہسٹری کی جلد سوم میں شامل ہے۔

ایلٹ کی تاریخ جلد سوم ص ۹۱۹۔ جلد ششم ص ۴۸۴۔ ریو جلد اول ص ۳۳۳ جلد دوم ص ۹۱۹ و ص ۹۲۰

سر سید نے فیروز شاہی پر ایک مبسوط دیباچہ بھی لکھا ہے۔ جس میں ان تمام تاریخوں کا حال ہے جو شاہان ہند کے متعلق اس سے پہلے اور فیروز شاہ کے حال میں اس کے بعد لکھی گئی ہیں اور اس کے بعد ضیاء الدین برنی کی سوانح عمری لکھی ہے۔ یہ دیباچہ سائٹنگ سوسائٹی کے اخبار کی پہلی جلد میں شائع ہوا ہے (حیات جاوید حصہ اول ص ۷۲)۔

طبقات ناصری دنیا کی عام تاریخ ہے اور اسے قاضی منہاج الدین بن سراج الد

جو زبانی نے سہ ماہ میں تصنیف کیا ہے۔ اس میں ابتداء آفرینش عالم و آدم سے زمانہ تصنیف تک انبیاء علیہم السلام قدیم شامل ایران خلفائے اسلام اور ان کے ہم عصر سلاطین عالم کے واقعات مذکور ہیں۔

منہاج الدین کے آبا و اجداد جو زجان کے رہنے والے تھے۔ اور انھیں آل شنب (سلاطین غور) کے دربار میں تقرب خاص حاصل تھا۔ اس کی ماں شاہزادی ماہ ملک بنت سلطان غیاث الدین محمد بن سام کی رضائی بہن تھی۔ اسی تقرب سے شاہی محل سرایس منہاج الدین کی پرورش ہوئی تھی۔ سلطان شمس الدین اتمش اور اس کے بانشینوں نے منہاج الدین کو عساکر شاہی کا قاضی بنادیا تھا۔ اخیر زمانہ میں جبکہ سلطان ناصر الدین محمود حکمران اور غیاث الدین بلبن صاحب اقتدار تھا اس کو خوب عروج حاصل ہو گیا تھا۔ اور بلبن نے جو اس کا سرپرست تھا صدر جہاں کا خطاب دیکر قاضی القضاات بنادیا تھا۔

طبقات ناصری تین^۱ طبقات میں منقسم ہے۔ ان میں آٹھ طبقے ہندوستان سے تعلق رکھتے ہیں اور پندرہ^۲ میں سلسلہ کتب ہندیہ میں طبع ہوئے ہیں۔

طبقہ پانچوئم۔ ذکر سلاطین آل سبکتگین۔ امیر ناصر الدین سبکتگین کے آغاز حکومت سے خسرو ملک تک جس کے زمانہ میں اس خاندان کا انقراض ہوا۔

طبقہ ششم۔ ذکر سلاطین شنبانیہ۔ پہلی شاخ کا تذکرہ جس کی حکومت علاقہ غور میں تھی۔

طبقہ ہشتوئم۔ ذکر سلاطین شنبانیہ۔ دوسری شاخ کا تذکرہ جس کی حکومت علاقہ طہارستان میں تھی۔

طبقہ نوروئم۔ ذکر سلاطین شنبانیہ۔ تیسری شاخ کا تذکرہ جس کی حکومت علاقہ افغنین و بامیان میں تھی۔

طبقہ ہسٹم۔ ذکر سلاطین ہندوستان۔ قطب الدین ایبک اور اس کے ہم عصر

حکامان اقطاع ہندوستان مثلاً ناصر الدین قباچہ والی سندھ و بلتان
بہاء الدین طغرل والی بیانہ - بختیار خلجی والی بنگالہ اور ان کے جانشینوں
کے حالات -

طبقہ سبست دوم - ذکر سلاطین دہلی - سلطان شمس الدین لہمش کے آغاز حکومت سے
سلطان ناصر الدین محمود کے پندرہویں سال جلوس تک
طبقہ سبست دوم - ذکر ملوک شمس - ان حکام کا تذکرہ جو سلطان شمس الدین لہمش
اور اس کے جانشینوں کے طرف سے وقتاً فوقتاً ہندوستان کے مختلف
اقطاع میں مقرر ہوئے ہیں -

طبقہ سبست سوم - چنگیز خاں کا خروج اور مغلیہ حملوں کا تذکرہ -
بانیوں طبقہ کے اختتام سے تیارخ فیروز شاہی کا سلسلہ شروع ہوتا ہے -

۱۰

تیارخ فیروز شاہی

تصنیف شمس سراج عقیف

ضیاء الدین برنی کی تیارخ کا مکملہ ہے۔ اس میں سلطان فیروز شاہ کے واقعات جلوں
(۱۵۷۸ء) سے وفات (۱۵۹۰ء) تک تحریر ہیں۔ ابتدا میں مختصر سبایان بادشاہ کی ابتدائی
زندگی کا درج ہے۔ اس کے علاوہ کتاب میں مختلف مقامات پر وہ حالات بھی تحریر کئے ہیں
جو فیروز شاہ نے اپنے زمانہ میں انتظام سلطنت اور امور رفاہ خلائق کے متعلق انجام دئے تھے۔
یہ کتاب ۱۵۷۸ء میں یا اس کے بعد قریب تر زمانہ میں تصنیف ہوئی اور ۱۵۹۰ء میں
سلسلہ کتب ہند یہ میں شائع ہوئی ہے۔ پروفیسر ڈوسن نے اس کا ترجمہ کیا ہے جو ایلمیٹ کی
تیارخ کی جلد سوم میں صفحہ ۲۶۷ سے صفحہ ۳۷۳ تک چھپا ہے۔

لودھی اور سوری خاندان کی تاریخیں

۱۱

مخزن انضانی

تصنیف خواجہ نعمت اللہ بن حبیب اللہ ہروی

اقوام افغنہ کی تاریخ ہے اور سنہ ۱۱۰۰ میں خان جہاں خاں لودھی کی فرمائش سے تصنیف ہوئی ہے۔

جہانگیر کے واقعات بیان کرنے سے پہلے مصنف نے جو تہمید لکھی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف کا والد حبیب اللہ بیست سال تک اکبر کے دربار میں ملازم اور دفتر خالصہ میں کار گزار تھا۔ خود مصنف نے جہانگیر کے عہد میں ۱۵ سال تک وقائع نویسی اور دیگر سرکاری خدمات انجام دئے تھے۔ ۱۵ سالہ میں کسی وجہ سے شاہی ملازمت چھوڑ کر خان جہاں خاں لودھی کا توسل پیدا کیا اور اس کی فرمائش سے ۲۰ رزی الحجہ ۱۰۲۰ء کو علاقہ برار کے قصبہ ملکا پور میں اس کی تصنیف شروع کی اور اس میں کتب ذیل سے مضامین اخذ کئے۔

(۱) تاریخ طبری (۲) تاریخ گزیدہ (۳) تاریخ جہانگشی (۴) تاریخ شاہ شجاع

(۵) تاریخ نظام شاہی (۶) مطلع الانوار (۷) معدن الاخبار (۸) طبقات اکبری

(۹) تاریخ ابراہیم شاہی تصنیف مولانا محمد بن ابراہیم کالوانی (۱۰) تاریخ مولانا مشتاقی دہلوی

(۱۱) تاریخ شیر شاہی تصنیف شیخ عباس شروانی دغیرو

یہ کتاب ایک مقدمہ سات ابواب اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے۔

مقدمہ - اس میں بنی اسرائیل اور ان کے جدا جدا حضرت یعقوب بن ابراہیم علیہ السلام کا تذکرہ ہے۔

باب اول - اس میں حسب ذیل مضامین ہیں۔

ملک مملکت اور حضرت سلیمان کا تذکرہ

بیت المقدس پر نجات نصر کا تسلط اور وہاں سے بنی اسرائیل کا جلاوطن

ہو کر علاقہ غور میں آنا اور یہاں سے منتقل ہو کر کوہ سلیمان اور دیار روہ

میں آباد ہونا۔

باب دوم - اس میں حضرت خالد بن ولید کا تذکرہ اور ان مختلف روایات کا بیان ہے

جو ان کی نسبت کتب تواریخ میں مذکور ہیں۔

باب سوم - اس میں لودھی خاندان کی تاریخ ہے۔

(۱) احوال سلطان بھلول دہلوی

(۲) احوال سلطان سکندر ابن بھلول لودھی

(۳) احوال سلطان ابراہیم بن سکندر لودھی

باب چہارم - اس میں لبوری خاندان سوری کی تاریخ ہے۔

(۱) احوال شیر شاہ سوری

(۲) احوال اسلام شاہ بن شیر شاہ سوری

(۳) احوال فیروز شاہ بن الیم شاہ بن شیر شاہ سوری

(۴) احوال محمد عادل شاہ

(۵) سلیمان کرانی اور اُس کے جانشینوں کے حالات
باب ہفتم۔ اس میں خان جہان خاں لودھی اور اُس کے اجداد کا تذکرہ ہے۔
باب ہشتم۔ اس میں اقوام افغنہ کے انساب ہیں۔

(۱) سلسلہ تربنی کا بیان

(۲) سلسلہ تینی کا بیان

(۳) سلسلہ خرغشی کا بیان

(۴) سلسلہ کرانی کا بیان

باب ہفتم۔ اس میں سلطان نور الدین محمد جہانگیر بادشاہ کا تذکرہ ہے۔
خاتمہ۔ اس میں اون مشائخین اور حضرات صوفیہ کا تذکرہ ہے جو طائفہ افغنہ سے تھے
 پروفیسر ڈوران نے اس کا انگریزی زبان میں ترجمہ کیا ہے جو ۱۸۲۹ء میں

لندن میں چھپا ہے۔ ایلٹ ہسٹری جلد ۵ ص ۲ تا ص ۶،

(۱۲)

تاریخ داودی

دہلی کے سلاطین سے صرف لودھی اور سوری بادشاہوں کی تاریخ ہے۔ سلطان بہلول
 لودھی کے حالات سے اس کا آغاز اور سلطان داود شاہ کی وفات پر خاتمہ ہوا ہے۔
 کتاب میں اس کے مصنف کا نام مذکور نہیں ہے لیکن ایلٹ کی تحریر کے موجب ایک
 شخص غیر مشہور ہے جس کا نام عبد اللہ ہے اسے تصنیف کیا ہے۔
 اس کتاب میں جہانگیر کا تذکرہ بادشاہ وقت کی حیثیت سے آیا ہے اور کئی
 جگہ مصنف نے طبقات اکبری اور تاریخ فرشتہ کا حوالہ دیا ہے اس سے یقین ہوتا ہے کہ
 یہ کتاب جہانگیر کے عہد میں تصنیف ہوئی ہے۔

کتاب میں حسب ذیل سلاطین کا تذکرہ ہے۔

لودھی خاندان (۱) سلطان بہلول لودھی

(۲) سلطان سکندر لودھی

(۳) سلطان ابراہیم لودھی

سوری خاندان (۱) شیر شاہ بن فرید بن حسن سور

(۲) اسلام شاہ بن شیر شاہ

(۳) محمد عادل شاہ

(۴) داؤد شاہ

عادل شاہ پر سوری خاندان کی تاریخ ختم اور کرانی خاندان کی تاریخ شروع ہوتی ہے آٹھ سال کی حکومت کے بعد ۱۹۱۷ء میں عادل شاہ کا انتقال ہوتا ہے اور حکومت اُس کے فرزند شیر خاں کے قبضہ میں آتی ہے۔ اس کے عہد میں سلیمان کرانی ترقی پا کر سلطنت پر تسلط حاصل کرتا ہے اور یہ خود اور اس کا فرزند دس سال تک برسر حکومت رہتے ہیں۔ پھر حکومت داؤد شاہ کے تصرف میں آتی ہے اس کے بعد داؤد شاہ کا حال مصنف نے تفصیل کے ساتھ لکھا ہے اور اس کا خاتمہ اوس لڑائی پر ہوا ہے جو ۱۹۳۹ء میں مغلوں اور داؤد شاہ کے باہین ہوئی ہے اور جس میں داؤد شاہ مارا جاتا ہے۔ خان جہاں خاں کے حکم سے اس کا سر اکبر کے دربار میں بھیجا جاتا ہے اور کرانی خاندان کی حکومت ختم ہو جاتی ہے۔ مصنف نے اس واقعہ کی تاریخ مصرعہ ذیل میں نکالی ہے:-

ملک سلیمان زو او د رنست

سلاطین تیموریہ کی تاریخیں

بابر (۱۴۹۹ء تا ۱۵۳۰ء)

(۱۳)

تذکرہ بابر

مترجمہ مرزا عبدالرحیم خانخاناں فرزند بہرام خاں

شہنشاہ ظہیر الدین محمد بابر بادشاہ کی خود نوشتہ سوانح عمری جس کو مرزا عبدالرحیم خانخاناں نے شہنشاہ اکبر کے حکم سے ۱۵۹۹ء میں ترکی زبان سے فارسی زبان میں ترجمہ کیا۔ مرزا عبدالرحیم خانخاناں اکبر کا مشہور پہلا لکھنے والا ہے۔ ۱۴۱۲ھ کو لاہور میں پیدا ہوا اور جلوسِ جہانگیری کے اکیسویں سال ۱۵۳۶ء کو بہتر سال کی عمر میں انتقال کیا۔ ذی علم آدمی تھا۔ عربی فارسی ترکی اور ہندی زبانیں خوب جانتا تھا۔ ملا عبدالباقی بہاؤندی نے ماثر رحیمی کے نام سے ایک ضخیم کتاب اس کے حالات میں لکھی ہے۔ توذکرہ جہانگیری صفحہ ۱۲۹ بلاک میں ترجمہ آئین اکبری جلد اول ص ۲۳۴ تا صفحہ ۲۳۹۔ ماثر الامرا جلد اول ص ۶۹۳ تا صفحہ ۷۱۳۔

بابر ۱۲ محرم ۹۸۸ھ کو پیدا ہوا اور ۶۱۶ ہجری الاول ۹۳۷ھ کو آگرہ میں انتقال کیا۔ فرشتہ جلد اول صفحہ ۱۹۱ و صفحہ ۲۱۱۔ اقبال نامہ جہانگیری جلد اول صفحہ ۲۰۔ اس کی حکومت ۹۹۹ھ سے شروع ہو کر ۹۳۷ھ میں ختم ہوتی ہے۔ اس عرصہ میں اس نے تین مختلف علاقوں میں حکومت کی ہے۔

بحیثیت بادشاہ فرغانہ	۹۹۹ھ تا ۹۰۸ھ
بحیثیت بادشاہ کابل	۹۱۰ھ تا ۹۳۷ھ
بحیثیت تہنشاہ ہندوستان	۹۳۷ھ تا ۹۳۷ھ

ترک بابر کی کا آغاز ۵ رمضان ۹۹۹ھ سے ہوتا ہے جبکہ وہ اپنے باپ کے مرنے پر فرغانہ میں حکمراں ہوا ہے۔ اس کے بعد ۱۵۱۵ھ کے خاتمہ تک مسلسل واقعات ملتے ہیں۔ ۹۱۶ھ سے ۹۳۷ھ تک وقفہ ہے یہ پندرہ سال کا وہ زمانہ ہے جو کابل میں بسر ہوا ہے اس دوران میں صرف ۹۲ھ کے وقائع مختصر الفاظ میں ملتے ہیں۔ ۹۳۲ھ سے کتاب کے ختم ہونے تک واقعات کا سلسلہ برابر قائم رہتا ہے۔ ہندوستان کی فتح ملک کے حالات اور قیام سلطنت کے بعد جو حوادث پیش آئے ہیں وہ سب تفصیل سے مذکور ہیں۔

ترکی نسخہ کو المنسکی نے ۱۵۵۸ھ میں قازان میں چھپوا کر شائع کیا ہے۔ بیروج کی سعی و کوشش سے ایک قدیم قلمی نسخہ جو نواب سالار جنگ بہادر کے کتب خانہ میں موجود ہے عکس کے ذریعہ ۱۹۱۷ء میں سلسلہ یادگار مٹر گب میں شائع ہوا ہے۔ فارسی ترجمہ ۱۹۱۷ء میں کبھی میں طبع ہوا ہے۔

اہل ترکی سے فرانسیسی میں باویٹ دی کوٹریل نے ترجمہ کیا جو بہ مقام پیر ۱۸۷۱ء میں شائع ہوا ہے۔ انگریزی میں بیوج نے ترجمہ کیا جو چار جلدوں میں بمقام لندن ۱۹۱۷ء میں چھپا ہے۔

فارسی ترجمہ سے انگریزی میں جان لیڈن نے ترجمہ کیا۔ ولیم ارکن نے

اس کی اصلاح کی اور ایک مقدمہ اور بہت سے مفید حواشی کے ساتھ ۱۹۱۲ء میں
چھپوایا۔ اس کے بعد سر لیوی کنگ نے اسے از سر نو ترتیب دیکر ۱۹۱۳ء میں
لندن میں طبع کیا۔

ایک تیموری شاہزادے مرزا نصیر الدین حیدر نے فارسی ترجمہ سے اردو زبان
میں ترجمہ کیا اور جان لیڈن کے انگریزی ترجمہ سے اس کی مطابقت کرنے کے بعد
۱۹۱۳ء میں دہلی میں طبع کرایا۔

ایلیٹ جلد چہارم ص ۲۳۲ تا ص ۳۰۷۔ ریو جلد اول ص ۲۴۴۔ ایتھے ۲۰۶

ہمایوں (۱۵۵۶ء - ۱۵۵۷ء)

۱۴ تذکرۃ الوقعات

تصنیف جوہر آفتاب چی

ہمایوں بادشاہ کا تذکرہ جو اس کی وفات کے تیس سال بعد ۹۹۵ھ میں مرتب ہوا،
اس کا مصنف جوہر ہمایوں کا آفتاب چی تھا۔ اور اس خدمت کو اُس نے
بادشاہ کی حضور میں ساہا سال انجام دیا ہے۔ ہمایوں نے اپنی حکومت کے آخر ایام
میں ۹۶۲ھ کے قریب اسے ہمیت پور کا فوجدار بنادیا تھا۔ پھر اکبر کے ابتدائی زمانہ میں ترقی
کر کے پنجاب اور ملتان کا خزانہ دار ہو گیا۔ ایلیٹ جلد پنجم ص ۱۳۶ تا ص ۲۹ ریو جلد اول
مولانا اللہ داد سرہندی نے جوہر کے اس تذکرہ کو اصلاح و ترمیم کے بعد از سر نو
ترتیب دیکر ”تایخ ہمایونی“ نام رکھا اور اس کے مضامین چار ابواب پر منقسم کئے۔
باب اول۔ ہمایوں بادشاہ کے جلوس سے اکبر کی ولادت تک جو ۹۴۹ھ

میں واقع ہوئی ہے۔

باب دوم۔ ہمایوں کا شیرشاہ سے شکست پانے کے بعد شاہ طہماسپ صفوی کی ملاقات کے لئے جانب خراسان روانہ ہونا۔

باب سوم۔ ہمایوں کا ایران سے جانب قندھار واپس ہونا۔

باب چہارم۔ ہمایوں کا ہندوستان پر حملہ کی تیاری کرنا۔

فرشتہ نے جوہر کے تذکرہ کا نام واقعات ہمایونی لکھا ہے۔ مولانا اللہ واہ کا

اصلاح کیا ہوا نسخہ یا نسخہ ہمایونی کہلاتا ہے

لیکن نے جوہر کے اصل نسخہ کا انگریزی میں ترجمہ کیا جس کو میجر اسٹوارٹ نے اصلاح

یکر ۱۹۳۲ء میں بمقام لندن چھپوایا۔

۱۵

ہمایوں نامہ

تھنیف گمبدین سلیم دختر طہیر الدین محمد بابر شاہ

بابا اور ہمایوں کا تذکرہ ہے۔ اکبر بادشاہ کی فرمائش سے گلبدین سلیم نے اسے مرتب

کیا ہے ہمایوں نے ۹۶۲ھ میں اپنے بھائی مرزا کامران کو بابر کی خون ریزی اور یہ عہد سے تنگ آکر اندھا کرادیا تھا اس واقعہ پر اس کتاب کا خاتمہ ہوا ہے۔

گلبدین سلیم جیسا کہ دیا چہ سے ظاہر ہوتا ہے بابر کی وفات کے وقت آٹھ سال کی

تھی اس اعتبار سے ۹۶۹ھ میں اس کی ولادت ہوئی اور اکبر کی تخت نشینی ۹۶۳ھ کے وقت چونتیس سال کی عمر تھی۔

۹۵۲ھ میں اس کا عقد خواجہ خضر خاں سے ہوا۔ ۹۵۲ھ میں اپنی بھوپھی سلیمہ

سلطان سلیم کے ہمراہ زیارت بیت اللہ کے لئے عازم حجاز ہوئی۔ ہرزی حجۃ الاسلام کو آگرہ

میں اس کا انتقال ہوا۔

ہمایوں نامہ چھوٹی سی کتاب ہے اسے مسز بیورج نے سنہ ۱۹۰۳ء میں بہ مقام لندن چھپوایا ہے جس کے ساتھ انگریزی ترجمہ اور بہت سے مفید و کارآمد تاریخی اور سوانحی حواشی بھی اضافہ کئے ہیں۔

اکبر (سنہ ۹۶۳ھ - ۱۰۱۴ھ)

(۱۶)

اکبرنامہ

تصنیف شیخ ابوالفضل علامی ابن شیخ مبارک ناگوری

اکبر کے عہد حکومت کی مبسوط و مفصل تاریخ ہے۔ ابوالفضل در محرم سنہ ۹۵۵ھ کو آگرہ

میں پیدا ہوا۔ اور سنہ ۹۸۱ھ میں دربار میں باریاب ہوا۔ بادشاہ نے ابتدا میں دفتر انشاء اس کو تفویض کیا۔ رفتہ رفتہ ترقی کر کے عہدہ وزارت پر فائز ہو گیا۔ ۹۸۴ھ ربیع الاول سنہ کو شہزادہ سلیم کے ایسا سے راجہ راج سنگھ نے نواح اوجین میں مار ڈالا۔

ابوالفضل نے اکبرنامہ کو جلوس اکبری کے اکتالیسویں سال سنہ ۱۰۰۰ھ میں تمام کیا اس کے بعد سنہ تک اس میں واقعات اضافہ کئے اور مضامین کے لحاظ سے دو جلدوں پر منقسم کیا۔

جلد اول دفتر اول۔ اس میں امیر تیمور کے زمانہ سے ہمایوں کی وفات تک اکبر کے آباداجداد کا تذکرہ ہے۔

دفتر دوم اس میں اکبر کی تخت نشینی سے سترھویں سال جلوس تک واقعات ہیں جلد دوم۔ دفتر اول۔ اس میں جلوس کے اٹھارویں سال سے چھیالیسویں

سال تک واقعات ہیں۔

نشتی محمد صالح نے شاہ جہاں کے عہد میں بطور مکملہ جلد دوم کا دفتر دوم مرتب کیا ہے جس میں چھیا لیسویں سال جلوس سے وفات تک واقعات ہیں لیکن یہ مکملہ مشہور و مقبول نہیں ہوا۔

اکبر نامہ سلسلہ کتب ہندیہ میں ۸۴۳ھ سے ۸۸۴ھ تک کلکتہ میں اور ۱۸۶۶ء میں لکھنؤ میں چھپا ہے۔ انگریزی میں بیوج نے ترجمہ کیا ہے۔ جو ۱۸۹۷ء سے ۱۹۲۱ء تک کلکتہ سے شائع ہوا ہے۔

ایلیٹ جلد پنجم ص ۱۰۲ مارلے ص ۱۰۸ دی ساسی جلد دہم ص ۱۹۹

آئین اکبری

تصنیف شیخ ابوالفضل علامی

اکبر نامہ کا ضمیمہ ہے۔ اس میں اکبر کے چھیالیس سالہ نظم و نسق کی تاریخ اور سلطنت کا صوبہ وار جغرافیہ تحریر ہے۔ خاتمہ میں مصنف نے اپنے حالات لکھے ہیں۔ ۸۵۵ھ میں یہ کتاب تمام ہوئی ہے۔

سر سید احمد خاں نے اس کو صحیح کر کے ۸۵۵ھ میں غدر سے پہلے تین جلدوں میں چھپوایا تھا اور اس میں کثرت سے تاریخی اور توضیحی حواشی اضافہ کئے تھے۔ دوسری جلد غدر میں تلف ہو گئی۔ پہلی اور تیسری جلدیں کیا اب اور شاذ و نادر مل جاتی ہیں۔ بلاک مین نے سلسلہ کتب ہندیہ میں ۸۶۶ھ سے ۸۷۷ھ تک کلکتہ میں کامل کتاب کو چھپوایا ہے اس کے ساتھ حواشی وغیرہ نہیں ہے۔ مطبع نشتی نوالمشور لکھنؤ سے اس کے دو ایڈیشن شائع ہوئے ہیں۔ پہلا ایڈیشن راجہ مہندر سنگھ والی پٹیلہ کی فرمائش سے

۱۸۶۹ء میں طبع ہوا ہے۔ مرحوم سرسید کے تصحیح کردہ نسخہ کی نقل ہے۔ دوسرا ایڈیشن جو ۱۸۸۲ء میں چھپا ہے بلاک مین والے نسخہ کے مطابق ہے۔

انگریزی میں پہلے پہل فرانس کلائمڈوئن نے ترجمہ کیا جو ۱۸۵۷ء میں لندن میں چھپا ہے اس کے بعد دوسرا ترجمہ تاریخی اور تنقیدی حواشی کے ساتھ سلسلہ کتب ہند میں ۱۸۶۸ء سے ۱۸۹۲ء تک بہ مقام کلکتہ طبع ہوا ہے۔ پہلی جلد کا بلاک مین نے دوسری اور تیسری جلد کا حیرٹ نے ترجمہ کیا اور ولیم اروین نے ان کا انڈکس بنایا ہے۔

سوانح اکبری

تصنیف امیر سید حسینی بلگرامی

اکبری بہترین سوانح عمری ہے جس میں پیدائش سے جلوس کے چوبیسویں سال تک

(۱۵۹۹ء) واقعات مرقوم ہیں۔

اس کا مصنف مولانا غلام علی آزاد کا بنیرہ ہے اس نے شعر و سخن اور صرف و نحو کے متعلق کئی مفید و کارآمد رسالے تصنیف کئے ہیں مثلاً تحقیق الاصطلاحات، منتخب النثر، منتخب النحو، مفتاح العروض وغیرہ

جیسا کہ دیباچہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف نے ابوالفضل علامی کے اکبرنامہ پر اس کی بنیاد قائم کی ہے اور اس کی متفق و مسجع عبارت کو آسان زبان میں ادا کر کے اس کا اختصار کیا ہے لیکن کتب ذیل سے بھی اس کی ترتیب میں امداد لی ہے۔ منتخب التواریخ، ملایعہ القادر بدایونی، طبقات اکبری، تاریخ فرشتہ، اکبرنامہ شیخ الہداد فیضی مصنف مدارالافاضل یا ثرب الامرا اور اس کا مکملہ منشات ابوالفضل کے چار دفتر۔

مصنف کا بیان ہے کہ ابوالفضل کے منشات میں ایسی تاریخی معلومات کثرت کے ساتھ

موجود ہیں جن کا ذکر عام تاریخی تصنیفات میں نہیں ہے اور ان سے اکبر کے عہد حکومت پر غیر معمولی روشنی پڑتی ہے مصنف کو تعجب ہے کہ ان نثات سے اس وقت تک کسی مصنف نے کیوں استفادہ نہیں کیا۔

یہ کتاب ولیم کرک پیٹرک کی فرمایش سے تصنیف ہوئی ہے اور مصنف نے اس کا نام اس طرح لکھا ”غریز الملک مفر الدولہ بہادر شوکت جنگ ولیم کرک پیٹرک اس ولیم کرک پیٹرک بہت سی مشرقی اور ہندوستانی زبانوں کا ماہر تھا۔ لارڈ کارنوال جب میور کی جنگ (۱۷۹۲ء) میں مصروف تھا تو کرک پیٹرک اُس کے یہاں فارسی زبان کی خدمت مترجمی پر مامور تھا اور اس نے ٹیپو سلطان کے روزنامے اور مراسلات کا فارسی سے انگریزی میں ترجمہ کیا تھا۔ سلسلہ میں ہندوستان سے ولایت چلا گیا اور ۱۸۱۲ء میں اس کا انتقال ہوا۔

بلاک مین نے آئین اکبری کے ترجمہ (جلد اول ص ۳۱۶) میں لکھا ہے کہ اہل ہندوستان نے اکبر کے متعلق جو تاریخی لکھی ہیں ان میں ایک بہترین اور بلند پایہ کتاب ہے۔ فرید معلوات حاصل کرنے کے لئے دیکھئے۔ ایلیٹ جلد ہشتم ص ۱۹۳۔ ریو جلد سوم ص ۹۳۔ اس کا ایک بہترین نسخہ ۱۲۵۰ء کا لکھا ہوا بائبل پور کے کتب خانہ مشرقیہ میں موجود ہے

جہانگیر ۱۵۹۰ء - ۱۶۰۳ء

۱۹
توزک جہانگیری

جہانگیر کا مبسوط و مفصل تذکرہ جس کو خود بادشاہ نے تحریر کیا ہے۔ توزک کے دو نسخے مروج ہیں۔ اور دونوں ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ لیکن ان کو عام طور پر بادشاہ

سے منسوب کیا جاتا ہے۔ ان میں سے ایک کو سب نے بالاتفاق خود بادشاہ کی تصنیف تسلیم کیا ہے۔ اس نسخے کے واقعات تخت نشینی سے سترھویں سال جلوس تک خود بادشاہ نے قلم بند کئے ہیں۔ اس کے بعد بادشاہ کے حکم سے معتد خاں نے سلسلہ تصنیف کو جاری رکھا اور انیسویں سال کے اوائل تک واقعات لکھے اور انھیں بادشاہ کے ملاحظہ میں پیش کرنے کے بعد شامل کتاب کیا۔ بعد ازاں محمد شاہ بادشاہ درۃ السلاطین کے زمانے میں مرزا محمد ہادی نے اس میں بادشاہ کی وفات تک واقعات معتبر کتابوں سے اخذ کر کے اضافہ کئے اور ابتدا میں ایک مقدمہ تحریر کیا اور اس میں ولادت سے تخت نشینی تک مختصر حالات درج کئے اس طرح پر ایک طویل مدت میں توڑک کا یہ نسخہ تکمیل پا کر اختتام کو پہنچا۔

یہ نسخہ دو جلدوں میں منقسم ہے۔ جلوس کے تیرھویں سال بادشاہ کے حکم سے بارہ سالہ واقعات ایک جلد میں ترتیب دئے گئے۔ اور اسے جلد اول قرار دیا اس کے بعد جو واقعات ضبط تحریر میں آئے وہ جلد دوم قرار پائے۔

اس مکمل نسخے کو ڈاکٹر سر سید احمد خاں نے ۱۸۶۴ء میں بہ مقام علیگڑھ چھپوایا اس کے بعد ۱۹۲۵ء میں مطبع منشی نول کشور سے اس کا دوسرا ایڈیشن شائع ہوا۔ نواب ہریم خاں والی ٹونک کی فرمائش سے مولوی احمد علی رام پوری نے اردو میں ترجمہ کیا جو ۱۹۹۱ء میں نظامی پریس کانپور میں چھپا ہے۔

انگریزی میں سب سے پہلے جیمز انڈرسن نے جلد اول کے بعض اقتباسات کا ترجمہ کیا جو ایشیاٹک سلیٹی کلکتہ بابۃ ۱۸۶۶ء جلد دوم ص ۷۱ تا ۷۹ میں شائع کئے اس کے بعد فرانس گلابیڈوین نے اس کے متعدد حصوں کا ترجمہ اپنی تاریخ ہندوستان جلد اول ص ۹۶ تا ۱۰۱ شامل کیا کوئی نے کامل کتاب کا ترجمہ شروع کیا جس کا کچھ حصہ ۱۸۸۹ء میں سلسلہ کتب ہندیہ میں طبع ہوا لیکن ناتمام رہ گیا۔ راجر سس نے ابتداء کے دوازدہ سالہ واقعات ترجمہ کئے جس کو

بیوج نے مرتب کر کے ۱۹۰۹ء سے ۱۹۱۲ء تک دو جلدوں میں بہ مقام لندن چھپوایا۔

توزک کا دوسرا نسخہ ۱۹۲۹ء پر تمام ہوا ہے۔ اس میں جہانگیری کی پندرہ سالہ عہد حکومت کے واقعات مذکور ہیں۔ میجر ڈیوڈ پرائس نے اس کا انگریزی میں ترجمہ کیا جو ۱۹۲۹ء میں انٹیل ٹرانسلیشن فنڈ کی طرف سے لندن میں طبع ہوا ہے۔

ان دونوں کے اصلی اور غیر اصلی ہونے کی نسبت ارباب تحقیق نے مختلف رائے ظاہر کی ہیں۔ نسخہ ثانی میں چونکہ کثرت سے بعید از قیاس اور دور از کار واقعات ہیں اس لئے غلبہ آراء اس کے غیر اصلی ہونے کی تائید و توثیق کرتا ہے۔

توزک کے متعدد نام مشہور ہیں۔ مثلاً: ایچ سلیم شاہی، تاریخ جہانگیری، واقعات جہانگیری، کلامہ جہانگیری، مقالات جہانگیری وغیرہ لیکن اس کا اصلی نام جیسا کہ خود جہانگیر نے تحریر کیا ہے۔ جہانگیر نامہ ہے۔ ایلیٹ جلد ششم ص ۵۲ تا ص ۳۹ مارلے مد ۱۱۱

۲۰۱ اقبال نامہ جہانگیری

تہنعت محمد شریف معتمد خاں تلمذ نویس تزک جہانگیری

جہانگیر اور اس کے آبا و اجداد کی مہبوط و مفصل تاریخ ہے۔ امیر تمبور کے عہد سے جہانگیر کی وفات تک واقعات ہیں

محمد شریف معتمد خاں جہانگیر کے مشہور امرا سے ہے۔ بادشاہ نے اپنے جلوس کے تیسرے سال معتمد خاں کے خطاب سے سرفراز کیا۔ سترہویں سال شہزادہ خرم جب دکن کی ہم پر دنا ہوئے تو بادشاہ نے معتمد خاں کو منصب بخشی گری عطا فرما کر شاہراؤں کے ساتھ روانہ کیا اور جب اس ہم سے واپس آیا تو بادشاہ تزک کا کلمہ لکھنے کے لئے مامور کیا۔ شاہ جہاں نے تخت نشین ہونے کے بعد میر بخشی کا عہدہ عطا کیا۔ جلوس شاہ جہاں کے سترہویں سال ۱۶۲۹ء جب

کو اس کا انتقال ہوا۔ (عمل صالح جلد ۲ ص ۳۱۱)
 معتمد خاں نے اقبال نامہ کو جلوس جہانگیری کے پندرھویں سال ۱۰۲۹ھ میں بہ مقام کشمیر
 مرتب و مدون کیا اس کے بعد جہانگیری کی وفات تک واقعات کو مسلسل اضافہ کرتا رہا۔
 اقبال نامہ تین جلدوں میں منقسم ہے۔

جلد اول میں تیمور سے ہمایوں کی وفات تک واقعات ہیں بالخصوص ہمایوں کے
 حالات کو خوب شرح و بسط کے ساتھ تحریر کیا ہے۔

جلد دوم میں اکبر کے حالات ابتدا سے وفات تک ہیں۔
 جلد سوم میں جہانگیری کی ۲۱ سالہ عہد حکومت کے واقعات ہیں۔
 معتمد خاں جلد اول و دوم کو ابو الفضل علامی کے اکبر نامہ نظام الدین احمد کی طبقات
 اکبری اور عطا بیگ کی تاریخ اکبری سے اخذ کیا ہے جلد سوم میں اپنے مشاہدات اور چشم دید
 واقعات قلمبند کئے ہیں۔

اقبال نامہ کا کامل نسخہ ۱۸۷۵ء میں مطبع منشی نول کشور لکھنؤ میں چھپا ہے صرف جلد
 سوم جس میں جہانگیری کے حالات ہیں ۱۸۶۵ء میں بہ مقام کلکتہ سلسلہ کتب ہندیہ میں
 اور ۱۸۹۸ء میں بہ مقام لکھنؤ مطبع نو کشور میں چھپی ہے۔

راجہ راجیشور راوا صفر نے جلد سوم کا اردو میں ترجمہ کیا ہے جو کا نامہ جہانگیری
 کے نام سے کارخانہ پیمہ اخبار لاہور میں ۱۹۰۶ء میں چھپا ہے۔

۲۵۵
 ایلیٹ جلد ششم ص ۱۰۰۔ مارے ص ۱۲۰۔ ناسولیس ص ۴۵۹ ریو جلد اول ص

(۲۱)

ماثر جہانگیری

تصنیف مرزا کامگار حسینی الخطاب بہ غرت خاں

جہانگیر کی تاریخ ہے۔ جس میں یوم ولادت سے تاریخ وفات تک واقعات ہیں اس کا مصنف مرزا کامگار جہانگیر کے اہل دربار سے تھا۔ شاہجہاں نے اپنے عہد حکومت میں اس کو غرت خاں کا خطاب دیکر دہلی کا صوبہ دار مقرر کیا۔ اس کے کچھ عرصہ بعد تہمت کا صوبہ دار مقرر ہوا اور اسی جگہ سنہ ۱۰۵۰ھ میں انتقال کیا۔ مائر الامار میں اس کے حالات تحریر ہیں۔

مصنف نے دیباچہ میں اس کی وجہ تصنیف یہ بیان کی ہے کہ جہانگیر نے اپنے حالات میں خود ایک کتاب جہانگیر نامہ لکھی ہے۔ جس کی ابتداء تخت نشینی سے ہوئی ہے اور آخری چند سال کے حالات وفات تک اس میں نہیں ہیں اس لئے مصنف نے اس کتاب کو تصنیف کیا اور اس میں جہانگیر کا مفصل تذکرہ تحریر کیا۔ دیباچہ کے بعد نسب نامہ مذکور ہے جس کی ابتداء امیر تمپور سے کی ہے۔ اس کے بعد ولادت سے تخت نشینی تک حالات ہیں۔ پھر عہد حکومت کے بائیس سالہ واقعات کو قلمبند کیا ہے۔ خاتمہ میں جہانگیر کی وفات اور شاہجہاں کی تخت نشینی کا تذکرہ ہے۔

الفاظ نور الدین محمد جہانگیر بادشاہؒ سے جہانگیر کی تاریخ وفات نکالی ہے۔

شاہجہاں کے تیسرے سال جلوس میں سنہ ۱۰۵۰ھ کو یہ کتاب تمام ہوئی ہے اور مائر جہانگیری اس کا تاریخی نام ہے۔

ایلیٹ جلد ششم ص ۴۳۹ تا ص ۴۴۵ ناسویں جلد سوم ص ۴۶ ریو جلد اول ص ۲۵۶

شاہجہاں سنہ ۱۰۶۹ھ

(۲۲)

بادشاہ نامہ

تصنیف مرزا محمد امین بن ابوالحسن قزوینی
شاہجہاں کی مفصل تاریخ ہے جس میں دور اول کے دہ سالہ واقعات مذکور ہیں
اس کا مصنف جو مرزا امینائی قزوینی کے نام سے مشہور ہے ایران سے
ہندوستان میں آکر جلوس کے پانچویں سال شاہجہاں کے دربار میں ملازم ہو گیا۔ جلوس
کے آٹھویں سال جب بادشاہ نے اپنے عہد حکومت کی تاریخ لکھوانا چاہا تو اس کو درباری
مورخ قرار دیا۔

اس کتاب کی ابتدا ایک مقدمہ سے ہوئی ہے جس میں شاہجہاں کی ولادت کا
بیان اور اس کا نسب نامہ جہانگیر سے امیر تیمور تک مذکور ہے۔ اس کے بعد اصل تاریخ کا
آغاز ہوتا ہے جس میں دور اول کے دہ سالہ واقعات مذکور ہیں۔ خاتمہ میں شاہی عہد
کا تذکرہ ہے۔

ایلیٹ جلد ہفتم ص ۱۷۰ جلد اول ص ۲۵۸ مارے ص ۱۲۱

(۲۳)

بادشاہ نامہ

شاہجہاں کے سی سالہ عہد حکومت کی مفصل تاریخ جو خود بادشاہ کے حکم سے لکھی گئی ہے
جلد اول میں پہلے دور کے دہ سالہ واقعات تخت نشینی سنہ ۱۰۳۷ھ سے سنہ ۱۰۴۷ھ

تک مذکور ہیں۔

جلد دوم میں دوسرے دور کے دہ سالہ واقعات ۱۵۴۷ء سے ۱۵۵۷ء تک ہیں۔
جلد سوم میں تیسرے دور کے دہ سالہ واقعات ۱۵۵۷ء سے ۱۵۶۷ء تک ہیں۔
پہلی دو جلدیں ملا عبد الحمید نے لکھی ہیں یہ شخص لاہور کا باشندہ اور شیخ ابوالفضل علم
کاشاگرد تھا ۱۵۶۷ء میں اس کا انتقال ہوا ہے بادشاہ نے اکبر نامہ کی طرز پر جب اپنے عہد کی
تاریخ لکھوانا چاہا تو عبد الحمید کو پٹنہ سے بلا کر اس خدمت پر مامور کیا تھا۔ ضعف و پیری کی
وجہ سے عبد الحمید آخر کے دہ سالہ واقعات لکھنے سے مجبور ہو گیا تو بادشاہ نے محمد وارث
کو سلسلہ جاری رکھنے کا حکم دیا۔ اس نے دور سوم کے واقعات ۱۵۶۷ء سے ۱۵۷۷ء تک تحریر
کئے اور اُسے بادشاہ نامہ کی جلد سوم قرار دیا۔

محمد وارث ملا عبد الحمید کاشاگرد تھا اور بادشاہ نے اُسے وارث خاں کا خطاب دیا
اورنگ زیب عالمگیر کے تیئیس سال جلوس میں ۱۰ ربیع الاول ۱۰۹۱ء کو ایک طالب علم
نے قلم تراش سے زخمی کردے اس کو مار ڈالا (ماثر عالمگیری ص ۱۹۲)

بادشاہ نامہ کا جس قدر حصہ معرض تحریر میں آتا اس پر نواب سعد الد خاں علم
کی اصلاح ہوا کرتی تھی۔ ۱۵۶۶ء میں جب سعد الد خاں کا انتقال ہو گیا تو یہ خدمت ملا علی
توفی المحاطب بہ فاضل خاں کے تفویض ہوئی۔ ایلیٹ جلد ہفتم ص ۲۳ تا ۲۴ و ص ۱۲۱
مدلے ص ۱۲۲ تا سوئس کا مضمون جلد ۳ ص ۴۶۲ ریو جلد اول ص ۲۶۰۔

بادشاہ نامہ کی پہلی دو جلدیں سلسلہ کتب ہندیہ میں بہ مقام کلکتہ ۱۸۶۷ء و
۱۸۶۸ء میں چھپ گئی ہیں۔ تیسری جلد نایاب ہے اور شاذ و نادر مل جاتی ہے اس کے
دو نسخے جو خوشخط لکھے ہوئے ہیں۔ کتب خانہ آصفیہ میں موجود ہیں۔ فن تاریخ ص ۲۳۵

عمل صالح

تصنیف محمد صالح کنبوہ

شاہجہاں کے عہد حکومت کی مبسوط و مفصل تاریخ ہے اور سلسلہ میں تصنیف ہوئی ہے۔
محمد صالح منشی غایت اللہ مصنف بہار دانش کا چھوٹا بھائی اور عہد شاہجہاں
کا مشہور مصنف ہے اس نے ایک بہترین کتاب فارسی شعر و سخن کے متعلق لکھی ہے
جس کا نام بہار سخن ہے۔ پروفیسر ڈوسن نے میر صالح کشتی کو عمل صالح کا مصنف سمجھا ہے
جو فارسی کا مشہور شاعر اور خطاط ہے لیکن یہ غلطی ہے کیونکہ کشتی نے ۱۰۶۱ھ میں
انتقال کیا اور اس کے نو سال بعد سلسلہ میں یہ کتاب تصنیف ہوئی ہے اور اس کا
مادہ تاریخ ہے ”لطیفہ فیض الہی“

عمل صالح کا دوسرا نام شاہ جہاں نامہ ہے۔ اس کی ابتدا میں بطور مقدمہ آباؤ
اجداد کے حالات بابر کے زمانہ سے شروع کئے ہیں۔ جس میں اکبر و جہانگیر کے حالات کئی
تفصیل کے ساتھ درج ہیں اس کے بعد اہل تاریخ کا آغاز ہوا ہے جس میں عہد شاہجہاں
کے واقعات تخت نشینی سے اورنگ زیب عالمگیر کے آغاز حکومت تک کمال شرح
و بسط کے ساتھ بیان کئے ہیں۔ خاتمہ میں ان امراء حکماء علما اور شعراء کا تذکرہ لکھا ہے
جنہیں شاہجہاں کے دربار سے تعلق رہا ہے۔

یہ کتاب سلسلہ کتب ہندیہ میں ۱۹۱۲ء سے طبع ہو رہی ہے اور اس وقت
تک اس کی دو جلدیں شائع ہوئی ہیں۔

ایڈیٹ جلد ہفتم ص ۱۲۳ تا ص ۱۳۲ مار لے ص ۱۲۴ نا سولیس کا مضمون ص ۲۶۳

ریو جلد اول ص ۲۶۳

شاہ جہاں نامہ

تصنیف مرزا محمد طاہر آشنا المخاطب بہ عنایت خاں

شاہ جہاں کے عہد حکومت کی تیس سالہ تاریخ جس میں ابتدائے جلوس سے ۱۶۶۸ء تک واقعات ہیں۔

مصنف اس کا طغر خاں کا فرزند اور خواجہ ابوالحسن (وفات ۱۶۴۲ء) کا پوتا تھا۔ ابوالحسن اکبر کے زمانے میں ولایت سے ہندوستان میں آیا اور شاہزادہ دانیال کا وزیر اور صوبہ جات دکن کا دیوان مقرر ہوا۔ جہانگیر نے اپنے زمانہ میں عہدہ وزارت اور منصب پنجہری سرفراز فرمایا۔

طغر خاں جہانگیر اور شاہ جہاں کے امراء عظام میں شامل تھا اور بادشاہ نے اسے کشمیر کا صوبہ دار مقرر کیا تھا۔ ۱۶۳۱ء میں بہ مقام لاہور اس کا انتقال ہوا ہے۔ فارسی کا مشہور شاعر مرزا صاحب اس کی ملاقات کے لئے ولایت سے آیا اور مدت تک اس کے دربار میں متوسل رہا۔

محمد طاہر شاہ جہاں کے دوہری منصب داروں میں شامل تھا۔ جب اورنگزیب برسر حکومت ہوا تو اس نے کشمیر میں گوشہ نشینی اختیار کر لی۔ اور ۱۶۵۸ء میں انتقال کیا۔ شعر و سخن سے اس کو خوب دلچسپی تھی۔ تذکرہ نویسوں نے اس کے دیوان کا ذکر کیا ہے جس میں غزلیات کے علاوہ متعدد قصائد وثنویات بھی شامل ہیں (ماثر الامرا جلد اول ص ۳۷، جلد دوم ص ۶۳، سرو آزاد ص ۵۹، نتائج الافکار ص ۳۳ و ۳۴)۔

محمد طاہر کا شاہ جہاں نامہ اُن تاریخوں کا مختص ہے جو شاہ جہاں کے حکم سے مختلف مصنفوں نے مختلف اوقات میں تصنیف کئے ہیں اور اسی وجہ سے اس کو

تذکرہ نویسوں نے لمبھی احوال سی سالہ شاہجہاں کے نام سے موسوم کیا ہے اس کا ابتدائی ناخذ محمد امین قزوینی کا بادشاہ نامہ ہے جس میں اس نے جلوس کے چوتھے سال سے دسویں سال تک ضروری واقعات انتخاب کئے تھے پھر اس کو عبدالحمید کی تصنیف سے تطبیق و تکریر بقیہ حالات کو تیس سال کے اختتام تک اس سے اور اس کے تکرار سے نقل کیا ہے اور اس کی ابتدا میں بادشاہ کے اجداد کا مختصر تذکرہ اور پیدائش سے جلوس تک حالات اضافہ کئے ہیں خاتم میں ہندوستان کے صوبوں کی تفصیل اور ان شہزادوں اور منصبداروں کے حالات تحریر کئے ہیں جو شاہجہاں کے نہیں گزرے ہیں۔

اس کتاب کے دیباچہ کا انگریزی ترجمہ اور بہت سے اقباس الیٹ کی تاریخ میں شامل ہیں۔

الیٹ جلد ہفتم ص ۳ تا ۱۲ مار لے ص ۱۲۳ ریو جلد ۱ ص ۲۶۱ جلد ۲ ص ۱۰۸۳

(۲۶)

لطائف الاخبار

تصنیف محمد بدیع المخاطب بہ رشید خاں

شاہزادہ دارا شکوہ کے ہم قندار کی مفصل تاریخ۔

دیباچہ میں یا کتاب میں کسی اور مقام پر مصنف نے اپنا نام نہیں لکھا ہے لیکن

خانی خاں مورخ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب محمد بدیع کی تصنیف ہے جس کا خطاب رشید خاں تھا اور وہ دیوان تھا۔ نواب مہابت خاں کا۔

د منتخب اللباب جلد اول ص ۲۲

مصنف نے اس کا نام اگرچہ لطائف الاخبار رکھا ہے۔ لیکن زیادہ تر

تاریخ قندھار کے نام سے شہرت رکھتی ہے۔ اس کا مصنف اس مہم میں شاہزادہ کے ہمراہ رکاب تھا۔ اس لئے اس میں اس نے اپنے چشم دید واقعات تحریر کئے ہیں۔

اس کے مضامین تین مختلف عنوانوں کے تحت میں مذکور ہیں۔
 اولاً وہ واقعات جو داراشکوہ کی مہم سے پہلے گزرے ہیں مثلاً ازبکوں کا حملہ قندھار پر۔ نذر محمد خاں والی توران کے زیر کمان۔ شاہزادہ مراد او ازبک زریب کا حملہ قندھار پر۔ داراشکوہ کا جانب قندھار روانہ ہونا
 ثانیاً۔ داراشکوہ کی مہم کا روزنامہ۔ ارجادی الثانی ۱۱۳۰ھ سے ۱۱۵۰ھ قندھار تک۔

ثالثاً۔ داراشکوہ کا مہم قندھار سے واپس ہونا اور ۹ ذی القعدہ ۱۱۶۳ھ کو کچھ عرصہ کے لئے قتلان میں قیام کرنا۔

خانی خاں جلد اول ص ۷۲، ریو جلد اول ص ۲۰۴۔ ۱۰۱۲، ۳۳۸، ۳۳۹

اوزبک زریب عالمگیر

۲۷

عالمگیر نامہ

تصنیف مرزا محمد کاظم بن محمد امین قزوینی
 اوزبک زریب عالمگیر کے عہد سلطنت کی وہ سالہ تاریخ جس میں ۱۱۶۴ھ سے ۱۱۷۴ھ تک واقعات مذکور ہیں۔

مرزا کاظم کا باپ محمد امین جو زیادہ تر امینی قزوینی کی نام سے مشہور ہے۔ شاہجہاں کے اہل دربار سے تھا اور اس نے شاہجہاں کے پہلے وہ سالہ عہد حکومت کی تاریخ بھی لکھی ہے

عالمگیر نامہ ۱۸۷۳ء میں سلسلہ کتب ہندیہ میں بمقام کلکتہ چھپ گیا ہے۔
ریو جلد اول ص ۲۶۶۔ ایلیٹ جلد ہفتم ص ۷۲، آٹا ص ۱۸۰، ناسویس جلد دوم ص ۲۱
ریو جلد سوم ص ۱۰۸۳ نے تاریخ محمدی کے حوالہ سے مرزا کاظم کا ۱۰۹۲ھ وفات
لکھا ہے لیکن یہ غلطی ہے۔

۲۸
سیاح اشام

تصنيف شهاب الدين طائش

میر جلد میر محمد سعید اردستانی مخاطب بہ خان خاناں معظم خاں والی بنگالہ کے فتوحات و سوانحات آشام و کوچ و بہار کی تاریخ ہے جو آوزنگ زیب عالمگیر کے چوتھے اور پانچویں سال جلوس میں ۱۰۷۲ھ اور ۱۰۷۳ھ کے مابین واقع ہوئے ہیں۔

اس کا مصنف شہاب الدین طالش شاہی منصفداروں سے تھا بادشاہ نے

اسے بنگالہ میں تعینات کیا تھا اور میر جگہ کی مہات میں یہ بھی بذات خود شریک تھا اس نے اپنے ذاتی مشاہدات کی بنا پر یہ کتاب تصنیف کی اور اس کا نام فتحیہ عبریہ رکھا اس کے واقعات میر جگہ کی وفات پر ختم ہوئے ہیں جو ۲۰ رمضان ۱۰۳۳ھ کو خضر پور میں واقع ہوئی ہے اور اس کے اڑتالیس یوم بعد ۲۰ شوال ۱۰۳۳ھ کو مصنف نے اس کی تصنیف سے فراغت حاصل کیا ہے۔

تاریخ آشام ۱۰۳۳ھ میں بہ مقام کلکتہ مطبع آفتاب عالم تاب میں چھپی ہے۔ ڈاکٹر جان گل گرسٹ کی فرمائش سے فورٹ ولیم کالج کے لئے میر بہادر علی حسینی نے اس کا اردو میں ترجمہ کیا ہے جو ۱۰۳۳ھ میں بہ مقام کلکتہ مطبع ہوا ہے اور اس اردو کا فرینچ ترجمہ ۱۰۴۵ھ میں پیرس میں چھپا ہے۔

ایلیٹ جلد ہفتم ص ۱۹۹ و ۲۰۵ تا ص ۲۶۹۔ دی ٹاسی جلد اول ص ۲۳۳۔ ریہ جلد اول ص ۲۶۶

(۲۹) وقایع کو لکت

تصنیف نور الدین مرزا محمد شیرازی النخاطب بہ نعمت خان علی اورنگزیب عالمگیر نے ۱۰۳۹ھ میں قلعہ گو لکنڈہ کا جو محاصرہ کیا تھا اس کے بعض حالات و واقعات اس میں مذکور ہیں۔

مصنف کا نام نور الدین محمد ہے اس کے اجداد شیراز کے رہنے والے تھے اور خود اس کی ولادت ہندوستان میں ہوئی تھی۔ اورنگزیب کا درباری ملازم تھا ۱۰۳۳ھ میں بادشاہ نے اسے باورچی خانہ کا داروغہ بنا کر نعمت خان کا خطاب دیا اس کے چند سال بعد اپنی حکومت کے اخیر ایام میں مقرب خان کا خطاب سرفراز کر کے داروغہ جواہر خان

بنا دیا۔ عالمگیر کی وفات کے بعد شاہ عالم بہادر شاہ نے اعظم شاہ پر فتح حاصل کر کے سلطنت پر تسلط حاصل کیا تو اسے دانشمند خاں کا خطاب دیکر مقرب خاص مقرر کیا اور اپنے عہد سلطنت کی تاریخ نویسی اس کے تفویض کی۔ ۱۲۱۱ھ میں اس نے انتقال کیا اور بہ مقام حیدر آباد دائرہ میر محمد مومن استر آبادی میں مدفون ہوا۔ سرو آزاد ص ۱۳۶ انتاج الافکا ص ۲۹۹۔ گلزار آصفیہ ص ۶۱۲

وقائع گو لکنڈہ بمبئی لکھنؤ، کانپور میں کئی بار چھپا ہے اور وقائع نعمت خان عالی کے نام سے مشہور ہے۔ خانی خاں نے اپنی تاریخ میں فتح گو لکنڈہ کے واقعات بیان کرتے ہوئے اس کا اقتباس بھی نقل کیا ہے۔ دیکھو منتخب اللباب جلد دوم ص ۳۱ تا ۳۶

۳۰

واقعات عالمگیری

تصنیف میر محمد عسکری عاقل خاں رازی

اوزنگ زیب کے عہد حکومت کے ابتدائی پنج سالہ واقعات۔ داراشکوہ، شجاع۔ مراد اور اوزنگ زیب کی باہمی خانہ جنگیاں۔ ابتدا میں ولادت کا حال۔ آخر میں شاہ جہاں کے انتقال کی کیفیت بھی درج ہے۔

عاقل خاں اوزنگ زیب کا مشہور امیر ہے اس کے اجداد خواجہ علاؤ خراسان کے رہنے والے تھے خود اس کی ولادت اوزنگ آباد میں ہوئی ہے۔ شیخ برہان الدین رازی کامرید تھا اسی لئے رازی تخلص کیا کرتا تھا۔ ۱۰۵۰ھ میں اس کا انتقال ہوا ہے فارسی نظم و نثر میں اس نے متعدد تصنیفات چھوڑی ہیں۔ پدماوت اور مدالنتی کے عاشقانہ حکایات کو شمع و پروانہ اور مہر و ماہ کے نام سے منظوم کیا ہے۔ اپنے مرشد کے ملفوظات ثمرات الحیات کے نام سے جمع کئے ہیں۔ مفصل حالات کے لئے دیکھئے۔ ماثرا عالمگیری ص ۳۸۳۔ ماثرا الامراء

جلد ۲ ص ۸۲۱ - مرآۃ النجالی ص ۲۳۸ - تنایج الافکار ص ۱۸۱

یہ کتاب مختلف ناموں سے مشہور ہے۔ ظفر نامہ عالمگیری - وقائع عالمگیری - واقعات عالمگیری وغیرہ لیکن اس کا صحیح نام جیسا کہ مونیخ خانی خاں نے لکھا ہے۔ واقعات عالمگیری منتخب اللباب جلد دوم ص ۳۲ - رینج اول ص ۳۶

ماثر عالمگیری

تصنیف محمد سانی مستعد خاں

اوزگ زیب کے عہد سلطنت کی پہل سالہ تاریخ - گیارہویں سال جلوس (مشتعلہ) سے وفات اللہ تک

مستعد خاں۔ نواب غایت اللہ خاں کا منشی تھا۔ اپنے آقا کی فرمائش سے شاہ عالم بہادر شاہ کے عہد حکومت میں ۱۲۲۰ھ کے قریب اسے مرتب و مدون کیا۔ اور تخت نشینی سے دسویں سال جلوس تک جو واقعات گزرے ہیں انھیں ملا محمد کاظم کے عالمگیر نامہ سے انتخاب کر کے مقدمہ کے طور پر ابتدا میں شامل کیا ہے۔

غایت اللہ خاں اوزگ زیب کا امیر اور معتمد خاص تھا۔ بادشاہ نے اس کی وساطت سے جو احکام اعیان و امرا کے نام صادر کئے تھے ان کو اس نے احکام عالمگیری کے نام سے جمع کئے ہیں اور جو شقے خود بادشاہ نے اپنے قلم خاص سے لکھے تھے ان کا ایک مجموعہ مرتب کر کے اسے کلمات طیبات کے نام سے موسوم کیا ہے۔ ۱۲۳۹ھ میں بعد حکومت محمد شاہ بادشاہ اس نے وفات پائی ہے۔ ماثرا لامرا جلد ۲ ص ۸۲۸

ماثر عالمگیری سلسلہ کتب ہندیہ میں ۱۸۴۱ء میں بہ مقام کلکتہ چھپ گئی ہے۔

ایلیٹ جلد ۱ ص ۱۸۱ تا ص ۱۹۴ - مارلے ص ۱۲۴ ریو جلد ۱ ص ۲۴۰

دکن میں مسلمان

آٹھویں صدی ہجری تک

از مولوی سید حسن صاحب برنی بی اے ال ال بی (علیگ) لکھنؤ

مسلمانوں سے پہلے ہندوستان کی کوئی تاریخ موجود نہیں ہے اور یہ وقت ہر ملک کے ہر حصے کی قدیم تاریخ مرتب کرنے میں پیش آتی ہے لیکن دکن کے ہندو عہد کی تاریخ کی حالت اور بھی ناگفتہ بہ ہے۔ بقول فرگسن، دکن کے شمال و جنوب کو چھوڑ کر جب ہم جنوب کے حصوں کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تو اگر شمالی ہندوستان کی تاریخ کے واقعات ناقابل اطمینان و ناقابل اعتماد ہیں تو اس جزیرہ نما کے جنوبی حصے کے حالات اس سے بھی زیادہ غیر معلوم اور غیر معتبر ہیں نہ کرشنا اور تنگبھدرا کے جنوب میں تامل دیس ہے۔ اس ملک کے قدیم ترین باشندے تامل کہلاتے ہیں جنہیں سنگرت میں دراوڑی کہتے ہیں اُن کے یہاں وید کی طرح کوئی قدیم ادبی یادگار نہیں ہے نہ ایسی روایات ہی متداول ہیں جن سے معلوم ہو سکے کہ اس نسل کا اصلی مرز بوم کہاں تھا یا دنیا کی کس قوم سے ان کا پیوند ملتا ہے۔“

ڈاکٹر کالڈول کا جو دراوڑی قوم کے ادب اور تاریخ سے نہایت عمدہ طور پر

واقف ہیں بیان ہے کہ تامل بلکہ تمام جنوبی زبانوں میں سب سے پورانی کتاب آٹھویں نویں صدی عیسوی سے پہلے کی نہیں ہے۔ یہ کتاب بھی چینیوں کی لکھی ہوئی ہے جو شمالی ہند سے آئے تھے۔ قدیم زمانہ میں یہاں سکھ کا رواج نہ تھا اور اگرچہ کیتے بکثرت ہیں لیکن کوئی پانچویں چھٹی صدی سے پہلے کا نہیں ہے۔ یہ قوم اپنے متعلق اس سے زیادہ کچھ نہیں جانتی کہ وہ اس ملک کے اصلی باشندے ہیں اور ان کی نسل کا بھی یہی گہوارہ ہے۔ البتہ یہ روایت ان لوگوں میں زبان زد ہے کہ ان کے سب سے مشہور سلاطین یعنی پانڈیوں کا مورث اعلیٰ جنگ جہا بھارت کا نامی گرامی بہادر راجن تھا جس نے دوران سیاحت میں ایک دراوڑی شاہزادی سے شادی کر لی تھی جس کے بطن سے پانڈی نامی شاہزادہ ہوا جو پانڈیوں کے خاندان کا بانی تھا (دیکھو کالڈول کی کتاب تینولی ص ۱۲-۱۳)۔

شمالی ہند کے آثار عتیقہ میں سب سے قدیم ذکر پانڈیوں کا اشوک کے ایک کتبہ میں پایا جاتا ہے جو تقریباً ۲۵۰ قبل مسیح کا ہے۔ یونانی سفیر میگسٹانیز نے جو سیلون کی طرف سے چندر گپت کے دربار میں بہ مقام پالمی پتر ۳۲۰ قبل مسیح مقیم تھا۔ پانڈیا ملک کا ذکر کیا ہے اور بطلمیوس اور بعض دیگر یونانی مصنفوں نے بھی پانڈیوں کے ملک کا جس کا دار الحکومت مودورا (مڈرا) اور جہاں کے راجا کا لقب بھی پانڈیوں تھا ذکر کیا ہے۔ مصر کی فتح کے بعد رومی اس ملک میں تجارت کے لئے آئے تھے اور سب سے قدیم رومی سکے جو اس ملک میں پائے جاتے ہیں قیصر اعطس اور قیصر نیرو کے عہد کے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس بحری تجارت کی بدولت رومیوں سے پانڈیوں کے نہایت دوستانہ تعلقات پیدا ہو گئے تھے چنانچہ اسٹرابو (۲۰ء) نے لکھا ہے کہ قیصر اعطس کے دربار میں پانڈیوں کی جانب سے ایک سفارت پہنچی تھی (دیکھو کالڈول کی تینولی ص ۱۲-۲۳) خود یہاں کے ملکی باشندوں تامل کا جنھیں سنسکرت میں دراوڑی کہا جاتا ہے

بیان ہے کہ قدیم الایام میں وہ تین حصوں پر منقسم ہو گئے تھے جن کے نام چیران، چولان اور پانڈی تھے۔ اُن کا قول ہے کہ چیران چولان پانڈیاں تین بھائی تھے جو کرگئی میں ناما پر پی نندی کے دمانے پر ایک ساتھ راج کرتے تھے۔ آخر کار تینوں بھائی جدا ہو گئے اور انھوں نے جدا جدا حکومتیں قائم کر لیں۔ چیران اور چولان نے تو جنوب اقصیٰ سے بڑھ کر شمال و مغرب میں اپنی اپنی حکومتوں کی بنیاد ڈالی۔ اور پانڈیوں کے قبضے میں قدیم موروٹی ملک رہا۔

اس روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ اہل ملک کے نزدیک تامل (دراوڑی یا پانڈی) راجا سب سے زیادہ سربراہ اور موقر سمجھے جاتے تھے۔ تاریخی تحقیقات سے بھی اس بیان کی کافی طور پر تائید ہوتی ہے۔ اگرچہ ایک زمانہ میں چولان کو جن کا مرکز حکومت کا دیری نندی کے کنارے پر تھا اور دوسرے عہد میں چیران کو جس کی حکومت میور کے جنوب میں واقع تھی تمام دکن میں تسلط اور غلبہ حاصل ہوا اور دونوں میں سے ہر ایک نے اپنے اپنے زمانہ میں اناولا خیری کا ڈنکہ بجایا لیکن باوجود اس کے کہ پانڈیوں کی حکومت چیران و چولان کے زمانہ تسلط میں جنوب اقصیٰ میں محدود و ضعیف ہو کر رہ گئی تھی کبھی معدوم نہیں ہوئی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان تینوں حکومتوں میں شروع سے بالادستی کے لیے نبرد آزما رہتی تھی۔

تحقیقات سے معلوم ہوتا ہے کہ چولادیس (چولہ منڈلم) کی وسعت شمال میں پنازندہ، جنوب میں ولاروندی اور مغرب میں کورگ تھی یعنی وہ مشرقی ساحل کاروندہ پر نیلور سے لیکر پڈوکوٹ تک پھیلا ہوا تھا اور اُس کا دارالسلطنت ایریا قدیم ترچاپلی تھا۔ چیرا کے ملک میں جنوبی ساحل ملابار تھا جس میں ضلع ملابار کے علاوہ ٹراونکور و کوچین کے موجودہ علاقے بھی شامل تھے۔ دسویں صدی عیسوی کے اخیر میں چولاراجہ اجراجا نے تمام جنوبی دکن پر تسلط حاصل کر لیا اور پانڈی راجہ محض باجگذار رہ گئے تھے۔ یہ تسلط

دو سو برس سے زیادہ تک باقی رہا لیکن بارہویں صدی کے نصف اول میں پانڈیوں کا ستارہ اقبال پھر چمکا اور جنوبی دکن کا غالب حصہ اُس وقت تک اُن کے قبضہ میں رہا جب تک کہ علانی افواج نے حدب شمالی کو پامال کر کے انھیں بے دخل نہیں کر دیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ پانڈی خاندان کے باقی ماندہ دعویدار ٹراؤنکور کے گوشے میں پناہ گزیں ہو گئے اور اُس وقت تک از دست رفتہ اراضی میں منظرِ عمل پر نمودار نہیں ہوئے جب تک کہ بیجا نگر کی با عظمت ہندو سلطنت قائم نہیں ہوئی۔ بیجا نگر کی مدد سے انھوں نے مسلمانوں پر فتح پائی اور چودھویں صدی عیسوی کے نصف اخیر میں کھویا ہوا راج برائے نام دوبارہ ہاتھ آیا۔ کم و بیش دو سو برس تک اُن کی حکومت بیجا نگر کے ماتحت اُن کے آبائی دارالسلطنت مدورامیں برقرار رہی لیکن سولہویں صدی عیسوی کے وسط میں خاندانی نزاع کے باعث بیجا نگر کے ایک عامل نے اخیر پانڈی راجہ کو بے دخل کر کے اس قدیم خاندان کا خاتمہ کر دیا۔ ولادتِ سیج سے کم از کم چار سو برس پہلے سے پانڈیوں کے راج کا سراغ لگتا ہے اور سولہویں صدی عیسوی کے اخیر تک اُن کے گھرانے میں حکومت پائی جاتی ہے۔ سترھ دو ہزار برس سے زیادہ اس خاندان کے ورثہ ماتحت و تاج کے مالک رہے۔ ہندوستان کی تاریخ میں اس قدر مدت مدیت تک کسی خاندان نے حکومت نہیں کی، بلکہ دنیا کی تاریخ میں شاید ہی کسی ایک خاندان کی ایسی طویل و مدید اقتدار کی مثال دستیاب ہو سکے۔

جس وقت علانی لشکر مشرقی گھاٹ کے دروں سے جنوب اقصیٰ کے میدانوں میں اُترا اُن کے سامنے اسی قدیم خاندان کے وارثوں کا ملک تھا جسے مسلمان ”ممبر“ کہتے تھے اور جس کا رقبہ حکومت جنوبی ٹراؤنکور کی حدود سے لے کر نیلور کے علاقے تک پھیلا ہوا تھا اور بارہویں صدی عیسوی کے نصف اول میں جو تسلط پانڈیوں کو حاصل ہوا تھا ہنوز برقرار تھا لیکن ممبر کی سلطنت کے زوال کا وقت آچکا تھا۔ جس جبریف کے لیے تمام سلطنت کی مجتمہ قوت بھی بہ شکل کافی ہو سکتی تھی ایسی میدان میں دراشت کے

مدعی ایک دوسرے کے خون کے پیاسے باہم شمشیر آزماد کھائی دیے جو بالآخر فتح مند
و کامیاب دشمن کے مقابلہ کی تاب نہ لا کر اپنی جانیں بچانے کے لئے قلعوں کی بجائے
گنجان اور تیرہ بار جنگلوں میں پناہ گزین ہونے پر مجبور ہو گئے۔

علاء الدین کی افواج کے معبر پر حملہ آور ہونے سے پندرہ بیس سال پہلے تک کے متعین
سیاسی حالات و صاف کی تاریخ اور مارکو پولو کے سفر نامہ سے معلوم ہوتے ہیں لیکن
ان حالات سے متعین حال نے ایک سے زیادہ تاریخی مُتَمَتَّع پیداکر لئے ہیں جن کی
عقدہ کشائی میں بہت کچھ سرگردانی کے بعد انھوں نے اپنی معذوری ظاہر کی ہے۔ آگے
چل کر ہم ان تاریخی عقدوں اور پھر ان کے وجوہات کی طرف جن کے باعث ان کے
حل کرنے میں اتنی تاخیر ہوئی اشارہ کریں گے۔

مارکو پولو (۱۲۵۴ء - ۱۳۲۴ء) معبر کے ملک میں ۱۲۹۲ء کے قریبی زمانہ میں
پہونچا تھا اُس نے معبر کے حالات تفصیل سے لکھے ہیں۔ وہ لکھتا ہے کہ اُس زمانہ میں
معبر میں چار راجہ تھے جس میں سندرینڈی سب سے بڑا راجہ تھا۔
وصاف معبر کے حالات اس طرح بیان کرتا ہے :-

”ایشاں بادشاہ خود رادیو رگویند و متبر است این لفظ بمعنی خداوند
دو دریں چند سال دیورندر پندی بود و وہ برادر داشت۔ ہر یک بر طرف
استیلا یافتہ و ملک معظم زبان الہندی تقی الدین عبدالرحمن بن محمد لطیفی
مذہب دراں طرف پر طرف..... نائب وزیر دیش و صاحب تدبیر بود
و فتن و ملی فتن و قایل کہ ہنوز بذکر خطہ او قایل است و باوجود او قایل
فتن نہیروزی ارزانی داشتہ و نوبت سہ گانہ دریں مواضع برتب و فریت
کا نگاری روز بروز مقرر و مقرر گردانیدہ کہ ہر سال ہزار و چار صد سر عتاق

جیاد از خاصه ملک اسلام جمال الدین و تجار در جزیره قیس نزل کرد
 به معبر رسانند و چند آنکه دست دهد از سائر جزایر فارس و طیف و محاذ بحر
 و هر موز و قلعه تو و غیره معهود باشد که نول کنند و هر اک سراسپ بار و بیت
 و بیت و نیاز ر شرح قیمت معین شده از قدیم باز به سراط آنکه اگر دست
 بحار آفتی شد یا چند سر سقط شود عوض آن بر خراین بادشاه واجب
 باشد و از معینان روایت است که در عهد آن اک ابوبکر هر سال ره هزار سرنیض مع
 به معبر و کتایب و آن حدود فرستادند و بهای آن که دو هزار هزار و دو
 بست هزار دینار باشد اکثر آن از فاضلات حاصلات موقوفات تنخوا
 و متعلقات جوارسی که وقف اند بر کنایس و معابد آن حواله
 رفت که بوصول اموال خزانة میج تعلق نداشته

..... و در شهر (۶۹۲ هـ) سنه اثنی و تسعین و ستمایه دیور از مملکت
 معبر به معبر فنا گذر کرد و خراین عالم باقی گذاشت. از ملک اسلام جمال الدین
 روایت است هفت هزار سیر گاو محمول جو اهر آیدار و زرساد و سیم ناب
 به برادرش رسید و قایم مقام گشت و بر قاعده مالوف ملک اعظم تقی الدین
 نائب و متشاعر حاکم آن دیار شد و اکتبت و رفعت و اہمیت و شہمت
 یکے ہزار بار وجود این مکانت تجارت در امارت کہ مثل غارت گفت اند
 تا حدی کہ بضاعات اقطنی چین و بلاد ہند بعد از انتہاز فرض چون
 بفرض معبر آوند تا و کلا و گماشتگان او خواهند میج خریدار خواستگار
 بیع و شراعت تواند بود و چون نفایس و بضایع حاصل شد بکھمازات
 خاصه و تجار اطراف و تواخذ دیاہ بہ دولت خانہ قیس فرستند. آنجا
 نیز میج آفرس را رخصت نباشد کہ محالہ کند تا نواب ملک اسلام انتخاب

اجناس کمینند و بحسب اختیار قماش بدیع آوزند۔ پس ازاں ہرچہ
لائق معاملہ فرضہ دانند طوائف تجار را اجازہ خریدن دہند و بواتی را
بر شکم و پشت سفائن و دواب بجزائر بحر و بلاد شرق و غرب فرستند
و باثمان آں ازاں مواضع بضاعت و اصناف تماشات کہ ملائم این
دیار باشد محمول سازند۔ و مہاجرت و معاملت بدیں وجہ کہ بازار گانی
بضاعات از اقصائے چین بیاورد در منتهائے مغرب صرف کند
در جہاں نشان ندادہ اند۔

و چون علو قدر و نباہت ذکر و تعداد امر و بسطت احتشام ملک
اسلام جمال الدین و ملک اعظم تقی الدین در اکثر بلاد ہند باصناف
این دیار است، ہمیشہ ملوک آں طرف بہ موالات ایشان متعاضد و متظاهر
بودہ اند“ (وصاف جلد سوم صفحہ ۳۰۱-۳۰۲)

اس اقتباس کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ معبر میں ۶۹۲ء سے پہلے چار بھائی
راج کرتے تھے جن میں سندرپندی سب سے مشہور تھا۔ سندرپندی کا ۶۹۲ء میں انتقال ہوا
اور اُس کا جانشین اس کا بھائی ہوا۔ سندرپندی اور اُس کے جانشین کا وزیر ایک مسلمان
تھا جس کا پورا نام ملک اعظم مزبان الہندی تقی الدین عبدالرحمن بن محمد الطیبی کے تھا۔
اُس کی جائیداد میں معبر کے بہترین بندرگاہ قابل فتن اور ملی فتن بنے ہوئے تھے۔
سلطنت کے لئے گھوڑوں کی خریداری اور ملک کی تمام تجارت درآمد و برآمد کا انتظام اسکے
سپر د تھا۔ ملک معبر میں ملک اعظم تقی الدین اور خلیج فارس میں جزیرہ قیس میں ملک
اسلام جمال الدین کی نگرانی میں اس عہد کی بحری تجارت تھی جس کی دائرہ میں اس زمانہ کی
مہذب دنیا کے مشرق و مغرب داخل تھے اور (بقول وصاف) اپنی وسعت کے لحاظ سے
اپنی آپ ہی نظیر تھی۔ جنوبی ہندوستان میں مسلمانوں کی سلطنت تھی، لیکن جس ملک

(یعنی معبر) کو دنیا ہندوستان کی کبھی سمجھتی تھی اس کی ساری تجارت کے مسلمان ہانک تھے اور اسی وجہ سے وہ اسے ہندوستان کی کبھی سمجھتے تھے۔ سارے پانچ سو برس بعد ہندوستان کی اس کبھی کے لیے فرانسیسی اور انگریزی تاجروں میں نبرد آزمائی ہوئی اور ہندوستان میں انگریزی راج کی پہلی اینٹ اسی کزنائٹ دیس میں رکھی گئی۔ جسے مسلمان تاجر معبر کہتے تھے۔

آگے چل کر وصال لکھتا

در آخر شہور سنہ شیخ الاسلام جمال الدین متوجہ حضرت
جہاں پناہ شد چندان کہ ایکان حضرت بر تقد
حکومت ممالک فارس و اعتناق امور مدینہ الاسلام
..... ترغیب و تبشیر کرد آستین استغفار بر چہرہ عقیدہ
ملکت زد و عازم دولت خانہ گیش شد

و در اوایل ایس سال ملک اعظم مرزبان الہند تقی الدین عبدالرحمن
الطیبی باز آئے آنکہ سالہا در پناہ بناہت ذکر و جاہت
قدرو الساع عرضہ ثروت و استملاع بمتاع غرور گذرانیدہ بود۔ از
ملکت ہند بر معبر فنا گذر کرد وہ اراک فر دوس خرامید
و ذلک فی شہور سنہ اثمن و سعایتہ

پادشاہ معبر بر مال بعات رعایت معبود و طریق ضلالت مشہود خوا
کہ بر مال و مخلفات او دست اعتضاب دراز کند ملک معظم سراج الدین
ابن شیخ الاسلام جمال الدین گرد تالیف و تالیف خواطر پیوستگان برآید
و دوست ہزار و نیاز زر الزام کرد، تا ازیں خطاب بانحال نکول کرد۔
و منصب ملک ماضی تقی الدین بر ملک سراج الدین مقرر داشت

اس اقتباس میں مورخ کے بیان میں ایک خفیف سا اختلاف پایا جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ سن ۳۰۰ء کے واقعات میں لکھتا ہے کہ شیخ الاسلام جمال الدین کو منسلک پٹا (بویان توق تا آن) نے ہر خندہ مالک فارس و بغداد کی حکومت سپرد کرنی چاہی لیکن اس نے قبول نہ کی اور خیرہ کیش کو چھوڑنا اور اپنی بے مثل تجارتی کاروبار کو ترک کرنا پسند کیا۔ اسی سال کے کسی مہینہ میں سلطان اعظم تقی الدین (مرزبان الہند) کا انتقال ہو گیا پھر دو ہی سطروں بعد انتقال کی تاریخ ان الفاظ میں لکھتا ہے۔

وذلك في شهر رشتين و سبع مائتين يعني سن ۳۰۰ء

بہر حال سن ۳۰۰ء کے اخیر یا سن ۳۰۱ء کے اوائل میں ملک تقی الدین وزیر معبر کا انتقال ہو گیا اُس وقت راجا برمال تھا۔ اُس نے چاہا کہ اُس کی متروکہ جائداد و مال و منال پر تصرف کر لے لیکن جمال الدین کے لڑکے سراج الدین نے جس ہزار اشرفیاں دیکر راجا کو راضی کر دیا۔ اور راجہ نے پچھلے وزیر کا منصب سراج الدین کو محنت کیا ناظرین نے و صاف کے بیانات سے یہ تو معلوم کر لیا ہو گا کہ جمال الدین اور تقی الدین میں تجارتی تعلقات کے علاوہ کوئی دوسرا تعلق بھی تھا۔ اصل یہ ہے کہ یہ دونوں حقیقی بھائی تھے اور سراج الدین جمال الدین کا بیٹا اور تقی الدین کا بھتیجہ تھا یہ نامور خاندان مدنی تھا اور اُس کے افراد فارس کی اس عہد کی تاریخ میں بہت مشہور ہیں۔ و صاف نے جابجا جمال الدین اور اس کے اہل خاندان کا ذکر کیا ہے (دیکھو ص ۳۰۳ و ۴۰۴ و ۵۰۵ و ۵۰۷ و ۶۰۷) اور سب سے زیادہ یہ امر یاد رکھنے کے قابل ہے کہ خود و صاف بھی اس خاندان سے وابستہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اُس کی تاریخ میں جابجا معبر کے حالات برج ہیں جن سے اس ملک کی تاریخ کے متعلق بہترین معلومات دستیاب ہوتی ہیں جو براہ راست جمال الدین اور دیگر باخبر اصحاب سے حاصل کی گئی تھیں مثلاً اوپر کے اقتباس میں مورخ نے یہ راہ راست جمال الدین سے روایت

کی ہے۔ وصال لکھتا ہے

”چوں علوقدرو دنیا ہمت ذکر و نفاذ امور و طاعت احتشام ملک اسلام
جمال الدین و ملک اعظم تقی الدین در اکثر بلاد ہند باضعاف ایں دیار است
ہمیشہ ملوک آں اطراف بہ موالات ایشان متعاصد و متطابہر بودہ اند و رسل
و مراسلات در آئنائے ملتقات و مقترحات متوارد داشتہ۔ ایں مکتوب
در شہور سہ بیچ ماہ (سنہ ۸۰۳) از زبان ملک اعظم فخر الدین احمد بن ابراہیم
بہ جناب سلطان علی بن ہریر الدین موید در جواب تقفی اشکرہ و پارس
طائفہ از معتمدان اور مدنیۃ السلام (نیداد) کاتب را اتفاق انشا افتاد“

فخر الدین جن کا ذکر اس اقتباس میں پایا جاتا ہے۔ جمال الدین کا لڑکا تھا وہ ۶۹۶ھ

میں چین کی سفارت پر نامزد ہو کر گیا تھا واپسی میں جب معبر سے صرف دو دن کی مسافت
رہ گئی تھی اس کا انتقال ہو گیا اور اس کی قبر ملک معبر میں اس کے چچا کے مرقد کے قریب
سنہ ۸۰۳ میں جب باپ کو اس کی وفات کی خبر ہوئی تو اس نے بڑے صبر سے کام لیا۔
(وصاف ص ۵۰۴) او آخر سنہ ۸۰۳ میں جمال الدین کو کیش سے ہلاکر مملکت شیراز پرورد
وہاں سخت بدظمی پھیلی ہوئی تھی لیکن جمال الدین کی حُسن لیاقت سے چند ہی روز میں
خاطر خواہ انتظام ہو گیا۔ لیکن زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ سنہ ۸۰۳ میں جمال الدین کا بھی
انتقال ہو گیا۔ (ص ۵۰۴)

مسلمان وزراء نے معبر جنہوں نے دکن کی ہندو سلطنت میں ایسا سوخ پیدا کیا تھا
ہندوستان بالخصوص دکن کی تاریخ میں خاص طور پر تذکرہ کئے جانے کی قابل ہیں وہ
ان مسلمان وزراء کی فہرست میں جنہوں نے دکن کی حکومت کا میابی کے ساتھ کی اور جن کا
اختتام دولت آصفیہ کے نامور وزراء پر ہوتا ہے اولیت کا شرف رکھتے ہیں اس عہد میں
معبر کا ملک ہند اعظم کی حیثیت رکھتا تھا اور اس کے تعلقات دنیا کے دور دراز ملکوں سے

وابستہ تھے۔ تاریخی حالات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ تقی الدین دمقونی ^{۱۲۳۳ھ} کے عہد وزارت میں معبر کی نہایت اچھی حالت تھی یہ وہی زمانہ ہے جب مارکو پولو نے معبر کو دیکھا اور اسے بہترین حالت میں پایا تھا۔

سلمان وزیر المعبر کے ضروری حالات مختصر طور پر لکھ دینے کے بعد ہم پھر سلطنت معبر کے سیاسی واقعات کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ وصال بقیہ احوال لوگ معبرا انجام کیا۔ اس طرح لکھتا ہے :-

”اے معبر کلید یوربر مال چہل و اند سال در کمال بطلت و قدرت و نظم امور مملکت مدت زندگانی یافت کہ اندیشہ معارف و مقصد دشمنی اورا شاغل از شاغل ضروری بقضاء و بعروض سرفے صریح القراش نگشت و فرط کامکاری و بر خورداری از خزائن وافر و حصول مشتیات و استیفا لذات اینچانی بدار پیوست چنانکہ در خزائن شہر مردی (مدرا) ہزار و دو کورے از مودع ساخت ہر کورے ہزار لکے ہر لکے صد ہزار دینار۔ واقطاع زو انقیس و اعلاق جواہر ثقیل از در لکے ستارہ درخش و لعل آب صفوت و یا قوت آتش فروغ و پیر ذرہ آسمان گوں و ذرہ اس نمائے چند انکہ ذکر اند کے از بسیار و عشرے از اعشار آں بسیار بسیار عیار عبات خواہد تا تفصیر اس تقریر بدارا تصحیح پزیرد (ص ۵۲۸-۵۲۹)

..... در جملہ کلید یور در ملک مجازی حکومتی با امن و عمرے بمتع و مدتے با فراغ یافت و اورا دو سپر بود۔ بزرگتر سندر بندی کہ مادرش را بہ حکم خطبت و نکاح بر حسب تعارف و آیین خویش در قید زوجیت آوردہ بود۔ دیگر پیرہ بندی کہ منت نہال وجود او ازہ خطراء الدمن بود یعنی مادر

بے علاقہ زناشوہری حریف یکیشہ واند مجلس و مصطفیٰ بودے چہ عادت
ملوک آنجا آنت کہ ہر روز بعد سختن مصالح ملک و سوانح بومی چوں
از فراز تخت بشتیب آیند و از دھام بارگاہ سلطنت بتفرق انجامد ہزار
از رباح و مباح خواص و حجاب و رکشاک ملازم بادشاہ باشند و لبناد بزحمت
جزئی را تکفل شوند چنانکہ حاجب و ترجمان و ساتی و یاتچی تا فراس و
دریان این طائفہ باشند و روز و شب مردوزن بہدگیر مختلفہ
بادشاہ بحسب ارادت و استخوان قرعہ انتخاب برہر کہ اندازد صحیح بستر
و انیس بہر گرد و مقصود ازین تقریر غرایب عادات ایشان است۔

چوں پیرہ بندی را بزمانت و دریت ممتاز می دانست ولایت عہد
بنام او موسوم گردانید۔ برادرش سدر بندی از خیال متغیر و منزعج شد و
دست غیرت سر نہ حد چشم تہورا و کشید تا حقوق اظہار کرد۔ و در آخر
سندہ تبع و سبعاۃ نوشتند) بہ تیغ حقیق سلب پدر را قتل کرد
و در شہر مردی بہ تیغ زنی تاج بر نہاد و لشکر کے کہ در آن حوالی بود در ضبط آورد
و بعضی از خزانہ آنجا بشہر رنکا و نقل فرو و خود نیز ۵

ابا کوکس و باناسہ وین وینج ابا تازی اسپان و سیلان گنج
غرمیت منودہ پیرہ بندی بار جبال و انیال طلب تار پدر را از عقب برادر
مہادرت کرد و بر سر غدیر کے کہ بلغت ایشان بلاچی خوانند اتفاق
مصادقت و مصداقت افتاد۔ و تیغہاے ہندی در یکد گیر بستند
چو دیاسے خوں شد ہمہ دشت و باغ جہاں چوں شب تیغہا چوں چراغ
ہر دو برادر از کیفیت حال ہمہ گیر بے خبراہ ہر میت گرفتند پیرہ بندی
بخت تیرہ بندی نمود، تا از کثاد نماز زخمی یافت و ہفت فیل دار

زرعنیت در دست لشکر بندہی افتاد

دیں رخف الکے منار بر مال دختر زادہ کلیشہ پور کہ از اعوان پیرو بندہ
 بود بطرف کرام چہن از حوالی قایل افتاد اورا بہ مال ورجال مدد کردہ بخت
 پیرو بندہی رسانید۔ آں خدمت موقع مشکور یافت اما سندر بندہی سر مملکت
 بدست فرو گرفت و لشکر و خزانہ در تصرف آورد دریں موجبات بین الاخوان
 دم الاخوان افتاد واداخلی اخوت منقطع شد و قاعدہ کم و سلاط
 مرتفع۔ چون در ہر ملت و در ہر شہر بدکاری مینے ندارد۔ این معنی از
 تذکار بے نیاز است و غالیہ قدر ویر و زود متوقع باشد۔ سندر بندہی
 باوجود اسباب سلطنت و ایتلاف عہداید لشکر از دایے سعادت و مہجبت
 محروم و طمع خام در دیگ ممتنی بے آتش بخت می بخت و از خواب پندار
 بیدار نمی شد تا نکال عقوق و اضاعت حقوق دروے رسید و در اداس
 شہور سنے سبعاۃ (۹) پیرو بندہی اتحاد لشکر و استیفاف محاربت
 آغازید۔ سندر بندہی منزج و گریزاں شد و در دامن حمایت لشکر سلطان
 علاء الدین دہلی آویزاں پیرو بندہی در مملکت موروٹ نوبت سلطنت

و استقلال یافت (ص ۵۲۰-۵۲۱)

اس تفصیل کا اجمال یہ ہے کہ راجہ کلیشہ پور بر مال رائے معجر نے چالیس برس
 نہایت جاہ و جلال کے ساتھ راج کیا اور خزانہ وافر جمع۔ اس کے دو بیٹے تھے بڑے کا نام
 سندر بندہ تھا، جو راجہ کی منکوحہ بیوی کے بطن سے تھا اور چھوٹے کا نام پرہ بندہ تھا
 جو ایک خادمہ کے پیٹ سے تھا۔ و صاف لکھتا ہے کہ یہاں کے راجوں کا دستور
 تھا کہ ان کے محل میں ہزاروں عورتیں ہوتی تھیں جو ہر قسم کی خدمتیں انجام دیتی
 تھیں۔ پیرو بندہ نہایت ہوشمند اور ذہین تھا۔ راجہ نے ہونہار دیکھ کر اسے

اپنا جانشین قرار دیا۔ سندرنپدی نے حدادِ غصہ میں اپنے باپ کو قتل کر ڈالا اور اُس کی جگہ دارالسلطنتِ مروی (مدراس) میں تختِ نشین ہو گیا اور خزانہ شہرِ میکور کو حفاظت کے لئے منتقل کر دیا۔ جیسپیرہ بندی کو خبر ملی تو انتقام کے لئے فوج کشی کی دونوں بھائیوں میں ایک تلاجی یعنی تالاب کے کنارے لڑائی ہوئی۔ پیرہ بندی زخمی ہوا لیکن دونوں طرف کی فوجیں ایک دوسرے کے حال سے بے خبر نہ رہیں۔ راجہ کیشور پور کا نواسا الکی تار برمال کرام جتی عوالی قابل کا حاکم تھا۔ وہ پیرہ بندی کا مددگار ہو گیا۔ بھائیوں میں پھر جنگ و جدال شروع ہو گئی آخر پیرہ بندی غالب آیا اور سندرنپدی تابِ مقامِ مست نہ لاکر سلطان علاء الدین کے لشکر میں پناہ گزیں ہو گیا۔ اس اقتباس میں یہ تصافات نے سندرنپدی کے شکست پانے اور علالی لشکر میں پناہ گزیں ہونے کا واقعہ بقیدِ سنہ درج کیا ہے لیکن افسوس ہے کہ جو نسخے میری نظر سے گزرے ان میں سستہ سبباً نہ (سنشہ) ہجری لکھا ہے اکائی اور دولائی کے الفاظ گئے ہیں جس وقت علاء الدین کا لشکر میر پر حملہ آور ہوا اس وقت ان دونوں بھائیوں میں جنگ جاری تھی (دیکھو خزان الفتح امیر خسرو) اور علالی لشکر کے مقابلہ کی تاب نہ لاکر پیرہ بندی شہرِ بٹھار بھاگتا پھرتا تھا۔ بالآخر جنگوں میں پناہ گزیں ہو گیا۔ اُس کا بھائی سندرنپدی بھی لشکر کے قریب پہنچنے کی خبر سنتے ہی دارالسلطنتِ مدراکو چھوڑ کر بھاگ گیا تھا۔

تصافات نے تتمہ فتوح و احوال سلطان علاء الدین کے سلسلہ میں حالاتِ سیر کو اس طرح بیان کیا ہے۔

”و ازین مقام لشکر اسلام قاصد دیار دور سخن شد۔ راے با بیدار اتناع نمود و از مہر استوار اولشکر کرد۔“

چوں میاں برادرانِ بیرہ بندی و سندرنپدی بعد از قتلِ پدر نزاع قائم

شدہ بود بیرہ بندی مظاہرت رائے تنگ (یعنی رائے دورسمن) رائے شکر
 راحل و فارس بفرستاد۔ باز رائے شاہراہ سعادت رائے ساک و خطہ
 خودداری رائے ساک شد و مملکت و ولایت بے احتیاج بمجرکہ تسلیم کرد
 و بطریق خبریت و فدیت خزانہ کہ خزان اوام بہ ضبط او فاع آں قیام
 تواند نمود با پنجاہ و پنج مرباطیل از پنج اقبال عراضہ خدمت
 سلطنت ساخت (ص ۵۲)

..... و در رب سہ عشر دسٹھ ہجری (صفدران مہودیا) شکر
 متعین استخلاص معبر را رواں گشتند، و بنا بر معاندت کہ میاں اخوین قایم
 بود بعضی قصبات را ایل کردند پس از مہربہ مظاہرت محاصرت نمودہ
 لشکرے انہوہ بارجال و اقبال فراواں مدافعت را متقبل شدند ملک
 بنو ذائب کہ خود را کیواں محل می پنداشت بر مدار رجعت راجع شد
 و شکران باز گردانید۔

وصاف کے اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ لشکر غلامی کی حملہ میر سیف
 دھورمندر کے راجا کو بیرہ بندی نے فوجی مدد دی تھی بیرہ بندی نے یقیناً اس خطرہ کو
 محسوس کر لیا تھا جس سے غفریب اس کے ملک کو سابقہ پڑنے والا تھا اسی وجہ سے
 اُس نے چاہا کہ اگر ممکن ہو تو اُس کی قبل از وقت مدافعت ہو جائے لیکن بد قسمتی سے
 بھائیوں کی آپس کی لڑائی نے معبر کی حالت کو ابتر کر رکھا تھا اور ایسی حالت میں
 ناممکن تھا کہ علاء الدین کا لشکر جو معبر کی متول و خوش حالی سے بے خبر نہیں رہ سکتا تھا
 ایسے موقع کو نظر انداز کر دیتا۔ سب سے بڑھ کر یہ ہوا کہ معبر کے راجا بیرہ بندی نے
 پیش قدمی کر کے علاء الدین کا مقابلہ کیا جو غالباً خاص طور پر اس حملہ آوری کا قوی
 محرک ہوا ہوگا۔

جس وقت لشکر علانی حدود دھور سمندر کے قریب پہنچا تو تفحص حالات پر
 پہ سالار ملک کا فوراً جو حالات معلوم ہوئے انھیں امیر خسرو نے خزان الفتوح میں بیان کیا،
 ملک الشرق در روشن کردن خبر لمے پیش مشرعان آتش پائے رادام گرم
 خیز گردید و از ہر طرف در تفتیش و تفحص می بود تا از آئندہ گان منازل پیش
 چنان معلوم گشت کہ دورائے معبر کہ در اتحاد یک لے بودہ اند و ہر دورا اتصال
 محکم تر از فرقان و دوپیکر بود چون سدر بند یا کہ برادر کہتر است برائے اہل
 مصالح ملکی از خون آبادست خود را کف خضیب گردانید و سرایشاں را کف
 جذبا ساخت برادر بزرگ بیر بند یہ از چندی ہزار بند وے کیوانی اجماع ساختہ
 است و دوشہر خالی گذاشتہ و براے سلخ او سرتج الیہ شدہ و بلال دیورائے
 دھور سمند چون شہر را از ہارائے خالی شنود آہنگ آں کرد کہ ببارت
 ہاجن آں ہر دوشہرین را یک منزل کند و برسد تا گاہ از عقب ادارہ
 آسمان سکاف وان جذبا ہم الغالبون از کوس لشکر منصور شنود و در غلیان
 بجلون اصابع ہم فی آذانہم من الصواعق خدر الموت ماندہ و از بس ہابت
 چون زحل متعکس بجال بد و طالع معکوس سوے برج ہیوما خویش راجع شدہ
 از سیاہ سیر و از نفس طایر طیر شدہ در بیت الخفیض خویش رسید۔

سادہ الفاظ میں اس رنگین عبارت کا منشا یہ ہے کہ حملہ آوری کے وقت معبر
 میں دو عملی کا دور دورہ تھا و راجا راج کر رہے تھے اور باوجود بھائی ہونے کے آپس
 میں لڑائی میں مشغول تھے بڑے بھائی کا نام بیر بند یا اور چھوٹے بھائی کا نام سدر بند یا
 تھا۔ تنازع کی وجہ یہ تھی کہ سدر بند ہی اپنے باپ کو قتل کر کے سلطنت پر قابض
 ہو گیا تھا۔ بیر بند یا لشکر تیار لیکر انتقام کے لئے روانہ ہوا اور اپنی حکومت کے دوشہر
 بے حفاظت چھوڑ گیا۔ دھور سمندر کے راجہ کو طمع دامنگیر ہوئی کہ ان دونوں شہروں کے

بہا جنوں کو لوٹ کر اپنا خزانہ بھر لے۔ اس ارادہ سے فوج لیکر چلا ہی تھا کہ لشکرِ علانی کی حملہ آوری کی خبر سنی۔ فوراً لوٹا اور اپنے دارالسلطنت میں آ کر مقیم ہو گیا۔

وصاف اور امیر خسرو کے بیانات میں بعض جزئیات میں اختلاف ہے امیر بیرنڈیا کو بڑا بھائی بتاتے ہیں اور وصاف سندرپڈیا کو۔ وصاف کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ بیرنڈیا اور راجہ دھور سمندر میں آپس میں دوستانہ تھا اور ایک نے دوسرے کی مدد بھی کی۔ امیر لکھتے ہیں کہ عین حملہ آوری کے وقت راجہ دھور سمندر معبر پر حملہ آوری کے لیے روانہ ہوا تھا۔ ان جزئیات کو چھوڑ کر امیر اور وصاف دونوں کے بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس حملہ آوری کے وقت دونوں بھائیوں میں لڑائی ہو رہی تھی جس کا موجب پچھلے راجا کا اپنے بیٹے سندرپڈیا کے ہاتھ قتل ہو جانا تھا۔

(باقی آئندہ)

نقود اسلام

جس کو علامہ تقی الدین احمد علی المقریزی کی تصنیف ”شذور العقود فی ذکر النقبہ“ سے مولوی محمد جعفر صاحب مولوی کامل نے اخذ کیا ہے۔

علامہ تقی الدین احمد بن علی المقریزیؒ دیار مصر کا مشہور مورخ ہے ۷۶۶ھ میں پیدا ہوا اور ۸۲۷ھ میں جبکہ اس کی عمر اسی سال کی تھی۔ مصر کے دار السلطنت قاہرہ میں انتقال کیا۔ ملوک چراگہ کا معاشرہ تھا اور خلیفہ المتوکل علی اللہ ۷۶۳ھ ۸۰۷ھ کے عہد میں ملک سیف الدین برقوق ۸۲۷ھ ۸۷۱ھ نے اسے امامت کی خدمت تفویض کی تھی اس نے مصر کی تاریخ و جغرافیہ اور آثار قدیمہ کے متعلق کئی ضخیم ضخیم کتابیں لکھی ہیں۔ منجملہ ان کے بعض مشہور و معروف کتابوں کے نام یہ ہیں۔ (۱) المواغط والاعتبار فی الخطط والآثار اس میں مصر کی تاریخ و جغرافیہ اور آثار و عمارات کا تذکرہ ہے ۸۲۷ھ و ۸۲۸ھ میں دوبار مصر میں یہ کتاب چھپی ہے (۲) کتاب السلوک فی معرفۃ دول الملوک اس میں سلاطین ملوک کے حالات ہیں اور ۸۴۵ھ میں گونگن بن چھپی ہے (۳) اتعاظ الخفا باخبار ایتہ الخلفاء اس میں خلفائے فاطمیہ کا تذکرہ ہے اور ۸۲۳ھ میں احمد زکی نے مصر میں چھپوایا، مقریزی کی تصنیفات نے یورپ میں خاص شہرت حاصل کی ہے اور مصر کے

عبد اسلامی کی نسبت اہل یورپ نے جو کتابیں لکھی ہیں ان کا زیادہ حصہ اسی کی تصنیفات سے ماخوذ ہے۔ پال کا زلوا (PAUL CASONOVA) نے کتاب الخلیط سے اخذ کر کے مصر کے تاریخی مقامات کا تذکرہ مرتب کیا ہے جو فرانس کی مجلس آثار مشرقیہ کی طرف سے ۱۹۰۶ء میں شائع ہوا ہے۔ کتاب الخلیط سے اخذ کر کے ڈاکٹر وِسٹن فیلڈ (WUSTEN FELD) نے قبطیوں کے حالات ۱۸۲۵ء میں بہ مقام کوننگن اور گرافٹ (GRAEFF) نے الہرام کا تذکرہ ۱۹۱۱ء میں بہ مقام لینبرگ چھپوایا ہے۔ راوینر (RAVAISSE) نے خاص شہر قاہرہ کے متعلق خطاط کے جملہ بیانات کو بہت سے حاشی نقشوں اور تصویروں کے ساتھ ایک مستقل کتاب کی صورت میں جمع کیا اور ۱۸۸۷ء میں طبع کرایا ہے۔ کا ترمر (QUATRE MER) نے سلاطین ملوک کی تاریخ ترجمہ کی اور دو جلدوں میں ۱۸۳۷ء میں پیرس میں طبع کیا بلوشہ (BLOCHET) نے تفریق کی تصنیفات سے اخذ کر کے تاریخی اور جغرافیائی توضیحات کے ساتھ مصر کی تاریخ لکھی اور ۱۹۰۰ء پیرس میں چھپوایا۔

تذویر الحقود ۱۸۹۷ء میں روسک میں اور ۱۸۹۷ء میں قسطنطنیہ میں طبع ہوا ہے اور مشہور شرق دی ساسی (۱) نے فرانسیسی میں

اس کا ترجمہ بھی کیا ہے جو ۱۸۹۷ء میں پیرس میں طبع ہوا ہے۔ اس میں تین فصلیں ہیں۔ پہلی فصل میں عرب کے قدیم سکوں کا ذکر ہے دوسری فصل خلیفہ اسلام کے سکوں سے تعلق رکھتی ہے۔ تیسری فصل میں مصری سکوں کے حالات ہیں۔ ذیل کا مضمون پہلی اور دوسری فصل پر مشتمل ہے۔ تیسری فصل کا اقتباس کسی آئندہ اشاعت میں نذر ناظرین کیا جائے گا۔

(ایڈیٹر)

قدیم زمانہ میں دو قسم کے سکے رائج تھے۔ ایک وافیہ دوسرا طبریہ۔ انھیں دو سکوں سے انسان معاملات بیع و شریٰ انجام دیا کرتا تھا۔ درہم وافیہ کا دوسرا نام نعلیہ تھا۔ یہ اہل فارس کے سکے تھے اور ان میں سے ہر ایک درہم کا وزن ایک مثقال سونا ہوتا تھا ان کے علاوہ ایک اور قسم کا سکہ بھی مروج تھا جسے جواز کہتے تھے۔ اس کے ہر دس درہم میں تین درہم کا نقصان ہوا کرتا تھا یعنی سات نعلیہ درہم دس درہم جواز کے مساوی شمار کئے جاتے تھے یہ کیفیت متمدن دنیا کی تھی۔

اہل عرب ایام جاہلیت میں محض سونے اور چاندی کے ٹکڑے استعمال کیا کرتے تھے اس کے علاوہ دوسرے متمدن ممالک کے سکوں کا بھی ان میں رواج تھا۔ مثلاً رومیوں کے طلائی دینار جن کا نام قیصریہ تھا اور چاندی کے درہم جو وافیہ اور طبریہ کہلاتے تھے۔ زمانہ جاہلیت میں درہم و دینار کا وزن زمانہ اسلام کی بہ نسبت دو گنا ہوتا تھا یعنی چاندی کے ایک مثقال کو درہم اور سونے کے ایک مثقال کو دینار کہتے تھے یہ بلاد عرب کی عام حالت تھی۔ لیکن اہل مکہ کے معاملات بیع و شریٰ میں ان کا استعمال نہیں ہوتا تھا بلکہ ان میں خاص اوزان مستعمل تھے مثلاً ایک وزن طل کا تھا طل بارہ اوقیہ کا اور اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے اس اعتبار سے ہر ایک طل چار سو اسی درہم کے مساوی ہوا کرتا تھا دوسرا وزن نص کا تھا جو نصف اوقیہ یعنی بیس درہم کے مساوی ہوتا تھا تیسرا وزن تورہ تھا جو پانچ درہم کے مساوی ہے۔ درہم طبریہ کا وزن آٹھ دانق درہم نعلیہ کا چار دانق اور درہم جواز کا ساڑھے چار دانق ہوا کرتا تھا ایک دانق کا وزن آٹھ غیر مقرر شعبہ شعیر کے مساوی ہے۔ ایک دوسرے حباب دس درہم چھ مثقال کے مساوی ہوا کرتے تھے ایک مثقال بہتر شعبہ شعیر کے برابر تھا بعض لوگ بیان کرتے ہیں کہ ابتدا میں مثقال کا وزن ساٹھ شعبہ شعیر کے برابر ہوا کرتا تھا۔ ایک شعبہ شعیر سودانہ خردل کے ہم وزن تھا۔ اس لحاظ سے ایک مثقال کا وزن خردل کے

چھ ہزار دانوں کے مساوی ہوتا ہے۔

جب جناب رسالت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو اپنے ان اوزان میں کسی قسم کا تغیر و تبدل نہیں فرمایا بلکہ اسی حساب کے مطابق پانچ اوقیہ چاندی میں پانچ درہم اور بیس دینار طلائی میں نصف دینار زکوٰۃ مقرر فرمائی۔

جناب رسالت اکرم کے بعد جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مقرر ہوئے تو آپ نے بھی عہد رسالت کے عملدرآمد کو برقرار رکھا۔ حضرت عمر فاروقؓ کے عہد خلافت میں جب ممالک مصر و عراق فتح ہو گئے تو آپ کی خلافت کے آٹھویں سال سلعہ میں مختلف ممالک کے وفود بارگاہ خلافت میں باریاب ہوئے۔ ان میں ایک وفد اہل بصرہ کا بھی تھا اس کے سردار حنف بن تمیم حضرت عمرؓ سے باشندگان بصرہ کے لئے چند امور انتظامی کی خواہش کی۔ جن کی بنا پر حضرت نے مفضل بن سيار کو بصرہ روانہ کیا اور ان کے اہتمام فرات سے بصرہ تک ایک نہر بنوائی جو نہر مفضل کے نام سے مشہور ہے اس کے ساتھ اراضی کی تشخیص کے لئے جریب اور ہر جریب پر لگان کا تعین فرمایا اس کے بعد سکے مضروب کرائے جن کی شکل و صورت کسروی سکون کے بالکل مماثل تھی۔ لیکن ان سے بعض پر ”الحمد للہ“ بعض پر لا الہ الا اللہ وحدہ“ اور بعض پر ”محمد رسول اللہ“ اضافہ کر دیا گیا تھا۔ آپ کے زمانہ خلافت میں شروع سے آخر تک دس درہم چھ مثقال کے ہم وزن معین تھے۔

حضرت عثمان بن عفانؓ کے عہد خلافت میں جب سکے مضروب ہوئے تو ان پر آپ کے حکم سے ”اللہ اکبر“ نقش کیا گیا۔

حضرت معاویہ بن ابی سفیان نے اپنی عہد خلافت میں زیادہ کو کوثر اور بصرہ کا عامل مقرر فرمایا اس علاقہ میں اس وقت تک وہی اوزان و پیمانے رائج تھے جن کو حضرت عمرؓ نے مقرر فرمایا تھا۔ اس کے لحاظ سے درہم میں کمی اور قفیز میں زیادتی ہو گئی تھی

اور اس کے مطابق جب فوج میں یومیہ تقسیم ہوتا تو دونوں میں مساوات نہیں رہتی تھی زیادہ کو جب اس کا احساس ہوا تو حضرت معاویہ کے حکم سے ان میں ضرورت کے موافق کمی و زیادتی کا عمل کر دیا اس وقت ایک درہم کا چھ دانق اور دس درہم کا سات مثقال وزن قرار پایا۔

حضرت معاویہ نے اپنے عہد میں جو دینار مسکوک کرائے تھے اُن پر انسان کی تصویر منقوش تھی اور اس کی گردن میں شمشیر حایل تھی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کو پسندیدہ نہ سمجھا اور انہیں دیکھا یہاں تک کہ ایک پابھی نے ان پر حضرت معاویہ سے بالمشافہ اعتراض کیا۔ لیکن حضرت سے اس کا کوئی جواب نہ بن پڑا تو آپ نے اُس کا یہ میہ بند کرنے کی دھمکی دیکر اُسے ساکت کر دیا۔

عبداللہ بن زبیرؓ جب مکہ معظمہ میں خلیفہ تسلیم کئے گئے تو آپ نے متیر درہم مسکوک فرمائے اور ان پر ایک جانب محمد رسول اللہ دوسری جانب اصر اللہ بالعدل والوفا نقش کیا گیا۔ آپ پہلے شخص ہیں کہ جنہوں نے درہم کی شکل مندر پر معین شہابی آپ کے بھائی مصعب بن زبیرؓ نے بھی عراق میں اسی نمونہ پر درہم مضروب کرائے اور ان کا وزن ہر دس درہم کو سات مثقال کے مساوی مقرر کیا۔

خلیفہ عبدالملک بن مروان کی جانب سے جب حجاج بن یوسف ثقفی عراق کا والی مقرر ہوا تو اس نے ان تمام باتوں کو تبدیل کر دیا جو عبداللہ بن زبیرؓ کی وجہ سے عمل میں آئے تھے۔ عبداللہ بن زبیرؓ اور مصعب بن زبیرؓ کے قتل کے بعد جب عبدالملک بن مروان کی خلافت مستقل ہو گئی تو اُس نے ۱۶۰ھ میں درہم و دینار دونوں مسکوک کرائے دینار کا وزن بائیس قراط اور درہم کا وزن پندرہ قراط معین کیا۔ یہ سکہ مدینہ منورہ میں بھی رائج ہوئے۔ اور انھیں صحابہ کرام نے معیوب نہیں سمجھا لیکن ان پر انسان کی صورت بنی ہوئی تھی اس لئے پسندیدہ نظروں سے نہیں دیکھا گیا۔ چنانچہ سعید بن المسیبؓ

جو مشہور صحابی ہیں اس درہم سے بیع و شری کرتے اور اسے معیوب نہیں سمجھتے تھے۔
عبدالملک کے زمانہ میں جدید سکوں کے رواج پانے کا سبب یہ ہے کہ ایک
 وقعہ خالد بن یزید بن معاویہ نے عبدالملک سے بیان کیا کہ علمائے اہل کتاب کا قول ہے
 کہ وہ خلیفہ نہایت طویل العمر ہوتا ہے جس کے زمانہ میں سکے مضروب ہو کرتے ہیں۔
 یہ سن کر عبدالملک نے اسلامی سکے مضروب کرنے کا حکم دیا۔

بعض لوگ یہ بیان کرتے ہیں کہ عبدالملک نے قیصر روم کو ایک خط لکھا جس کے
 عنوان پر آیت قل هو اللہ احد اور خاتمہ میں جناب رسالتا صلعم کی تعریف مذکور
 تھی یہ امر قیصر کو شاق گذرا اور اس نے جواب میں لکھا کہ اس طریقہ کو ترک کر دو ورنہ ہم
 تمہارے نبی کا ذکر اپنے سکوں پر بُرائی کے ساتھ درج کریں گے۔ عبدالملک نے اس بارے
 میں اعیان سلطنت سے مشورہ کیا تو خالد بن یزید نے رائے دی کہ مسلمانوں کو چاہئے کہ
 رومی سکے کا استعمال ترک کر دیں اور اس کے عوض اسلامی سکے مروج کریں اس رائے کو
 سب نے پسند کیا اس کے بعد عبدالملک نے اسلام کا جدید سکے مضروب کرایا۔

بعض روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ سب سے پہلے درہم کو ایک یہودی نے
 مسکوک کیا تھا جس کا نام سیمر تھا اور تیما میں اس کی سکونت تھی اور اسی سے نسبت دیکر
 اس عہد میں درہم کو درہم سیمری کہا کرتے تھے۔

عبدالملک نے جب جدید سکے مضروب کرایا تو اسے حجاج بن یوسف کے یہاں
 بھیجا اور اس نے اسے تمام بلاد اسلام میں روانہ کر دیا تاکہ آئندہ اسی نمونہ پر درہم مسکوک
 ہوا کریں۔

عبدالملک نے جو سکے مسکوک کرائے تھے ان پر ایک جانب قل هو اللہ احد
 اور دوسری جانب لا الہ الا اللہ نقش تھا اور اس کے اطراف دو حلقوں میں ایک
 طرف ”ضرب هذا اللہم بحدین کذا“ اور دوسری طرف محمد رسول اللہ

اسرسلہ بالہدی و دین الحق لیظہر علی الدین کلہ ولو کراہ لشرکون“
 لکھا گیا تھا۔

عبدالملک کے عہد میں جدید درہم کے سکوک ہونے کا ایک سبب یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ شرع کی رو سے دو سو درہم پر پانچ درہم زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔ اگر بڑے درہم سکوک ہوتے تو اس کی وجہ سے زکوٰۃ میں نقصان واقع ہوتا اور اگر طبریہ کے نمونے پر چھوٹے درہم بنائے جاتے تو اس سے زکوٰۃ دینے والے خسارے میں رہتے تھے اسلئے عبدالملک نے ایسا سکہ مروج کیا جس سے نہ تو زکوٰۃ میں نقصان ہوا اور نہ زکوٰۃ دہندہ کو ضرر پہنچا۔ عبدالملک سے پہلے بڑے درہم کا وزن آٹھ دانق اور چھوٹے کا چار دانق تھا اس لئے عبدالملک ان کے درمیانی وزن کو اختیار کر کے چھ دانق کا درہم سکوک کیا لیکن شتقال کے وزن میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں کی۔

عبدالملک کے سکوک کئے ہوئے درہموں میں تین خصوصیات پائی جاتی ہیں اور
 (۱) ہر دس درہم کا وزن سات شتقال مقرر ہو گیا۔

(۲) بڑے اور چھوٹے درہموں میں اعتدال پیدا ہو گیا۔ یعنی ہر قسم کے درہم کا وزن چھ دانق قرار پایا۔

(۳) سنت نبوی کے موافق ہونے کی وجہ سے فریضہ زکوٰۃ میں کسی قسم کی زیادتی یا کمی کا اس میں احتمال باقی نہیں رہا جس کی وجہ سے جمہور میں درہم شرعی کی حیثیت رائج ہو گیا اور اسی کے وزن سے زمانہ مابعد میں رطل اور صاع کے اوزان مقرر کیے گئے۔ عبدالملک کے سکوک پر چونکہ ”قل هو اللہ احد“ سکوک تھا اور جنب و تہن دونوں ضرورت کے وقت بیع و شری کے لئے اسے ہاتھ لگاتے ہیں اس لئے علمائے وقت نے اس طریقہ کو کراہیت کی نظر سے دیکھا اور اس کا نام مکروہیہ رکھ دیا۔

بعض نے امام مالک رحمہ اللہ سے دریافت کیا کہ درہم دوینار پر آیت قرآنی مکتوب ہے

اس کو جائز رکھیں یا بدل دیں۔ آپ نے جواب دیا کہ یہ درہم ابتداً عبد الملک بن مروان کے زمانہ میں مسکوک ہوئے ہیں اس وقت صحابہ کرام کثرت سے موجود تھے لیکن کسی نے بھی اسے تبدیل کرنے کی رائے نہیں دی۔ صرف ابن سیرین نے اس سے بیع و شری کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ لیکن اہل مدینہ نے اس کو مکروہ نہیں خیال کیا بلکہ اسی سے بیع و شری کیا کرتے تھے۔

خلیفہ صالح حضرت عمر بن عبد الغزیز سے دریافت کیا گیا کہ یہودی و نصیری اور جنب و حائض دونوں ان سکوں کو ہاتھ لگاتے ہیں حالانکہ ان پر کلام اللہ کی آیت ہے ایسی حالت میں کیا یہ مناسب نہ ہوگا کہ اس کو بدل دیا جائے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر ہم خدا کی توحید اور اپنے پیغمبر کی توصیف کو بدل دیں گے غیر مسلم ہم نہیں گے۔

الغرض جدید سکے عبد الملک کے زمانہ میں رائج ہوئے اس کی وفات کے بعد ولید بن سلیمان اور عمر بن عبد الغزیز کے عہد تک برابر استعمال ہوتے رہے جب یزید بن عبد الملک خلیفہ ہوا تو اس کے عہد میں عمر بن ہبیرہ والی عراق نے درہم ہبیرہ مسکوک کرایا اس کا وزن بھی چھ دانق تھا۔ جب ہشام بن عبد الملک خلیفہ ہوا تو اس نے ۱۰۶ھ میں خالد بن عبد اللہ القسری کو حکم دیا کہ حسب سابق درہم کا وزن سات دانق مقرر کیا جائے چنانچہ یہ سکے صرف شہر واسطہ میں مضروب ہوئے اور ان کا وزن زیادہ کر دیا گیا۔ لیکن ۱۱۰ھ میں جب خالد معزول ہو گیا اور اس کی جگہ یوسف بن عمر ثقفی عراق کا عامل قرار پایا تو اس نے سکوں کے وزن میں پھر کمی کر دی اور چھ دانق ان کے لئے وزن معین کر دیا۔

۱۱۱ھ میں ولید بن یزید قتل ہو گیا اور مروان بن محمد جو خاندان نبی اس کے کا آخری خلیفہ ہے، اس کا جانشین قرار پایا تو اس نے جزیرہ میں سکے مسکوک کر لے یہاں تک کہ یہ بھی قتل ہو گیا۔ اور بلاد اسلام میں دولت عباسیہ کی بنیاد قائم ہوئی۔ اس خاندان

پہلے خلیفہ عبدالمدین محمد السفاح نے انبار میں اپنے درہم سلوک کرائے اور ان پر سکہ عباسیہ منقوش کیا۔ پہلے ایک جبہ اور اس کے بعد دو جبہ وزن میں کمی کر دی۔ اس کی وفات کے بعد ابو جعفر منصور خلیفہ ہوا اس نے اپنے زمانہ میں تین جبہ وزن کر دیا۔ غرض کہ اس عہد میں ایک درہم سہ قیراط کے مساوی ہو گیا۔ یہ محل سلسلہ تک جاری رہا اس کے بعد محمد بن جعفر مہدی نے مدور درہم سلوک کرائے اور ان کے عین وسط میں بطور علامت ایک نقطہ لگوا یا اس کے فرزند موسیٰ بن محمد الہادی نے کوئی سکہ مضروب نہیں کیا۔ جب ہارون الرشید خلیفہ ہوا تو اس نے دار الضرب کا انتظام جعفر بن یحییٰ برکی کے تفویض کیا اس نے خلیفہ کے نام کے ساتھ درہم و دینار مضروب کرائے اور اس عہد میں درہم کا وزن ایک قیراط اور کم ہو گیا۔ ہارون کے بعد امین اور مامون نے بھی سکے مضروب کرائے جو باعیات کے نام سے مشہور تھے۔ مامون کا سکہ مرو میں مضروب ہوا تھا یہ واقعہ امین کے قتل سے پہلے کا ہے۔ ہارون پہلا خلیفہ ہے جس نے دار الضرب کا انتظام وزراء کے حوالہ کیا۔ اس سے قبل تمام خلفا اس کام کو خود اپنی ذات سے انجام دیا کرتے تھے۔ دار الضرب کا یہ انتظام رمضان سلسلہ تک قائم رہا۔ اس سال جب ہارون نے جعفر کو قتل کر دیا تو اس کا انتظام سندی کے ذمہ کیا گیا۔ اس نے رجب ۱۹۲ھ میں درہم ہاشمی کے معین وزن میں نصف جبہ کم کر دیا۔ امین کے زمانہ میں دار الضرب کا انتظام عباس بن فضل بن ربیع کی نگرانی میں رہا اس نے سکہ کے بالائی حصہ پر ”سہابی اللہ“ اور زیرین حصہ پر ”العباس بن الفضل“ نقش کرایا۔

امین نے جب اپنے لڑکے موسیٰ کو دلی عہد مقرر کیا تو اس کا لقب الناطق بالحق المظفر باللہ رکھا اور اس کے نام سے درہم و دینار مضروب کرائے اور ان پر حسب ذیل شعر نقش ہوا۔

کل عز و مفخر فلبوس المظفر ملک خص ذکرہ فی الکتاب المسطر

ایمن کے قتل ہونے کے بعد جب مامون سریر آرائے خلافت ہوا تو اس کو کوئی شخص ایسا نہیں ملا جو درہم کو مسکوک کر سکے اس لئے اس کے عہد میں سکہ جات سہر کے طریقہ پر کندہ ہونے لگے۔ یہ عمل درآمد مامون کے بعد بھی منقسم واثق اور متوکل کے عہد تک جاری رہا۔

خلفا کے سکے خالص سونے کے ہوا کرتے تھے۔ متوکل کے بعد ترکی غلام جب اموی خلافت پر حاوی ہو گئے خلفا کے اقتدار میں زوال آ گیا۔ عمال نے مختلف ممالک میں خود سری اختیار کر لی۔ اس پر آشوب زمانہ میں سکہ جات میں بھی آمیزش ہونے لگی سب سے پہلے عبید اللہ بن زیاد نے ان میں آمیزش کی سلسلہ میں جب وہ بصرہ سے بھاگ گیا تو اس کے بعد بنی بویہ اور بنی سلجوق میں بھی اس کا رواج ہو گیا۔

سلاطین قطب شاہیہ کے تعلقات خارجہ

اور اس کا اثر

از مولوی سید علی اصغر صاحب بلگرامی

(۲)

شاہجہاں بادشاہ ہندوستان کا جو فرمان اوپر نقل کیا گیا ہے اس کی پذیرائی قطب شاہی دربار میں کس طرح ہوئی اس کا سراغ لگانا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ قطب شاہی مورخ اس واقعہ کا یوں ذکر کرتا ہے کہ جب دکن میں متواتر یہ خبریں آنے لگیں کہ شاہجہاں اس سال جن نوروزی دولت آباد میں منائیں گے تو سلطان عبدالمد نے ازراہ دوراندیشی ملاقیائے شیرازی کو حاجب مقرر کر کے تین زنجیر فیل اور کچھ تحایف دیکر اس تاکید کے ساتھ شاہجہاں کے کیمپ پر روانہ کیا کہ راستہ میں غیر ضروری توقف کئے بغیر منزل مقصود پر محبت تمام فائز ہوں ملائے شیرازی دولت آباد پہنچا شاہجہاں کی خدمت میں باریاب ہوئے لیکن اتفاق سے ملاقیائے پہنچنے کے بہت قبل شاہجہاں نے برمان پوری سے ملائیش عبداللطیف قزوینی کو فرمان متذکرہ صدر کے ساتھ حیدر آباد روانہ کر دیا تھا چنانچہ رمضان ۱۰۲۵ء کی آٹھویں تاریخ تھی جبکہ ملائے قزوینی سرحد مالک محروسہ پر پہنچ گئے تھے سلطان

عبداللہ نے یہ خبر پا کر کریم خاں لاری حوالہ دار خاصیل کو ملا کے استقبال اور منزل بہ منزل ہمانی کے سرانجام کرنے کے لئے روانہ کیا اور ان کے پیچھے میر مغرالدین محمد شرف الممالک نے دار السلطنۃ سے چند فرسخ آگے بڑھ کر استقبال و ضیافت کے مراسم ادا کئے۔ پھر شیخ محمد طاہر حسیل نے حسین ساغو سے نیم فرسخ آگے جا کر ملاقات فرمائی اور ان کے جملہ ہمراہیوں کی ضیافت کی اور رمضان کو سلطان عبداللہ یہ نفس نفیس ملا کی پیشوائی کو روانہ ہوئے۔ چنانچہ دروازہ شہر نپاہ سے حسین ساغو تک دو روئے فوج اور فیلان کوہ پیکر اتادہ تھے اور سلطان عبداللہ کے ہمراہ رکاب تمام امراء و وزراء و ارکان دولت گھوڑوں پر سوار تھے حسین ساغو کے قریب سراپردہ اور قیوں کا ایک شاہی کمپے تیار کیا گیا تھا جس میں سلطان عبداللہ اور ملائے قزوینی کی ملاقات ہوئی۔ ملائے شاہجہاں کے بھیجے ہوئے ہدئے شمشیر و خنجر مرصع اور مکتوب شاہجہانی عبداللہ کی خدمت میں پیش کیا۔ سلطان نے بادشاہ کی خیر و عافیت دریافت کرنے کے بعد حاجب پر نظر التفات مبذول کی۔ اس موقع پر ملائے قزوینی حاجب نے اپنی طرف سے یک سلسلہ فیل۔ دو اس اسپ اور تیس چالیس خوان اشیائے نفیسہ کے مع دو قطار شتر اور ایک جفت گاؤ بھیل بطور نذر پیش کئے۔ سلطان نے تین چار گھڑی حاجب سے ہم کلام رہنے کے بعد ان کو خلعت فاخرہ عنایت کی اور جو اشیاء انہوں نے بعنوان نذر پیش کی تھیں ان پر دو زنجیر فیل اور دوسرا سپ عاقی اضافہ فرما کر ان کو عنایت کئے اور یہ سواری فیل خدم و حشم کے ساتھ دولت خانہ عالی کو مراجعت کی۔

ملائے قزوینی وہ دن حسین ساغو کے کیمپ میں گزار کر دوسرے روز دار السلطنت میں داخل ہوئے اور منصور خاں میر جلد ماضی کے مکان پر جو سلطان کی طرف سے ان کی فرود گاہ کے لئے معین ہوا تھا فروکش ہوئے۔ سلطان عبداللہ نے رمضان کو شیخ محمد طاہر حسیل کے توسط سے حاجب قزوینی کو طلب فرما کر ندی محل میں دوبارہ باریاب کیا اور اس مرتبہ بھی

خلعت واسپ و فیل سے حاجب کو سرفراز کیا۔

حیدرآباد میں ہنوز حاجب کی خاطر و مدارات ہو رہی تھی دفعتاً یہ خبر آئی کہ شاہجہاں نے اپنے حاجب کے جواب کا انتظار کیے بغیر خاندوران کی سرکردگی میں ایک فوج روانہ کر دی ہے چنانچہ خاندوران اپنی فوج کو لیکر قلعہ ناندیڑ تک پہنچ گئے۔ بظاہر یہ تدبیر شاہجہاں نے اس مقصد سے اختیار کی تھی کہ حاجب کے توسط سے جو شرائط و فریاضات کی گئی ہیں ان کی تعمیل و تکمیل میں افواج خاندوران کے دباؤ کی وجہ سے سلطان عبدالمد کوئی غدر و تاخیر نہ کر سکیں لیکن یہ خبر ایسی نہ تھی جس سے حیدرآباد میں ایک شکوہ شس برپا نہ ہو جاتی۔ سلطان عبدالمد نے اہل شہر کی طمانیت اور اپنی داب شاہی کی نمائش کے طور پر نصیر المملک کو بھی بیگ اور شجاع المملک کو چھہ دکنی اور سہہ و سہہ واروں کے ساتھ سرحد قلعہ ناندیڑ کی طرف روانہ کر دیا اور خود بہ نفس نفیس گولکنڈہ پہنچ کر حصار کی مرست و خاؤ کی فراہمی اور آلات حرب کے اجتماع میں مشغول ہو گیا۔ شیخ عبداللطیف قزوینی نے سلطان عبدالمد کی ان پیش بندیوں سے باخبر ہو کر اس کی اطلاع دولت آباد میں شاہجہاں کو دی اور وزیر شمس و مصباحت پر اکٹفا کرنے کا مشورہ دیا۔ جب سلطان کو اس کی خبر ہوئی تو انھوں نے شیخ قزوینی سے مراتب صلح طے کرنے کے لئے علامہ شیخ محمد ابن خاتون کو حکم فرمایا اس وقت علامہ دوسری مرتبہ منصب پشوائی یعنی جملہ الملکی (صدارت عظمیٰ) پر سرفراز ہو چکے تھے اور شرائط توبہ آسانی طے پا گئے مگر خطبہ سے شاہان صفویہ کے نام کے اخراج اور شاہجہاں کے القاب کے شمول کا مسئلہ کئی روز تک معرض بحث میں رہا۔ بالآخر سلطان نے علمائے شہر کی ایک مجلس منعقد کر کے اس بارہ میں مشورہ طلب کیا۔ سب نے علامہ ابن خاتون کی رائے کے بہ موجب یہی فتویٰ دیا کہ جنگ و جدال کے مقابلہ میں اس شرط کا قبول کر لینا اولیٰ ہے۔ چنانچہ جب تک شیخ عبداللطیف حیدرآباد میں مقیم رہے ہر جمعہ کو خطبہ میں شاہجہاں کے نام خطبہ میں لیا جاتا رہا جب ان امور کی اطلاع عبداللطیف نے شاہجہاں کو دی اس وقت خاندوران ناندیڑ سے

دولت آباد واپس طلب کر لئے گئے اس کے بعد یہاں یہ قرار پایا کہ زیرپیش کے ساتھ ایک
انقیاد نامہ سلطان عبداللہ کی جانب سے ملائے قزوینی کے ہمراہ روانہ کیا جائے چنانچہ ملاؤ
منشی الممالک کو تحریر مسودہ کا حکم صادر ہوا۔

اس انقیاد نامہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ارشادات زبانی کے منجملہ ملائے قزوینی کی
زبانی یہ حکم بھی صادر ہوا تھا کہ قطب شاہی سکوں پر اس نمونہ کے موافق جو ملا اپنی ہمراہ
لائے تھے آئندہ شاہجہاں کا القاب بھی کندہ ہو کر سے چنانچہ ۳۵ سنہ کے بعد سے
سرخ و سفید سکے ملائے قطب شاہی پر حسب ذیل عبارت کندہ ہوا کرتی تھی۔

(۶) مٹخ اول

(۲) مٹخ ثانی

اس کے علاوہ سلطان عبداللہ نے ملا عبد اللطیف کے روبرو قرآن مجید پر ماتھ رکھ کر
ان مواعید کی جو انقیاد نامہ میں درج ہوئے تھے بہ قسم تصدیق بھی کی تھی اس دستاویز سے
یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ سلطان عبداللہ کو اس امر کا اندیشہ لگا ہوا تھا کہ قبول اطاعت میں
چونکہ وہ دنیا داران دکن^۱ پر پیش قدمی کر رہا ہے اس لئے یہ بات اس کے ہم عصر سلاطین
کے خلاف مزاج ہوگی اور کہیں ایسا نہ ہو کہ جب بادشاہ کی سواری دکن (دولت آباد) سے
پایتخت (آگرہ) کو مراجعت کر جائے تو عادل شاہ ان سب کو لیکر اس کے ملک پر ٹوٹ
پڑے اور اس کی رسوائی کے درپے ہو جائے لہذا اس خدشہ کا بھی مناسب موقع پر عبداللہ
نے اپنے انقیاد نامہ میں تذکرہ کر دیا تا کہ بادشاہ صوبہ دار دکن^۲ کو ضروری ہدایات دے کر
اس کی کوئی پیش بندی کر سکے۔ الغرض سلطان عبداللہ نے شیخ محمد طاہر کو حکم دیا کہ وہ شیخ عبد^۳

۱۔ یہ ایک اس زمانہ کا محاورہ تھا جو معاصر تاریخوں میں متواتر استعمال ہوا ہے لفظ دنیا سے اس موقع پر
ملک و دولت اور جاہ و ثروت مراد ہے۔

۲۔ جس کا مستقر اس زمانہ میں دولت آباد تھا اس لئے کہ دکن کا بھی حصہ راست شاہان مغلیہ کے زیر تسلط تھا ۱۲

کے ہمراہ بطور حاجب کے انقیاد نامہ پیش کش لیکر شاہجہاں کے پاس جائیں چنانچہ ضد سلسلہ
 فیل۔ پنجاہ راس اسپ بازیں و کام زریں و سمین جن کی قیمت کا اندازہ چھ لاکھ ہون
 کیا گیا تھا اور چند ہزار روپیہ و اشرفی جو شاہجہاں کے نام سے یہاں مسکوک کی گئی تھیں
 ان کے ساتھ کئے گئے۔ غوہ محرم الحرام ۱۰۲۶ھ کو شیخ محمد طاہر ملائے قزوینی کو لیکر بیرون
 شہر خمیزن ہوئے اور اسی طرح طے منازل کرتے ہوئے دولت آباد کی جانب راہی ہوئے
 جب قصبہ کھرکی (اورنگ آباد) پر پہنچے تو شاہجہاں نے شاہ علی بیگ کو تو ال مسکر
 شاہی اور میرزا جہم علی بیگ منصب دار ہفت صدی و متصدی خزانہ اور بخشی افضل خاں
 کو ان لوگوں کی مشیوائی کے لئے روانہ فرمایا چنانچہ یہ لوگ شیخ طاہر اور ملائے قزوینی کو لیکر
 دولت آباد پہنچے اور جو تحف و پیشکش لائے تھے وہ بادشاہ کے ملاحظہ میں پیش کئے گئے
 شاہجہاں نے شیخ محمد طاہر کو خلعت فاخرہ عنایت فرمایا اور امرائے پنہزاری کی سلک میں
 ان کی جگہ مقرر فرمائی تاکہ جھروکے کے متصل ان کا قیام رہے۔ شیخ طاہر نے بھی اپنی طرف سے
 پچاس خوان اشیائے نفیسہ کے گزرانے اور مورد عنایات بادشاہی ہوئے

انقیاد نامہ سلطان عبدالعزیز ذیل تھا:-

”تعبدا نامہ مرید موروثی نیک خواہ و مخلص، فدوی بلا اشتباہ عبدالعزیز الملک
 انکہ چوں بندگان اعلیٰ حضرت خاقانی ظل سبحانی خلیفۃ الرحمان سلیمان مکاری
 صاحبقران ثانی خلد الملک و سلطانہ و افاض علی العالمین برہ و احسانہ کہ ہزار
 جان گرامی فدائے نام نامی و لقب سامی آنحضرت باد، از روی کرم فطری
 ورافت جلی ایس نامحقر را بہ شرائط ذیل نسلاً بعد نسل و بطناً بعد بطین بایں
 نیاز مند درگاہ جہاں پناہ مرحمت فرمودند، ایس مرید موروثی از صدق اعتقاد
 و وفور اخلاص تعبد می نماید کہ مہوارہ در ایں ملک خطبہ چہار یار با صفا و اچانچہ
 اسم سامی ہر یک از آں اکابر دین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین صریحاً

در آن مذکور شود و مزین بنام نامی و لقب گرامی بنندگان اعلم حضرت خاتمی
 ظل سبحانی در جمیع اعیان و لایق قطع می خوانده باشد و هرگز پیرامون روشی که
 سابقاً میخوانده اند نگردد و پیوسته به زیر سرخ و سفید سکه مبارک که از درگاه
 عالم پناه کننده فرستاده اند میزده باشد و نیز قبول نمودم که از ابتدای سنه
 ۱۲ جلوس مقدس مبلغ دو لاکه هون را که هشت لکه روپیه می شود از جمله چهار لکه
 هون بابت نظام الملک سال به سال بلا عذر و احوال به سرکار خاصه شریفه
 داخل سازم بدین گونه که اگر بادشاهزاده والا گوهر بلند اختر نظام شهنشاه صوبه کن
 باشند بخدمت ایشان بفرستم و الا بهر یک از عهده های آن دولت ابدان
 که پرداخت صوبه مذکور به رأی زرین او مفوض باشد برسانم و از هشت لکه روپیه
 از جمله سی لکه روپیه که تا آخر سنه هشت بالمقطع بریں نیازمند درگاه مقرر شده
 بود باقی مانده نیز باد لکه هون سال بال متصل که سنه ۱۲ جلوس مبارک باشد
 بدرگاه معالی بفرستم و آنچه تفاوت قیمت جواهر و فیضان و اسپان و غیره
 موافق قیمت حضور اشرف است، بقیه گکلنده از پیشکش حال مشخص شود
 این مرید موروثی تعهد می نماید بلا عذر و اصل خزانه عامه سازد و در سنوات آیند
 هم اگر چنانچه در جمله زیر پیشکش فرستاده شود بهین طریق مسلک باشد و بعد ازین همیشه
 باولیا های این دولت عظمی از صمیم قلب یک رنگ و موالف و با مخالفان که آسم
 بی ستای بیشتر نیستند از ته دل دشمن و مخالف باشم، تا راستی رسوخ این
 نیازمند به تعهدات مذکوره ظاهر و باهر گردد و حضور رفعت پناه فضایل و کمالات
 درگاه مولانا عبداللطیف بر قرآن مجید دست گذاشته قسم یاد کردم که خلاف
 آنچه تعهد کرده ام از من سرزند و اگر خدا نخواسته باشد مصدر لاف آن کردم
 اولیای ده لت قاهره در استزاع ملک من محقق خواهند بود - طریق عهده های دولت

کہ صوبہ دار دکن باشند آنکہ چون ہم چشماں بہ سبب پیش قدمی اس نیاز مند
در قبول اطاعت و بندگی، در گاہ جہاں پناہ مکر بعد اوت من جمیعاً بستہ اند اگر
احیاناً عادل خانہ بعد از معاودت رایات عالیات از کوتاہ اندیشی و فاعاقبتی
دست تطاول بملک اس نیاز مند دراز کنند ایشان در دفع شتر آہنا از من
دملک من ممد و معاون باشند و اگر با وجود آن کہ اس نیاز مند طلب امداد
و اعانت نماید و صوبہ دکن بہ تغافل بہ گذراند و عادل خانہ بہ عنف و تعدی
از اس نیاز مند بگیرند، آن مبلغ درین ہشت لکہ روپیہ پیشکش ہر سال مجری باشد
اس چند کلمہ بر سبیل حجت نوشتہ شد۔ تحریر فی التیاریج شہر ذی حجہ الحرام
سنہ ہزار و چہل و پنج۔

اس آئنا میں چونکہ برسات کا موسم آگیا تھا اس لئے شاہجہاں دولت آباد سے براہ
برلمان پور مانڈو (شادی آباد) کی جانب عازم ہوئے۔ مانڈو میں پہنچ کر بادشاہ نے کٹمنہا
منصبتدار کو بھیج کر شیخ محمد طاہر کو آپ زبردہ سے عبور کرانے کا انتظام کرایا اور مانڈو میں جشن
وزن مبارک کے موقع پر شیخ محمد طاہر کو حاضر رہنے کا حکم ہوا چنانچہ اس روز شاہجہاں نے
ترازوئے وزن سے طلا، ونقرہ و جواہر کے دو طبق شیخ محمد طاہر کو سرفراز کئے اور اس موقع
پر سولے حاجب قطب شاہی کے کسی امیر کو یہ غرت میسر نہیں ہوئی اکثر اوقات فرط غیاث
سے بادشاہ شیخ محمد طاہر کو مجلس خاص یعنی غسل خانہ میں بھی باریاب فرماتے تھے۔ احوال
جب شیخ محمد طاہر کو حیدر آباد واپس ہونے کی پروا لگی مرحمت ہوئی تو بادشاہ نے اظہار
خوشنودی کے طور پر اپنی طرف سے ایک عہد نامہ مرتب فرما کر ایک لوح طلائی پر اس کو
کنڈہ کرایا اور ایک ہاتھی جس کا نام طفر نشان تھا۔ قطب شاہ کے لئے ہمراہ کیا اور
اس کو زنجیر و زنگ نقرئی اور زرقبت کی جھول سے آراستہ کرنے کا حکم دیا اس کے علاوہ
شبہ مبارک اور تسبیح مروارید جس میں زمر و کہنہ کے دانے تھے۔ سلطان علیہ اللہ کو بھیجی
لے شاہان مغلیہ کا دستور تھا کہ نوروز کے موقع پر سولے چاندی موتی جواہر میں بادشاہ کا وزن کیا جاتا تھا ۱۱

اور شیخ محمد طاہر کے ہمراہ اپنی طرف سے خواجہ طاہر کو روانہ کیا مگر برہمان پور پہنچکر خواجہ طاہر نے انتقال کیا اس لئے بادشاہ نے خواجہ زاہد کو ان کے بجائے بھیجا چنانچہ یہ لوگ اوایل شعبان ۱۲۸۶ھ میں ممالک محروسہ کی سرحد میں داخل ہوئے۔ جب سلطان عبداللہ کو ان لوگوں کے آمد آمد کی خبر ہوئی تو صالح بیگ سرنوبت سرحد استقبال کے لئے روانہ کیے گئے اور حسین ساغر پر حسب سابق میر معزالدین محمد شرف الملک نے پیشوائی کی۔ ۸ شعبان کو سلطان عبداللہ نے حسب دستور سابق حسین ساغر کے میدان میں خواجہ زاہد سے سلطان خمیون میں ملاقات کی۔ شاہجہاں نے نواب علامی ابن خاتون کے لئے معاملات کو صلح و آشتی کے ساتھ طے کرنے کے صلہ میں قبائے زریفت خاصہ کی خلعت فاخرہ دستار و کمر بند خاصہ اور دو راس اسپ تازی بازیں و براق سہمین روان فرمائی تھیں جو سلطان کے ملاحظہ سے گزرنے کے بعد علامی ابن خاتون کو مرحمت ہوئیں خواجہ زاہد رمضان کا ہمنیہ حیدر آباد میں بسر کر کے عید کے بعد آگرہ واپس ہوئے۔

حضرت صاحبقران ثانی کا عہد نامہ جو لوح طلائی پر کندہ تھا حسب ذیل تھا۔

”ایالت و شوکت پناہ عظمت و حشمت و شگاہ، عمدہ ارباب دول،
قدوہ اصحاب ملل، زبدہ مخلصان ارادت کیش، قطب الملک بنیایات
بی غایات بادشاہانہ مستطہر بودہ بدانکہ چوں دریں ولا آں قطب فلک
ایالت، بیادری نجت اختیار بندگی و اطاعت ایں درگاہ آسمانجاہ نمودہ
خطبہ را کہ فرین بنام نامی خلفائے راشدین مہدیین رضوان اللہ تعالیٰ
علیہم جمعین و محلی بالقاب سامیہ مابود، در ملک خود بر کس منابر بلند آواز
گردانید و وجوہ در اہم دوزانیز را بکہ مبارک ما آراستہ و پیراستہ ساخت و
قرار داد کہ ہمیشہ بہ ہمین دستور در تمام آں ملک خطبہ میخواندہ باشند و زرا
بکہ مبارک، ماسکوک می نمودہ باشند و پیش کشی کہ مقرر فرمودہ بودیم بدو

والا ارسال داشت و قبول نمود کہ از جملہ آنچه بہ نظام الملک می داد ہر سال دو لکھ ہون را کہ ہشت لکھ روپیہ باشد بہ سرکار خاصہ شریفہ رسد نہ بہا بہا
 ماتقیہات گذشتہ اورا عفو فرمودیم و بلکہ کہ در تصرف آلی عمدہ ارباب
 دولی است برا و مقرر و مسلم داشتیم خدا و رسول خدا شاہد این مراتب
 ساختہ حکم میفرمایم کہ مادام آن قطب فلک ایالت و اولاد و احفاد و بشر و
 مذکورہ عمل نمایند و خلاف آن کنند اشاء اللہ تعالیٰ از ما و فرزند ان کامگار
 نامدار برخوردارما و امرائی عالیہ تقارما، حسنوری ہاں ملک مرید نخواہد رسید
 و خلاف عہودی کہ دریں لوح طلا کہ در ثبات ثنائی لوح محفوظ است منتفی
 گشتہ بعل نخواہد آمد و این قرار نسلاً بعد نسل و قرناً بعد قرن ہم چو سہ سکنہ
 استوار خواہد بود۔ ہفتم شہر ربیع الثانی سنہ ہزار و چہل و شش ہجری
 مطابق ہفدہم شہر لیو سنہ نہ جلوس مقدس تحریر یافت۔

(باقی)

صفحہ ۸۰) پرنس فاضل مضمون نگار نے شاہ جہاں بادشاہ کے اس سکہ کا ذکر کیا ہے جسے
 سلطان عبداللہ قطب شاہ نے دار الضرب گوکنڈہ مضروب کرایا تھا۔ اور یہ بھی بیان کیا کہ یہ سکہ سنہ
 کے بعد سے مضروب ہونا شروع ہوئے ہیں۔ لیکن ٹیش میوزیم لندن اور انڈین میوزیم کلکتہ میں ان کے جو منقوش
 موجود ہیں ان کی تاریخوں سے ثابت ہوتا ہے کہ جلوس شاہجہانی کے پانچویں سال سے جو سنہ ۱۶۲۷ء کے مساوی ہے،
 یہ سکہ گوکنڈہ میں مضروب ہونے لگے تھے۔ چنانچہ اسی سنہ کے ایک سکہ کا نقش ذیل میں درج ہے۔

اشرفی و روپیہ

دار الضرب گوکنڈہ
 تاریخ ضرب ۱۶۲۷ء
 شاہ جہان بادشاہ
 شہاب الدین زمر
 صاحب قرآن

رخ دوم

محلال اللہ
 رسول اللہ
 ضر گوکنڈہ
 ۱۰۴۲

رخ اول

تبصرے

المصنفین جلد دوم مصنف مولوی یحییٰ صاحب تہا۔ بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی۔ مکتبہ سیر جامد اسلام آباد ۱۹۲۸ء صفحہ ۱۴۴ (۱۴۴) قیمت تین روپیہ آٹھ آنہ زبان اردو کے نثر نگاروں کا تذکرہ ہے مصنف نے نثر اردو کی ابتداء سے دور جدید کے آغاز تک مشہور نثر نگاروں کے حالات زندگی جمع کئے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ ان ترقیوں اور تبدیلیوں کا تذکرہ بھی کیا ہے جو سو سال کے عرصہ میں اس زبان میں واقع ہوئے ہیں۔

مصنف نے نثر اردو کی تاریخ تین دور پر تقسیم کی ہے۔ پہلا دور فورٹ ولیم کالج کے مصنفین سے تعلق رکھتا ہے۔ دوسرے دور میں ان مصنفین کے حالات ہیں جو غدر سے پہلے دہلی اور لکھنؤ میں گذرے ہیں تیسرے دور غدر سے شروع ہو کر ۱۹۱۲ء تک پر تمام ہوا ہے۔ مصنف نے پہلے دور میں جلد اول کی صورت میں شائع کئے ہیں۔ جلد دوم میں تیسرے دور کا تذکرہ ہے اور اس پر کتاب ختم ہو گئی ہے۔

مصنف نے پورا آخر کو اردو کے عنوان شباب کا زمانہ قرار دیا ہے۔ اس میں سید محمد علی۔ مولوی چیل غالی۔ مولوی محمد حسین آزاد۔ مولوی ذکا و احمد۔ مولوی نذیر احمد۔ مولانا شبلی۔ مولانا حالی۔ پندت رتن ناتھ سرشار اور مولوی عبدالحکیم شرر۔ مولوی عزیز مرزا۔ حبش کرامت حسین۔ مولوی سید احمد دہلوی۔ طفر علی خان خواجہ غلام القلیں۔ ماسٹر پیارے لال۔ مولوی سید لکھان۔ مولوی وحید الدین سلیم۔ مولوی عبدالرزاق کانپوری وغیرہ کے حالات حواشی میں لکھے ہیں۔ الحاصل اس دور میں جس قدر مشہور مصنف گذرے ہیں ان کے تذکرے اور تصنیفات کے حالات اس میں تفصیل کے ساتھ تحریر کئے ہیں۔ ہر مصنف کے تذکرے کو

ختم کر کے اون کی نشر و تحریروں کے مختلف نمونے بھی درج کئے ہیں جن سے زبان کی تبدیلیوں اور اہر ایک مصنف کے طرز و تحریر و اسلوب بیان کا اندازہ ہوتا ہے۔

مصنف نے عام شہرت کے لحاظ سے داستان امیر حمزہ کی ضخیم ضخیم جلدوں کو جو نو لکھ سو پریس میں چھپی ہیں شکیخ فیضی کی تصنیف بتایا ہے۔ لیکن اس کو فیضی اسے کوئی تعلق نہیں ہے اور نہ کسی معاصر مورخ نے اسے فیضی کی تصنیفات میں شمار کیا ہے حقیقت یہ ہے کہ اکبر بادشاہ نے اس داستان کا ایک مرقع تیار کرایا جس کی بارہ جلدیں تھیں اور اور ہر جلد میں سو ورق تھے ہر ورق پر ایک یاد و تصویریں بنی ہوئی تھیں۔ اور ہر تصویر پر بطور عنوان حالات متعلقہ لکھے گئے تھے اس کی ترتیب کا اہتمام خواجہ عطاء اللہ منشی قزوینی کے تفویض تھا۔ تصاویر خواجہ عبدالصمد مصور شیرازی کی نگرانی میں مصوران دربار بنایا کرتے تھے۔ یہ مرقع جس میں بارہ سو سے زیادہ تصویریں تھیں تباہ و برباد ہو گیا اس کے (۶۱) تصاویر و آئنا کے عجائب خانہ میں اور (۲۴) تصاویر لندن کے البرٹ اور وکٹوریامیوزیم میں موجود ہیں۔ آخر الذکر تصاویر سے انتخاب کر کے (۱۲) تصویروں کی نسبت اٹینلی کلارک نے ایک کتاب لکھی ہے۔ جو ہندوستانی تصاویر کے نام سے ۱۹۲۱ء میں لندن میں چھپی ہے۔

عصر تدبیر مرتبہ مولانا محمد عبدالحلیم صاحب شرر۔ دکن از پریس کٹرہ بنگال خاں لکھنؤ صفحات (۲۲۰) قیمت ایک روپیہ چار آنہ۔

انگریزی زبان کی مشہور تاریخ "لینڈ مارکس آف ہسٹری" کا ترجمہ ہے اس میں ابتداء تخلیق عالم سے جناب نسیح علیہ السلام کی ولادت تک دنیا کی تمام فتح مند اور تمدن اقوام کے واقعات مذکور ہیں۔ دوسرے الفاظ میں یہ کتاب مصر۔ اسیریا۔ بابل۔ فارس۔ فلسطین۔ یونان و روم کی گزشتہ تاریخ اور وہاں کے باشندوں کی دور افتادہ تہذیب کا آئینہ ہے۔ یہ مضامین اردو زبان میں نئے نہیں ہیں بلکہ اس سے پہلے اس کتاب کے دو ترجمہ اور بھی اردو میں شائع ہو چکے ہیں۔ ان میں پہلا ترجمہ منشی محمد سعید خاں کا ہے جو سیر المتقدین کے نام سے ۱۸۸۵ء میں علیگڑھ میں طبع ہوا ہے۔ اس کے چار سال بعد دوسرا ترجمہ پنجاب کے مولوی غلام مصطفیٰ صاحب نے کیا ہے جو تاریخ المتقدین کے نام سے ۱۸۸۵ء میں لاہور میں چھپا ہے۔ لیکن

مولانا بشر کا ترجمہ ایک خاص طرزِ بیاں رکھتا ہے اور ایسا فصیح و بلیغ ہے کہ اس کے باعث اس سے سابقہ ترجموں پر غیر معمولی فوقیت حاصل ہو گئی ہے سو اس کے اس میں بعض اور بھی خوبیاں ہیں۔ اولاً اصل کتاب میں بعض باتیں اسلامی مقدمات کے خلاف تھیں مولانا نے ایسے مقامات پر مناسب اصلاح کر دی ہے۔ ثانیاً مصنف نے تعینِ اہلِ منہ کے لٹو مسیح علیہ السلام کی ولادت سے حساب لگایا تھا مولانا نے اس کے خلاف جناب ختم المسلمین کی ولادت سے ہر واقعہ کا تعین کیا ہے اور اس سے مسلمانوں کو یہ فائدہ ہوا کہ وہ ہر واقعہ کی نسبت اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ظہور اسلام سے کتنے عرصہ قبل سرزد ہوا ہے۔ ثالثاً سابقہ ترجموں میں حال اور بلاد کے اسماء، انگریزی تلفظ کے موافق لکھے گئے تھے۔ مولانا نے اس میں ان اسماء کا وہ تلفظ اختیار کیا ہے جو مصنفینِ عرب کے یہاں مستعمل ہے۔ اور یہ تلفظ قدیم تلفظ سے بہت قریب تر ہے۔ الغرض مولانا کی کوشش سے اس ترجمہ میں اسلامی تصنیفات کی شان پیدا ہو گئی ہے۔

تاریخ مغربی یوٹ مترجمہ مولوی محمد یحییٰ صاحب تنخواہ بی، اے ایل بی مکتبہ یامہ ملیہ اسلامیہ دہلی صفحات (۲۸۲) قیمت دو روپیہ آٹھ آنہ۔
ڈاکٹر ابنسن کی مشہور تاریخ کا ترجمہ ہے۔ اس میں قرون وسطیٰ کے حالات ہیں۔ سلطنتِ روم کے زوال سے اس کی ابتدا ہوئی ہے۔ درمیان میں صرب سلطنت کا تذکرہ بھی آیا ہے۔ حکومتوں کے عروج و زوال کو بیان کرتے ہوئے ہر عہد کے تہذیب و تمدن اور علمی ترقیوں کی سرگزشت بھی بیان کی ہے۔

ڈاکٹر ابنسن مالکِ متحدہ امریکہ کے مصنف ہیں اور کئی سال تک سلوانیا اور کولمبیا کی یونیورسٹیوں میں پروفیسر رہ چکے ہیں اس تاریخ میں فاضل ڈاکٹر نے ان واقعات کو خصوصیت کے ساتھ بیان کیا ہے جو انسانی حالات کی ترقی میں ضروری عناصر سمجھے گئے ہیں اور ان سے نوعِ بشر کی رفتارِ زندگی کا صحیح اندازہ ہوتا ہے۔ ترجمہ کی زبان صاف اور سلیس اور بامحاورہ ہے اور اس میں ایسی سلاست اور روانی ہے کہ یہ کتاب ترجمہ نہیں بلکہ تصنیف معلوم ہوتی ہے۔

ذکر تصنیف خواجہ محمد عبدالحی فاروقی استاد و ناظمِ دینیات جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی صفحات (۲۷۲) قیمت تین روپیہ۔
پروفیسر صاحب تفسیر الفرقان فی معارف القرآن کے نام سے قرآن کریم کی ایک

حکماں تفسیر لکھ رہے ہیں۔ اس وقت تک اس کی مختلف اجزاء عبرت برہان - بیان - بصر
وغیرہ مختلف ناموں شائع ہو کر مقبول عام ہو چکے ہیں۔ یہ بھی اسی سلسلہ کی ایک جلد ہے۔
جس میں پارہ عم کی (۳۷) سورتوں کی تفسیر مذکور ہے۔ اس کے مضامین اگرچہ حکماں نہیں لیکن
طرز بیان اس قدر مرغوب اور عام فہم ہے کہ کتاب ختم کئے بغیر چھوڑنے کو دل نہیں چاہتا۔ اردو
میں اپنی طرز کی ایہ ایک ہی کتاب ہے! اور موجودہ زمانہ کے ساتھ خاص مناسبت رکھتی ہے۔

تصنیف مولانا عبدالسلام ندوی - صوفی پرنٹنگ اینڈ پبلیکیشنز
فقراء اسلام
اس کتاب میں افاضل مصنف نے اہل علم و اسلام کی سبق آموز حالات جمع کئے ہیں
جنہوں نے غربت اور فقر و فاقہ کے باوجود مذہب اسلام کی خدمت کی اور اس کے اصول
و ارکان کو مستحکم و استوار کیا۔ اس کی ابتدا جناب ختم المرسلین کے حالات سے ہوئی اس کے بعد صحابہ
اور تابعین سے (۹) بزرگوں کے اور علماء و فضلاء سے (۶۳) اکابرین کے تذکرے ہیں اور اس
خصوصیت کے ساتھ اخلاق و عادات اور فضل و کمال کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ بڑی دھچپ
کتاب ہے اخلاق و حکم کے اس میں بہت عبرت انگیز نکتے حل ہو گئے ہیں۔

زبان اردو اور ادب
اردو سرور کیمٹی رپورٹ مرتبہ مولوی سید ضامن علی صاحب
ائمہ لے صدر شعبہ اردو والہ آباد یونیورسٹی بہ ہندوستانی ایکاڈمی
صفحات (۱۳۴) قیمت (۷) ہندوستانی ایکاڈمی نے تصنیف و تالیف کا کام جاری کرنے سے قبل یہ
کیا کہ سب سے پہلے اس امر کی تحقیقات کی جائے کہ ہندی اور اردو زبانوں میں اس وقت کس عہد کی
کتابیں موجود ہیں اور آئندہ کن کتابوں کی ضرورت ہے اس کام کے لئے ایک کمیٹی منعقد ہو
شعبہ اردو کے لئے اراکین ذیل منتخب ہوئے۔ مولوی سید ضامن علی ائمہ لے (الہ آباد یونیورسٹی)
مولوی سید مسعود الحسن ائمہ لے (لکھنؤ یونیورسٹی) مولوی رشید احمد ائمہ لے (علی گڑھ یونیورسٹی) مولوی سید
ضامن علی صاحب نے بحیثیت صدر کمیٹی یہ رپورٹ مرتب کی ہے اس میں ابتداً زبان اردو کی مختصر تاریخ
ہے اسکے بعد ادب اردو کی آئندہ ضرورتوں پر فاضلانہ مباحث مذکور ہیں آخر میں اردو
تصنیفات کی ایک فہرست ہے جس میں قدیم و جدید دونوں عہد کی کتابوں کے نام درج ہیں
یہ فہرست اگرچہ بہت نامکمل ہے تاہم نقش اول ہونے کے لحاظ سے یہ بھی قابل تائیس ضرور

ترجمہ مولوی مرزا محمد عسکری بی اے - منشی نو کشور پریس
تایخ ادب اردو لکھنؤ ضخامت تقریباً (۸۰۰) قیمت نور وہیہ

کچھ عرصہ پہلے مشرکینہ ایم اے نے انگریزی زبان میں ہٹری آف
 اردو لٹریچر کے نام سے زبان اردو کی ایک افسانہ تایخ لکھی ہے۔ اسی کتاب کا ترجمہ ہے
 فاضل سترجم نے صرف ترجمہ کرنے پر ہی اکتفا نہیں کیا ہے بلکہ بعض جدید معلومات
 بھی اس میں اضافہ کر دی ہیں جس کے باعث ترجمہ اہل سے زیادہ کارآمد ہو گیا ہے
 ترتیب اس کی انگریزی کتاب کے بالکل مطابق ہے۔ ابتدائی ابواب زبان اردو
 کی اصلیت اور قدیم تایخ سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس کے بعد بالترتیب قدیم شعرائے
 دکن اساتذہ دہلی و لکھنؤ کے حالات لکھے ہیں۔ اس کے بعد شاردو کی تایخ شروع
 ہوتی ہے اس میں ابتدا فورٹ ولیم کالج کے مترجموں کا بیان ہے۔ پھر زبان
 حال تک جس قدر ممتاز نثر نگار گذرے ہیں ان کا مفصل تذکرہ لکھا ہے۔ ہمنما
 دو مستقل ابواب میں ناول نویسی اور ڈراما نگاری کی تایخ لکھی گئی ہے۔ کتاب میں
 خصوصیت کے ساتھ ایسے واقعات کی تصحیح کی گئی ہے جو بے بنیاد اور غلط طور پر مشہور
 ہو گئے تھے۔ ان کے ساتھ ساتھ ایسے معلومات بھی کثرت کے ساتھ درج کئے ہیں جن
 دنیا اب تک بے خبر تھی۔ الغرض اردو کی تایخ نظم و نشر کی نسبت جس قدر ضروری باتیں
 ہیں وہ سب مصنف نے اس میں جمع کر دی ہیں اور اس موضوع پر اس وقت
 تک جس قدر کتابیں لکھی گئی ہیں ان سب پر کثرت معلومات اور خوبی ترتیب
 کے لحاظ سے اس کو تفوق حاصل ہے۔

ہر بیان میں مصنف نے سلسلہ تایخ کو تا امکان قائم رکھا ہے۔ جغرافیہ کے
 لحاظ سے بھی مضامین کی تفریق کر دی ہے۔ التزامات کے تحت میں زبان کی تدریجی
 ترقیوں کو نمایاں کیا ہے۔ خارجی اثرات کے باعث جو تانچ برآمد ہوئے ہیں۔
 ان کی توضیحات بھی کتاب میں جگہ جگہ نظر آتے ہیں۔ آخر میں یہ نتیجہ نکالا ہے کہ
 ”اردو زبان ہندو مسلمانوں دونوں کے اتحاد کی ایک بہترین یادگار ہے۔“

بعض مقامات پر خفیف سی غلطیاں بھی نظر آتی ہیں مثلاً نظم کے بیان
 میں صفحہ ۵۶ پر دہ مجلس کو ولی اورنگ آبادی کی تصنیف بتایا ہے۔ حالانکہ صحیح

طور پر اس کا مصنف ولی ویلوری ہے۔ نشر کے بیان میں صفحہ (۱۱۳) پر لکھا ہے کہ عیار دانش ملاحین واعظ کی انوار سہیلی کی تلخیص ہے۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ علامہ ابوالفضل نے اس کی بنیاد نصر اللہ مستوفی کی فارسی کلیلہ دمنہ پر رکھی ہے۔ جو بہرام شاہ غزنوی کے عہد میں تصنیف ہوئی ہے۔

تصنیف رائے چھمی ناراین شفیق اوزنگ آبادی۔ مرتبہ مولوی
چمنستان شعرا عبدالحق صاحب بی اے انجمن ترقی اردو اوزنگ آباد
 صفحات ۶۰۵ قیمت پانچ روپیہ۔

اردو شعرا کی تذکرہ نویسی بارہویں صدی کے نصف آخر سے شروع ہوئی اس موضوع پر ۱۱۶۵ھ میں پہلے پہل میر تقی میر اور فتح علی گردیزی نے اپنے تذکرے لکھے ان کے چار سال بعد قیام الدین قایم نے ۱۱۶۸ھ میں مخزن نکات مرتب کیا مخزن نکات کے ۱۲ سال بعد ۱۱۸۰ھ میں چمنستان شعرا تالیف ہوا۔ یہ چاروں تذکرے اردو شعرو سخن کی تاریخ کا اساس اولین ہیں۔ پہلے تین تذکروں میں کم و بیش ایک سو بیس شعرا کا حال ہے۔ شفیق نے اپنے تذکرے میں ۲۰۵ شعرا کے حالات جمع کئے ہیں۔ اس اعتبار سے گذشتہ تذکروں کے مقابلہ میں ۸۵ شعرا کا حال اور نمونہ کلام اس میں زیادہ ہے۔

شفیق نے میر تقی اور گردیزی کے تذکروں پر چمنستان کی بنیاد رکھی ہے اور دوسرے ذرائع سے بہت سی مفید و کارآمد معلومات اس میں جگہ جگہ اضافے کئے ہیں اور خصوصاً مجمع النقایس اور سرو آواز کے منقولات اس میں اکثر نظر آتے ہیں شفیق دکن کا مشہور مصنف ہے۔ ۱۱۵۸ھ میں مقام اوزنگ آباد اس کی دلاوت ہوئی اور ۱۲۲۳ھ میں حیدر آباد میں اس نے انتقال کیا۔ آزاد بلگرامی کے ممتاز شاگردوں سے تھا۔ تاریخ و تراجم میں اس نے بہت سی کارآمد کتابیں لکھی ہیں خصوصاً اس کے فارسی تذکرے جن کے انام گل رعنا و شام غریبان یہاں بارہویں صدی کے تصنیفات میں ممتاز حیثیت رکھتے ہیں۔

یہ تذکرہ نہایت نایاب ہے اور اس کا صرف ایک مخطوطہ کتب خانہ آصفیہ میں موجود ہے اس کا خط نہایت زشت ہے۔ کرم خوردہ اور آب رسیدہ ہونے

کے باعث ان کے اکثر مقامات مغشوش ہو گئے ہیں۔ مولانا عبد الحق صاحب نے کمال محنت کے ساتھ اُس کی تصحیح کی ہے۔ دوسرے تذکروں سے مقابلہ کر کے مشکوک مقامات درست کئے ہیں اور اس بارے میں محمد افضل قاضی کے تذکرہ تحفۃ الشعراء سے زیادہ مدد لی ہے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ تحفۃ الشعراء سے نقل کر کے ان شعرا کے حالات بھی حواشی میں اضافہ کر دئے ہیں جو چغتایان اور تحفہ میں مشترک ہیں۔ ابتدا میں ایک مبسوط دیباچہ لکھا گیا ہے جس میں شفیق کی سوانح عمری تصنیفات کے حالات اور چغتایان کے خصوصیات مذکور ہیں۔ دیباچہ میں شفیق کا سال ولادت ۱۵۵۰ء کے عوض ۱۲۸۵ء چھپ گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ غلطی چھاپہ کی تصحیف کے باعث ہوئی ہے۔

شفیق کی تصنیفات کا تذکرہ کرتے ہوئے مولانا نے لکھا ہے کہ شفیق نے حقیقت ہندوستان کیتان کرک پٹرک کے لئے تالیف کی (ص ۸) لہذا الغنائم کو سر جان ملک کی فرمائش سے لکھا (ص ۱) مولانا نے شاید اصل کتابیں نہیں دیکھی ہیں بلکہ فہرستوں انکابیان نقل کر لیا ہے۔ دونوں کتابیں ہمارے پیش نظر ہیں ان کے دیباچوں میں کہیں بھی ان باتوں کا ذکر نہیں ہے۔ بلکہ خود شفیق نے حقیقت ہائے ہندوستان کے دیباچہ میں لکھا ہے کہ میں نے یہ کتاب اس غرض سے لکھنی شروع کی کہ اُسے میو سلطان کے یہاں بطور ارمان بھیجے۔ اور جب کتاب تمام ہوئی تو اُسے صاحب عالیشان کے یہاں پیش کیا۔ لہذا الغنائم کا جو نسخہ برٹش میوزیم میں ہے اس کے سرورق پر ایک تحریر ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ”مرسٹوں کی تاریخ جس کو سنہ ۱۸ء میں چھپی ناراین نے کرنل ملکم کے ایما سے لکھا اور اس کے نام پر ڈیڈ کیٹ کیا۔ ظاہر ہے کہ یہ عبارت خاجی ہے اور اس سے یہ نتیجہ اخذ کرنا کہ شفیق نے اسے کرنل ملکم کے ایما سے لکھا ایک غیر مستند بات ہے۔

رسالہ

ادب

ادب ہر حیثیت سے اہم یا سہمی ہے۔ اردو ادب کی خدمت اس کا شیوہ ہے اور تہذیب و متانت اس کا شعار۔ تمام معاصرین نے اس کا شمار بہترین رسالوں میں کیا ہے اور آئندہ بہت کچھ ترقی کے آثار پائے ہیں۔ دل آزاری اور دریدہ دہشی، نفلی نزاع، جماعتی تنگ نظری، مذہبی تعصب اور سیاسی اختلافات کے دھبوں کا ادب کا دامن پاک ہے۔ اس کی تنقیدیں بے لاگ ہوتی ہیں لیکن ادب کے دائرے سے خارج نہیں ہوتیں۔ ادب کسی خاص جماعت کا نقیب نہیں ہے۔ تمام باداد اہل ادب اس کی برادری میں شامل ہیں۔

ادب۔ دنیا کو دکھانا چاہتا ہے کہ موجودہ صحافتی طوفان بے تمیزی میں بھی ادبی خدمات کا دامن تمام آلائشوں سے پاک رکھا جاسکتا ہے۔ مذاق عام کی پیروی کے سائے میں پروان چڑھنا تو آسان ہے لیکن ادب کا مطمح نظر اس سے بلند ہے۔ وہ مذاق عام کی اصلاح اور ادبیت و ادبی خدمات کا صحیح معیار پیش کرنا چاہتا ہے کیا اردو کے بھی خواہ ان مقدس مقاصد کے حصول میں ادب کی مدد کریں گے۔

اگر آپ کو اس رسالے کی شان، بلند نگاہی اور متانت کا اندازہ کرنا ہو تو اس کے چند پرچے ملاحظہ فرمائے۔ کتابت و طباعت دیدہ زیب، حجم کم از کم ۲۲ صفحہ چند سالانہ چار روپیہ ایک پرچہ کی قیمت ۱۰ پیسہ

اگر آپ کو بہترین تصاویر کھینچنا ان لارجنٹ کرنا منظور **قادر فوٹو گرافر** ہے تو قلعہ دار آرٹ اسٹوڈو کو یاد فرمائے۔ اس سے بہتر نفیس کام کرنے والا آپ کو حیدر آباد میں نہیں ملے گا۔

رزیدنسی حیدر آباد دکن

چاند

ایڈیٹر

منشی کنھیا لال ایم اے۔ ایل ایل بی۔ ایڈووکیٹ
چاند کا خاص ایڈیٹر نمبر نمبر اور دسمبر کا یجانی نمبر ہوگا۔ سو سے زائد ایڈیٹر
صاحبان نے اپنے مضامین افسانہ اور نظمیں بھیجی ہیں۔ علاوہ ان کے متعدد درنگین
اور سادی تصویریں اور کارٹوں بھی شامل کئے جائیں گے۔

اس نمبر کی قیمت صرف تین روپے ہوگی مگر مستقل سالانہ خریداروں کو
مفت دیا جائے گا۔ یہ رعایت نئے ششماہی خریداروں کے ساتھ نہیں کی جاسکتی۔
۲۔ چاند کے سالانہ چندے میں خاص رعایت چاند کی کثیر اشاعت کواد
بھی بڑھانے کی غرض سے اور بہت سے حضرات کی خاطر ہم نے یہ طے کیا ہے کہ
جو لوگ فوراً چاند کی خریداری منظور فرمائیں گے ان سے صرف لے لیا جائے گا۔
چاند کی کسی خصوصیت میں کمی نہیں ہوگی۔ ویر نہ کیجئے۔ اپنا نام فہرست خریدار
میں فوراً درج کرا لیجئے۔

المشہ۔ میجر چاند چندر لوک الہ آباد کتھر

ادبی خطوط غنا
یعنی مرزا غالب کے وہ تمام خطوط جس میں انہوں نے ادبی نکات
بیان کئے ہیں اس کے علاوہ مرزا کے طبعی حالات اور تمام
مکتوب اسم کا تذکرہ بھی اس میں شامل ہے ادبی ذوق رکھنے والوں کو اس کتاب
کی ایک جلد نگاہ ضرور دیکھنا چاہئے بھید مفید ہے۔ قیمت صرف دو روپے۔
ملنے کا پتہ۔ مرزا محمد عسکری بی اے۔ حکیم عبدالغفر راولپنڈی

شاہنامہ اسلام

(مصنف ابوالاثر حفیظ جالندھری)

اردو نظم کی یہی ایک کتاب ہے جس میں حضرت آدم حضرت ابراہیم۔ سیدہ
اجرہ کی ہجرت۔ حضرت اسماعیل و اولاد حضرت اسحق کے حالات کے بعد عرب کے ایام
جاہلیت دنیا بھر کی شیطان پرستی اور اس ظلمت میں آفتاب صداقت کا ظہور یعنی
پیغمبر اسلام سید الرسل حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ کی پیدائش کا بیان اور آپ کی رفا
بعثت تبلیغ اور تبلیغ کی مشکلات ہجرت وغیرہ کا تذکرہ۔ جنگ بدر تک نہایت
موثر اور ولولہ انگیز زبان میں نظم کیا گیا ہے۔ انشاء اللہ اس کو پڑھ کر مسلمانوں کے دلوں
میں غیرت کی آگ بھڑک اٹھے گی۔ سائز ۱۴ x ۲۴ صفحات ۲۸۰ قیمت سے علاوہ محض

ملنے کا پتہ۔ مہتمم دفتر شاہنامہ اسلام لاہور

ایشیئل پوینج اسٹامپ بک

اس البم میں یورپ امریکہ ایشیا اور افریقہ کے قریباً ایک سو مالک کے
۱۳ ہزار قدیم اور نادر و کمیاب مختلف قیمتوں کے اصلی اسٹامپ جمع ہیں۔ ایسا
مکمل مجموعہ جو سال ہا سال کی کوشش کے بعد فراہم ہوا ہے۔ ہندوستان میں
یہ مشکل میسر آسکتا ہے۔ اس کی توضیحی فہرست بھی شائع کی گئی ہے۔ شائقین
اشیاء متنوعہ کیلئے یہ نادر تحفہ ہے۔ اس کی قیمت ہر قسم کی خط و کتابت کا پتہ یہ

ایم ایم عسکری بی اے

حکیم عبد الغفریر روڈ لکھنؤ

سوانح چاند بی بی

احمد نگر کی مشہور ملکہ چاند سلطانہ کی محققانہ اور مبسوط سوانح عمری
ضمنی سلاطین نظام شاہیہ کا تذکرہ اور شہنشاہ اکبر کی دکن پر یورشیں
جسے دکن کے مشہور مورخ مولانا سید احمد اللہ صاحب قادری ماہر آثار قدیمہ نے
بڑی محنت سے تیس چالیس مستند کتابوں کی مدد سے مرتب فرمایا ہے۔ اہل ذوق
کے لئے نہایت اچھا تحفہ ہے۔ لکھائی چھپائی نہایت دیدہ زیب قیمت دو روپے

ملنے کا پتہ

دفتر تاریخ، تاریخ پریس، کوٹلہ اکبر جاہ حیدر آباد دکن

مع
جا

مولانا حافظ محمد اسلم صاحب۔ بے راجپوری

زیر ادارت ڈاکٹر سید عابد حسین صاحب ایم اے پی ایچ ڈی

یہ جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی کا ماہوار علمی و ادبی رسالہ ہے جو تقریباً سات سال سے برابر شائع ہو رہا ہے
اور اپنے بلند پایہ علمی مضامین کے باعث ملک میں نہایت غرت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ جامعہ
کے مضمون نگاروں میں ہندوستان اور یورپ کے مشہور انشا پرداز شامل ہیں جن میں سے بعض کے
اسکا گرامی برج ذیل ہیں ان تمام حضرات کے مضامین رسالہ میں شائع ہوئے ہیں۔

پروفیسر فریڈریش اینکے (برلن) مرزا فتح اللہ بیگ صاحب دہلوی۔ مولانا سلیمان صاحب دیوبند۔ یونیس حبیب خاں صاحب (جامعہ
محمد نجیب صاحب بی اے (اکن) ڈاکٹر سلیم الزماں صاحب بی ایچ ڈی۔ ملک اسلم خاں صاحب بی اے (کمبوج)
ڈاکٹر ذاکر حسین خاں صاحب ایم اے پی ایچ ڈی۔ زبید احمد صاحب بی اے لندن۔ سجاد ظہیر صاحب بی اے (اکن)
رسالہ کی خوبیوں کا اندازہ نمونہ دیکھ کر ہی ہو سکتا ہے جو صرف ایک کارڈ لکھنے پر مفت

ارسال کیا جاتا ہے البتہ تازہ پرچہ ہر کے ٹکٹ وصول ہونے پر بھیجا جائیگا قیمت رسالہ سالانہ پانچ روپے اور
اراکین کی خدمت میں مفت غیر رسالہ جامعہ دہلی مفصل کیفیت بذریعہ خط لکھنا

تاریخ ادب اردو

یہ کتاب اردو ادب کے واسطے ایک گراں بہا اضافہ ہے جس میں زبان اردو کی ابتدا اور اس کے تمام مداح ارتقا اور ترقی کی ترقیوں کو اس حسن و خوبی کے ساتھ دکھایا گیا ہے کہ آج تک کسی کتاب میں اس شرح و بسط اور تفصیلی حالات کے ساتھ یہ مضامین نظر نہیں آئے نہ صرف اردو ہی کا بیان ہے بلکہ جہاں جہاں سلسلہ تشریح میں دوسری زبانوں کا ذکر آگیا ہے اس پر بھی نظر غائر ڈال کر کافی روشنی ڈالی گئی ہے۔ اردو کی نظم کی ابتدائی حالات اور دور اول سے لیکر اس وقت تک کے تمام مشہور شہور اساتذہ کا نہایت بسط و تذکرہ اور ان کی شاعری پر بے لاگ رائیں اور کامل تنقید کی گئی ہے وہ باتیں جو دوسرے تذکروں میں غلطی سے درج ہیں یا بہت سے بے بنیاد واقعے جو مشہور ہو گئے ہیں ان کو خصوصیت سے صحیح کر کے بیان کیا گیا ہے بہت سے جدید واقعات کا ذکر کیا گیا ہے جن سے دنیا اب تک بے خبر تھی۔ دوسرے حصہ میں ہندوستان کے بہترین شاعروں ناول نولیوں اور ڈراما نگاروں کے تفصیلی تذکرے حالات اور ان کی تصانیف کا ذکر اور ان پر تنقیدیں کی گئی ہیں۔ سیکڑوں ادبی کتابوں سے اسمیں مدد لی گئی ہے اور گویا اس صورت سے دریا کو کوزہ میں بند کر دیا ہے۔ کتاب کے آخر میں نہایت مکمل انڈکس اور فہرست مضامین شامل ہے بہت سے مشہور مشہور مصنفوں کی نایاب تصویریں بھی موقع بہ موقع دی گئی ہیں جن سے کتاب مکمل اور ایک نایاب مجموعہ ہو گئی ہے اصل کتاب انگریزی میں تھی جس کا ترجمہ فاضل ادیب مرزا محمد عسکری صاحب بنی اے لکھنوی نے بہت سی مفید باتوں کا اضافہ کیا ہے قیمت فی جلد پورے ملنے کا پتہ ۸۔۔۔ میجر نول کشور پریس حضرت گنج لکھنؤ

تذکرہ مصنفین دہلی

تصنیف

شیخ عبدالحق محدث دہلوی

المولود ۹۵۵ھ والمتوفی ۱۲۵۲ھ

از زمان ابتدا فتح اسلام تا منہائے الف عاشر

بسی و اہتمام اسل العباد

حکیم سید اسحاق قادری

بأنضمام تذکرہ احوال مصنف و تعلیقات توضیحی

در مطبع تایخ در بلبدہ حیدرآباد دکن لطبع رسید

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مصنفین دہلی کا تذکرہ اور شاہ صاحب کے تصنیفات کی فہرست
ان دونوں کا مطبوعہ متن راقم الحروف کے ذاتی مخطوط پر مبنی ہے۔ محمد شاہ
بادشاہ دہلی کے آٹھویں سال جلوس میں بہ مقام شاہ جہاں آباد اسکی
کتابت ہوئی ہے۔ خط شکستہ ہے جس کے باعث بعض عبارتیں صاف
صاف نہیں پڑھی جاتی ہیں۔ کتب خانہ آصفیہ کے مخطوط سے ایسے شکوک
مقامات کا مقابلہ کیا گیا ہے۔ اور دو متن جبکہ کچھ عبارتیں بھی اس سے
اضافہ کی گئی ہیں۔

ہم نے تراجم احوال کی توضیح و تشریح کیلئے حواشی میں کتابیات کا
اضافہ کر دیا ہے اس سے ناظرین کے لئے مزید معلومات کے مہیا کرنے
میں بڑی سہولت ہو گئی ہے اور وہ اس کی بدد سے تمام تراجم

مختلف کتابوں سے بہ آسانی نکال سکتے ہیں۔

اس موقع پر یہ بتا دینا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ سر جان ایٹ نے اس کے مختلف حصے انگریزی میں ترجمہ کئے ہیں جو ان کی تاریخ ہندوستان کی جلد ششم میں صفحہ (۲۸۳) سے صفحہ (۲۹۱) تک چھپے ہیں۔ ان کے ساتھ متن مطبوعہ کو مطابق کرنے کیلئے دونوں کے شمار صفحات ذیل میں درج کئے جاتے ہیں :-

انگریزی ترجمہ جلد ششم آغاز صفحہ ۲۸۳	مطابق متن مطبوعہ صفحہ ۶	سطر ۵
۲۸۴	" ۶ "	۱۲
۲۸۵	" ۹ "	۴
۲۸۶	" ۱۲ "	۳
۲۸۷	" ۱۴ "	۱
۲۸۸	" ۱۷ "	۳
۲۸۹	" ۱۹ "	۳
۲۹۰	" ۳۰ "	۷
۲۹۱	" ۲۶ "	۱۹

تاما ختم بالاختصار

شیخ عبدالحق بن سیف الدین التکرالدہلوی البخاری

المتولد ۹۵۸ھ المتوفی ۱۰۵۲ھ

دربار اکبری کے مشہور مورخ ملا عبد القادر بدایونی سب سے پہلے مصنف ہیں جنہوں نے شاہ صاحب کا تذکرہ کیا ہے۔ انہوں نے اپنی کتاب منتخب التواریخ مسندۃ میں تمام کی ہے اس وقت شاہ صاحب نے اپنی زندگی کے چھیالیس سال ختم کر لئے تھے اور اس کے بعد اڑتالیس سال اور زندہ رہے۔ ملا صاحب نے شاہ صاحب کو کمال تعلیم و توقیر کے ساتھ یاد کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہ صاحب اپنی زندگی کے اوایل ایام ہی میں مشہور اور مرجع جمہور ہو گئے تھے۔

ملا صاحب کے علاوہ شاہ صاحب کے دیگر معاصرین سے ملا محمد صادق ہمدانی ملا عبد الحمید لاہوری اور ملا محمد صالح کنبوہ نے بھی اپنی تصنیفات میں آپ کے حالات لکھے ہیں۔ خصوصاً محمد صادق نے کمال عقیدت و ارادت کے ساتھ شاہ صاحب کا ذکر کیا۔

ملا محمد صادق نے مسندۃ میں کلمات الصادقین اور اس کے دس سال بعد مسندۃ میں طبقات شاہجہانی لکھی ہے۔ ملا عبد الحمید کے بار شاہ نامہ کا دور اول جس میں شاہ صاحب کے حالات مرقوم ہیں مسندۃ میں تمام ہوا۔ ملا محمد صالح نے مسندۃ میں شاہ جہاں نامہ تصنیف کیا ہے جو عمل صالح کے نام سے مشہور ہے اور اس کے ختم ہونے سے اٹھارہ سال پہلے شاہ صاحب نے وفات پائی۔

اور ان دو تانہ تعلقات کی صراحت بھی کی ہے جو اس کے اور شاہ صاحب کے مابین قائم تھے
 خاندانی حالات | خود شاہ صاحب نے اخبار الاخبار کے خاتمہ میں اپنے خاندانی کوائف تحریر کیے
 ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے اجداد ماوراء النہر کے رہنے والے تھے بخارا میں ان کی
 حکومت تھی۔ سلطان علاء الدین خلجی (۱۲۹۵ء - ۱۳۱۶ء) کے عہد میں ہندوستان میں آئے
 دہلی میں یوہو باش اختیار کی۔ اور شاہ صاحب (۱۳۱۶ء) میں اسی جگہ پیدا ہوئے۔ اس وقت
 ولادت اور تحصیل علم | سوری خاندان کا فرمانروا اسلام شاہ بن شیر شاہ برسر حکومت تھا
 ۹۶۳ھ میں جب جلال الدین محمد اکبر بادشاہ تخت نشین ہوا تو شاہ صاحب نے اپنی عمر کے آٹھ
 سال ختم کر لئے تھے اور تعلیم و تربیت کا آغاز ہو گیا تھا۔ شاہ صاحب تقریباً بارہ سال اپنے
 والدین کے گوارے میں یہاں تحصیل علم میں مشغول و مصروف رہے۔ ۱۰۰۰ھ میں علوم متداولہ کو تمام
 کر لیا۔ اور بیس سال کی عمر میں مکمل علم سے فراغت حاصل کر لی۔

فتح پور کا قیام | اس زمانہ میں فتح پور دارالسلطنت تھا۔ شاہ صاحب دہلی سے یہاں تشریف
 لائے اور کچھ عرصہ ملک الشعراء شیخ فیضی اور خواجہ نظام الدین احمد ہروی کی مصاحبت میں
 فتح جمال الدین موسیٰ کی بیت | بسر فرمایا۔ ۱۰۰۰ھ میں شیخ جمال الدین ابی حامد موسیٰ بن حامد بن عبدالرزاق
 بن عبدالقادر بن محمد بن علی بن مسعود بن احمد بن صفی بن عبدالوہاب بن غوث الثقلین شیخ عبدالقادر
 جیلانی رضی اللہ عنہ کے مرید ہوئے اور اسی سال ارشوال کو طریقہ قادریہ کے ارشاد و تلقین کی ان سے
 اجازت حاصل کی گئی۔

حرمین شریفین کا سفر | شاہ صاحب نے ۱۰۰۰ھ میں حج بیت اللہ کا ارادہ کیا۔ دہلی سے روانہ
 ہو کر گجرات میں آئے۔ اس زمانہ میں خواجہ نظام الدین احمد گجرات کے میر بخشی تھے ان کی

۱۰ اخبار الاخبار ص ۲۸۳ ۱۰ ماثر الکرام ص ۲۱ سجتہ المرجان ص ۲۵ ۱۰ منتخب التواریخ دیکھو ضمیمہ اول
 ۱۰ زبدۃ الآثار خاتمہ کتاب ص ۱۲۴ ۱۰ اخبار الاخبار ص ۲۱ طبقات شاہ جہانی اسکے لئے دیکھو ضمیمہ دوم

سعی و کوشش سے جہاز کا انتظام ہو گیا۔ اسی سال مکہ معظمہ میں پہنچے اور حج بیت اللہ سے فراغت حاصل کی۔ اس کے بعد اور کم و بیش تین سال مکہ معظمہ میں مقیم رہے۔

شیخ عبدالوہاب متقی | اس زمانہ میں شیخ عبدالوہاب متقی مکہ معظمہ میں مرجع خاص و عام بنے ہوئے تھے یہ بزرگ شیخ علی متقی کے شاگرد اور خلیفہ اعظم تھے۔ ہندوستان دہلی کے مشہور شہر شادی آباد منڈویں آپ کی ولادت ہوئی تھی کسی وجہ سے ترک وطن کر کے برمان پور آئے۔ یہاں سے روانہ ہو کر گجرات ٹیکسار اور سرندیب کا سفر کیا۔ ۱۲۳۳ھ میں زیارت حرمین شریفین کے لئے حجاز تشریف لے گئے۔ وہاں شیخ علی متقی سے ملاقات ہوئی اور ان کے درس میں شامل ہو کر حدیث و فقہ اور دیگر علوم شرعیہ کو حاصل فرمایا۔ مسلسل بارہ سال تک شیخ کی خدمت بابرکت میں حاضر رہ کر فیض یاب ہوتے رہے۔ ۱۲۴۰ھ ہجری میں شیخ علی متقی کا انتقال ہو گیا تو ان کے جانشین قرار پائے اور اپنے استاد و مرشد کے مثل چھبیس سال تک حرم کعبہ میں حدیث تفسیر اور دیگر علوم دینیہ کا درس دیتے رہے۔ ۱۲۴۰ھ شیخ عبدالوہاب سے تلمذ۔ شاہ صاحب مکہ معظمہ میں پہنچنے کے بعد شیخ عبدالوہاب کے حلقہ درس میں شریک ہو گئے اور قریباً ڈھائی سال فیض حاصل کرتے رہے۔ اس عرصہ میں علم حدیث کی تکمیل اور صحاح ستہ کی سند حاصل کی۔ ۱۲۹۰ھ میں مدینہ طیبہ کا سفر کیا۔ روضہ اقدس کی زیارت سے مشرف ہوئے اسی زمانہ میں جذب القلوب کو لکھنا شروع کیا۔

ہندوستان کو واپسی | ۱۲۹۹ھ کے اوائل میں ہندوستان واپس آنے کا ارادہ کیا۔ اسی زمانہ میں حاجی بیگم حج و زیارت سے فارغ ہو کر واپس ہو رہی تھیں۔ شاہ صاحب ان کے ہمراہ ہو گئے اور جہاز سے اتر کر بیگم کی مشایعت میں آگرہ تشریف لائے۔

۱۰ منتخب التواریخ دیکھو مقدمہ اول ۱۰ شیخ عبدالوہاب کے حالات دیکھو زاد التیقین کے مقصد ثانی میں اور اخبار خلاۃ
 ۱۱ جذب القلوب ص ۱۲ ۱۲ اخبار الاخبار ص ۱۶ ۱۳ منتخب التواریخ ضمیمہ اول
 میں ص ۲۵

سنہ ۱۲۰۰ میں ملک الشراشخ فیضی نے دکن سے مراجعت کی اور جب لاہور پہنچا تو وہاں سے کئی خطوط شاہ صاحب کو لکھے اور انہیں اپنے یہاں آنے کی دعوت دی۔ لیکن شاہ صاحب نے اس صحبت کو نامناسب خیال فرمایا اور عذر آمیز جواب دے کر لاہور آنے سے انکار کر دیا۔

خواجہ محمد باقی نقشبندی سے بیعت | سنہ ۱۲۰۰ میں خواجہ قطب الدین محمد باقی دہلی میں تشریف فرما ہوئے تو شاہ صاحب بھی ان کی خدمت فیض درجت میں حاضر ہوئے۔ کمال خلوص و اعتقاد کے ساتھ آپ کے ارادت مندوں میں شریک ہو کر طریقہ نقشبندیہ کے ارشاد و ہدایت کی اجازت حاصل کی۔ سنہ ۱۲۰۰ میں خواجہ صاحب کا انتقال ہو گیا۔ شاہ صاحب نے گورنمنٹی اختیار کر لی۔ اور تصنیف و تالیف اور درس و تدریس کو اپنا مشغلہ قرار دیا۔

شہنشاہ جہانگیر کی ملاقات | شہنشاہ جہانگیر اپنے جلوس کے چودھویں سال سنہ ۱۲۰۰ میں کشمیر جاتے ہوئے دہلی میں وارد ہوا تو اس نے شاہ صاحب سے ملاقات کی اور اپنی تزک میں آپ کے فضل و کمال اور توکل و تہجد کا ذکر کیا۔

وفات | شاہ صاحب نے اکبر و جہانگیر دو بادشاہوں کے زمانے دیکھے۔ شاہ جہاں کے واسطے عہد میں جلوس کے سولہویں سال سنہ ۱۲۰۰ کو بہ مقام دہلی انتقال فرمایا۔ روضہ خواجہ بزرگ شیخ قطب الدین بختیار کاکی کے جوار میں حوض شمس کے کنارے مدفون ہوئے۔ معتقدین نے فراز پرنگ و خشت کا گنبد بنوایا جو اس وقت بھی موجود ہے۔ اور اسکی کیفیت مرحوم سرسید احمد خاں نے آثار الصنادید میں لکھی ہے۔

۵۵ طبقات شاہ جہانی۔ دیکھو ضمیمہ دوم

۵۶ توذک جہانگیری ص ۲۸۵

۵۷ مآثر الکرام ص ۱۷ سجدۃ المر جان ص ۵۲

۵۸ آثار الصنادید باب سوم ص ۱۲

۱۰ منتخب التواریخ ص ۲۴۱

۱۱ منتخب التواریخ ص ۲۱۸

۱۲ طبقات شاہ جہانی۔ دیکھو ضمیمہ دوم

۱۳ خزینۃ الاصفیاء۔ جلد اول ص ۱۰۲

شاہ صاحب اپنے عہد کے یکتاے روزگار عالم اور مصنف تھے۔ خصوصاً حدیث و سیر میں آپ کے پایہ کا عالم اس وقت ہندوستان میں موجود نہیں تھا آپ کی تصنیف و تالیف کا سلسلہ سفر حرمین کے بعد شروع ہوتا ہے۔ ۹۹۷ھ اور ۹۹۸ھ کے مابین مسلسل پچپن سال تک شاہ صاحب شغل تصنیف و تالیف میں مصروف نظر آتے ہیں۔ اس عرصہ میں علم حدیث، سیر، تصوف اور علما و صلحا کے تراجم احوال پر بہت سی مفید و کارآمد کتابیں تصنیف فرمائی ہیں جنکی تعداد اکیسویں سے زیادہ ہے منجملہ ان کے بعض مشہور اور متداول کتابوں کے نام یہ ہیں۔

زبدۃ الآثار شیخ نور الدین ابوالحسن علی بن یوسف اللخمی الشافعی المعروف بابن جہضم المہدانی حجاز و حرم کعبہ نے ۹۹۷ھ کے حدود میں ایک کتاب بحجتہ الاسرار و معدن الانوار فی مناقب الائمة الاخیار من الشیخ الابرار کے نام سے لکھی اور اس میں چالیس شیخ ابرار اور صوفیائے کبار کے مناقب و احوال تحریر کئے۔ جناب غوث الثقلین شیخ عبدالقادر جیلانی کے مناقب سے اس کی ابتدا کی اور اس شرح و بسط کے ساتھ اسے لکھا کہ کتاب کا نصف حصہ اس سے معمور ہو گیا۔ شاہ صاحب نے اس کتاب سے صرف جناب غوث الثقلین کے مناقب منتخب کئے اور انھیں زبدۃ الآثار کے نام سے موسوم کیا۔ اس انتخاب میں کسی جگہ بھی سنہ تالیف کا تذکرہ نہیں کیا ہے لیکن اخبار الاخیار ص ۱۱ میں اس کا ذکر آیا ہے اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ کتاب ۹۹۹ھ سے پہلے تالیف ہوئی ہے۔

اخبار الاخیار فی اسرار الابرار شاہ صاحب نے سفر حجاز سے واپس ہونے کے بعد ۹۹۹ھ کے اخیر ایام میں اس کتاب کو ختم فرمایا اور سنہ ۱۰۰۰ھ میں اس کی کتابت سے فراغت حاصل کی۔ اس میں ان مشاہیر لہ اخبار الاخیار دیا چہ ص ۱۲۔ ڈاکٹر یونے فارسی مخطوطات برٹش میوزیم ص ۳۲ میں اخبار الاخیار کا سنہ تالیف بتایا ہے لیکن یہ غلطی ہے کیونکہ شاہ صاحب نے ان کی تاریخ تصنیف ذکر الاولیاء سے نکالی ہے۔

صلحا و علماء کے حالات مذکور میں جو ابتداء فتح اسلام سے الف عاشرہ کے اختتام تک سترہین
ہندوستان میں گزرے ہیں۔ خواجہ بزرگ شیخ معین الدین چشتی کے تذکرہ سے اسکی ابتدا کی ہے
اور جلد تراجم کو تین طبقوں میں تقسیم کیا ہے۔

طبقہ اول اس میں خواجہ بزرگ معین الدین چشتی اور ان کے خلفاء و مریدوں

کا بیان ہے۔

طبقہ دوم۔ اس میں شیخ فرید الدین گنج شکر اور ان کے معاصرین و مریدین

کا تذکرہ ہے۔

طبقہ سوم۔ اس میں شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی کے زمانہ سے تالیف کتاب تک

شاہیر ہر قرن کے حالات ہیں۔

ان طبقات کی ابتدا میں جناب غوث الثقلین شیخ الاسلام محی الدین عبدالقادر جیلانی
کے مناقب و محامد مذکور ہیں آخر میں اپنے اسلاف کا تذکرہ اور خود اپنے بعض واقعات ۹۹۵ھ
تک بیان کیے ہیں۔

جذب القلوب الی دیار الحبیب مدنیہ طیبہ کی جغرافیائی تاریخ ہے۔ علامہ نور الدین علی بن
حنیف الدین عبدالمدین احمد حسینی السہودی المتوفی

۸۸۰ھ نے ایک کتاب وفاء الوفا باخبار دار المصطفیٰ کے نام سے ۸۸۰ھ میں یہ مقام مدنیہ منورہ
لکھی اور ۸۸۰ھ میں مکہ معظمہ میں مسودہ صاف کیا۔ ۸۹۳ھ میں اس کا انتخاب کیا اور اس کا
نام خلاصۃ الوفا رکھا۔ شاہ صاحب نے وفاء الوفا پر اپنی کتاب کی بنیاد رکھی۔ اس کے سوا

(بقیہ حاشیہ گذشتہ) جس سے ۹۹۹ھ برآمد ہوتے ہیں۔ نیز ملا عبد القادر بدایونی نے بھی اپنی تاریخ میں جو
۸۳۰ھ میں تمام ہوئی ہے اس کتاب کا ذکر کیا ہے۔ اور اس سے ظاہر ہے کہ یہ کتاب ۸۳۰ھ سے
پہلے شہور اور مروج ہو چکی تھی۔

جہاں کہیں دوسرے کتابوں سے مضامین اخذ کیے وہاں ان کے حوالے لکھ دئے۔ سنہ ۱۹۹۰ء
 میں مدنیہ منورہ میں شاہ صاحب نے اس کی تالیف شروع کی۔ اور ہندوستان واپس
 آنے کے بعد سنہ ۱۹۹۰ء میں بہ مقام دہلی اس کا بیضہ کیا یہ کتاب حسب ذیل سترہ ابواب پر
 منقسم ہے۔

باب اول۔ در ذکر اسماء مدنیہ طیبہ	باب دوم۔ در فضائل و محامد مدنیہ طیبہ
باب سوم۔ در ذکر ساکنان مدنیہ طیبہ	باب چہارم۔ در ذکر اجابے رودید المرسلین در مدنیہ طیبہ
باب پنجم۔ در ذکر ہجرت سید المرسلین	باب ششم۔ در کیفیت عمارت مسجد نبوی
باب ہفتم۔ در بیان تعمیر و ترمیم مسجد نبوی	باب ہشتم۔ در ذکر فضائل مسجد نبوی
باب نهم۔ در ذکر تعمیر مسجد قبا و دیگر مساجد نبویہ	باب دہم۔ در ذکر آباد مدنیہ طیبہ
باب یازدہم۔ در ذکر بعضی ائمہ کرامین کہ وہ مدنیہ	باب سیزدہم۔ در ذکر فضائل جبل احد و شہداء احد
باب پانزدہم۔ در ذکر حکم زیارت قبر شریف	باب شانزدہم۔ در ذکر آداب زیارت سید المرسلین
باب ہفدہم۔ در ذکر آداب صلوٰۃ سید المرسلین	

شاہ صاحب نے اس میں اپنے ان شیوخ
 زادائقین الی سلوک طریق الباقین واساتذہ کے حالات لکھے ہیں جن سے
 سفر حجاز میں فیوضات باطنی اور علوم ظاہری حاصل کئے تھے یہ کتاب سنہ ۱۹۹۰ء میں تمام ہوئی،
 اور اس کے مضامین تین مقاصد پر منقسم ہیں۔

مقصد اول۔ در احوال شیخ علی متقی۔
 باب اول۔ در ذکر محل از ابتدائے حال و سیر و سلوک ایشان تا وصول بہ مکہ معظمہ
 دریافت علماء و شایخین حدیث و انتساب سلال مشایخ طریقت و اشتغال بہ تصنیف
 کتب و نشر علوم و تربیت طالبان حق۔

باب دوم۔ در ذکر بعضی از طرق و آداب ایشان و عبادات و ریاضات
 باب سوم۔ در ذکر بعضی از مقالات و حکایات که دال اند بر طرق و آداب و ضایع
 باب چهارم۔ در ذکر بعضی از خوارق و کرامات ایشان
 باب پنجم۔ در ذکر بعضی از انتہائے احوال ایشان و ذکر قصہ رحلت و آنچه متعلق
 است بدان۔

ضمیمہ۔ رسالہ تبیین الطرق کہ اول مصنفات ایشان است

مقصد ثانی۔ در احوال شیخ عبدالوہاب متقی۔

باب اول۔ در ذکر مجملی از ابتداء احوال ایشان و وصول بہ مکہ مکرمہ و دریافت
 صحبت حضرت شیخ علی متقی۔

باب دوم۔ در ذکر بر طرق و اوضاع و آداب ایشان در طریق تصوف
 باب سوم۔ در ذکر بعضی از مناقب و کرامات و احوال و مقامات و ریاضات و مجاہدات
 ایشان کہ از زمان صغر تا این وقت بظہور رسیدہ بوجود آمد

باب چهارم۔ در ذکر بعضی از عجائب و غرائب کہ در آوان مسافرت و زمان حاجت دیدہ
 باب پنجم۔ در ذکر اشرف این فقرہ صحبت ایشان و التزم ملازمت ایشان در مدت
 اقامت آن مقام شریف و حصول اجازت خرقة خلافت علم حدیث و تصوف
 و ادعیہ و اخراجات و دیگر غنایات و رجوع بوطن اصلی بامرا ایشان

مقصد ثالث۔ در ذکر بعضی از مشایخ و فقرائے آن دیار رحمہم اللہ علیہم جمعین۔

(۱) شیخ محمد بن عراقی صاحب تمنزتیہ الشریعہ (۲) شیخ ابوالحسن المصری البکری

الشافعی المتوفی ۹۵۰ھ استاد مولانا محمد طاہر فتنی (۳) شیخ محمد بن شیخ ابی الحسن البکری

المتوفی ۹۱۰ھ (۴) شیخ زین العابدین (۵) سید عبدالقادر الحضر موتی۔ (۶)

شیخ ابو بکر ابن سلم الخضری (۷) شیخ شہاب الدین احمد بن حجر المکی الہیثمی المتوفی ۸۵۰ھ

(۸) شیخ محمد ضاعی از فقہائے مصر (۹) شیخ احمد ابو الحرم المدنی المتوفی سنہ (۱۰) شیخ علی ابن جابر المد القشوی المخزومی المکی (۱۱) شیخ محمد الخنفی (۱۲) شیخ محمد التوفری المصری المالکی المتوفی ۹۹۹ھ (۱۳) شیخ محمد البہنسی (۱۴) سید حاتم ابن احمد الدہوی الیمنی النحالی (۱۵) سیدی الشیخ الخضری (۱۶) شیخ عیسیٰ المغزلی المدنی (۱۷) شیخ علی ابن عیسیٰ البجلی القادری (۱۸) مولانا امیل شیروانی نقشبندی (۱۹) مولانا شیخ حاجی نصر الدہخشی (۲۰) مولانا نصر الدہسری (۲۱) مولانا محمد (۲۲) شیخ عبدالمد (۲۳) شیخ رحمت السندی (۲۴) شیخ مولانا عبدالمد السندی (۲۵) فقیہ محمد مالیتی (۲۶) میاں خدا بخش دکنی

ذکر الملوک ہندوستان کی عام تاریخ ہے۔ اس میں شاہ صاحب نے سلطان مغزالدین محمد بن سام کی فتوحات سے شہنشاہ اکبر کی تخت نشینی تک واقعات تحریر کئے ہیں۔ دیباچہ سے معلوم ہوتا ہے کہ محمد بن سام کے فتح ہندوستان سے سلطان ناصر الدین محمود بن سلطان شمس الدین التمش کے جلوس تک جو زمانہ گزرا ہے اس کے حالات طبقات ناصری سے ماخوذ ہیں غیاث الدین بلبن نے فیروز شاہ تک آٹھ بادشاہوں کا تذکرہ تاریخ فیروز شاہی سے منقول ہے۔ اس کے بعد اکبر کے جلوس تک جس قدر بادشاہ ہوئے ہیں ان کا احوال معتبر روایات اور عینی مشاہدات کی بنا پر مرقوم ہے۔

یہ کتاب سترہ میں تمام ہوئی ہے اور اس کے مضامین حسب ذیل آٹھ مقالوں پر منقسم ہیں۔

مقالہ اول - در ذکر سلاطین دہلی	مقالہ دوم - در ذکر سلاطین بنگالہ
مقالہ سوم - در ذکر سلاطین جوینور	مقالہ چہارم - در ذکر سلاطین ملتان
مقالہ پنجم - در ذکر سلاطین گجرات	مقالہ ششم - در ذکر سلاطین دکن
مقالہ ہفتم - در ذکر سلاطین مالوہ	مقالہ ہشتم - در ذکر سلاطین کشمیر

شیخ فرید بخاری (وفات سنہ ۲۵۰ھ) جہانگیر کے امرا کے دربار سے گنہ سے ہیں۔ انکی

فرمایش سے سلسلہ میں شاہ صاحب کے فرزند شیخ نور الحق مشرقی نے ہندوستان کی مختصر تاریخ لکھی اور اسے زبدۃ التواریخ کے نام سے موسوم کیا۔ یہ کتاب حقیقت میں درکار الملوک کا ترجمہ شدہ نسخہ ہے۔ اور اس میں نور الحق نے اکبر کی تخت نشینی سے زمانہ ترتیب کتاب تک تخت گاہ دہلی اور اس کے ہمعصر سلاطین کا تذکرہ اضافہ کر دیا ہے۔

شرح سفر السعادت

علامہ عبدالدین محمد بن یعقوب بن محمد الفیروز آبادی المتوفی ۱۱۸۱ھ نے ایک رسالہ سفر السعادت کے نام سے لکھا اور اس میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عبادات و عادات و اعمال و اخلاق و زکیہ نہایت عمدگی کے ساتھ بیان کیے لیکن اصحاب خواہر کی تقلید میں اپنے مذہب کے خلاف جو باتیں نظر آئیں ان کے فاسد و باطل ہونے کا اذکار کیا۔ اور اکثر مواضع پر مذاہب مجتہدین کی مخالفت کی اور جو احادیث مضبوط کے خلاف نہیں ان کو غیر صحیح قرار دیا۔ اس کے سوا کتاب کے آخر میں ایک باب اور شامل کیا جس میں بعض احادیث کی نسبت تحقیق و تنقید کی اور انھیں موضوع اور باطل ثابت کرنے میں ابن جوزی وغیرہ محدثین متاخر کی پیروی کی۔ اس رسالہ کے مطالعہ سے پیر و ان مذاہب مجتہدین کے دلوں میں شبہات و ترددات کے پیدا ہونے کا قوی احتمال تھا۔ اس لئے شاہ صاحب کو اس کی شرح لکھنے کا خیال ہوا تاکہ حقیقت حال کا انکشاف ہو۔ خطا و اشتباہ کے مواضع ظاہر ہو جائیں۔ پس شاہ صاحب نے اس رسالہ کی بسوٹ شرح لکھی۔ اس میں توضیح و تفسیح کے لئے موقع بہ موقع احادیث صحیحہ درج کئے۔ اور جن احادیث کو مضبوط موضوع اور ناقابل اعتبار قرار دیا تھا ان کے صحیح ہونے کی نسبت حج قاطعہ پیش کئے۔ ابتدا میں ایک طویل مقدمہ لکھا اور اسے دو ابواب پر تقسیم کیا۔ پہلے باب میں علم حدیث کے اصطلاحات۔ کتب صحاح اور ان کے جامعین کا تذکرہ۔ روایات ثقہ و غیر ثقہ کی نسبت امور ماہ الامتیا۔ تحقیق و تنقید کے اصول بیان کئے دوسرے باب میں ائمہ مذاہب اربعہ کے حالات اور فضائل و خصالیں تحریر فرمائے۔

یہ شرح ۱۲ جمادی الاول ۱۰۸۸ھ کو تمام ہوئی (ص ۱۵) مصنف نے اہل رسالہ کے
دو نام رکھے تھے۔ سفر العادۃ اور صراط المستقیم۔ اس لئے شاہ صاحب نے بھی شرح کو دو ناموں
موسوم کیا۔ ایک طریق الافادہ و دوسرا طریق التوہیم۔

شرح مشکوٰۃ المصابیح امام ابو محمد حسین بن محمد انصاری البغوی المتوفی ۱۰۸۵ھ نے
کتب صحاح کے اسامیہ و کمرات کو حذف کر کے احادیث

صحیحہ کا ایک مجموعہ مرتب کیا اور اس کا نام مصابیح السنۃ رکھا۔ طیب ولی الدین ابی عمر البیہ
محمد بن عبد اللہ العمری البغوی نے اس پر نظر ثانی کی۔ اولاً احادیث کو ابواب پر تقسیم کیا۔
ثانیاً روایات حدیث کے نام اضافہ کئے مثلاً شاہر حدیث کے ساتھ اس کے مانعہات کا حوالہ
لکھ دیا۔ اس ترتیب و تہذیب کے بعد یہ کتاب بالکل جدید تالیف ہو گئی اور اسے
مشکوٰۃ المصابیح کے نام سے موسوم کیا اور سلخ رمضان ۱۰۸۸ھ کو اس کی تالیف و تدوین
فرغت حاصل کی۔

لمعات التنقیح (زبانی) لکھنے کا ارادہ کیا۔ عربی اور فارسی دونوں زبانوں میں اسکی
بنیاد ڈالی۔ ۱۰۸۹ھ کی ۱۳ رزی الحجہ کو اس کام کا آغاز کیا۔ چھ سال کی محنت شاقہ کے بعد
۱۲ ربیع الاول ۱۰۸۸ھ کو عربی شرح مکمل ہوئی۔ اور فارسی شرح کا نصف حصہ مکمل پایا۔
بقیہ نصف اس کے چار سال بعد ۱۰۹۲ھ میں تمام ہوا شاہ صاحب
اشعۃ اللمعات زبانی میں نے اس کا نام اشعۃ اللمعات رکھا اور اس میں عربی
شرح سے بہت زیادہ فوائد نفس و حقائق و دقیقہ بیان کئے۔ ابتدا میں ایک مقدمہ لکھا جس میں
اولاً احادیث کے اصطلاحات جمع کئے۔ اس کے بعد ان پندرہ جامعان حدیث کے تراجم
لکھے جن کی کتابوں سے صاحب مشکوٰۃ نے احادیث نقل کئے ہیں۔ اور ان کی تفصیل
یہ ہے۔ (۱) الامام الحافظ ابی عبد اللہ محمد بن اسماعیل الجعفی البخاری المتوفی ۲۵۶ھ ہجری

فرمایش سے سنا کہ میں شاہ صاحب کے فرزند شیخ نور الحق مشرقی نے ہندوستان کی مختصر تاریخ لکھی اور اسے زبدۃ التواریخ کے نام سے موسوم کیا۔ یہ کتاب حقیقت میں درالملوک کا ترمیم شدہ نسخہ ہے۔ اور اس میں نور الحق نے اکبر کی تخت نشینی سے زمانہ ترتیب کتاب کے تحت گاہ دہلی اور اس کے ہم عصر سلاطین کا ذکر ہر اضافہ کر دیا ہے۔

شرح سفر السعادات

علامہ عبداللہ بن محمد بن یعقوب بن محمد الفیروز آبادی المتوفی ۱۱۸۰ھ نے ایک رسالہ سفر السعادات کے نام سے لکھا اور اس میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عبادات و عادات و اعمال و اخلاق و زکیہ نہایت عمدگی کے ساتھ بیان کیے لیکن اصحاب ظواہر کی تقلید میں اپنے مدعا کے خلاف جو باتیں نظر آئیں ان کے فاسد و باطل ہونے کا اوجا کیا۔ اور اکثر مواضع پر مذاہب مجتہدین کی مخالفت کی اور جو احادیث مشائخ کے خلاف نہیں ان کو غیر صحیح قرار دیا۔ اس کے سوا کتاب کے آخر میں ایک باب اور شامل کیا جس میں بعض احادیث کی نسبت تحقیق و تنقید کی اور انھیں موضوع اور باطل ثابت کرنے میں ابن جوزی وغیرہ محدثین متاخر کی پیروی کی۔ اس رسالہ کے مطالعہ سے پیر و ان مذاہب مجتہدین کے دلوں میں شبہات و ترددات کے پیدا ہونے کا قوی احتمال تھا۔ اس لئے شاہ صاحب کو اس کی شرح لکھنے کا خیال ہوا تاکہ حقیقت حال کا انکشاف ہو۔ خطا و اشتباہ کے مواضع ظاہر ہو جائیں۔ پس شاہ صاحب نے اس رسالہ کی مبسوط شرح لکھی۔ اس میں توضیح و تفسیح کے لئے موقع بہ موقع احادیث صحیحہ درج کئے۔ اور جن احادیث کو مضعف موضوع اور ناقابل اعتبار قرار دیا تھا ان کے صحیح ہونے کی نسبت حجج قاطعہ پیش کئے۔ ابتدا میں ایک طویل مقدمہ لکھا اور اسے دو ابواب پر تقسیم کیا۔ پہلے باب میں علم حدیث کے اصطلاحات۔ کتب صحاح اور ان کے جامعین کا ذکر۔ روایات ثقہ و غیر ثقہ کی نسبت امور ماہ الامتیا۔ تحقیق و تنقید کے اصول بیان کئے دوسرے باب میں المیہ مذاہب اربعہ کے حالات اور فضائل و خصالیں تحریر فرمائے۔

یہ شرح ۱۲ جمادی الاول ۱۰۸۷ھ کو تمام ہوئی (ص ۵) مصنف نے اہل رسالہ کے
دو نام رکھ دیے۔ سفر السعاده اور صراط المستقیم۔ اس لئے شاہ صاحب نے بھی شرح کو دو ناموں
موسوم کیا۔ ایک طریق الافادہ و صراط طریق القویم۔

شرح مشکوٰۃ المصابیح امام ابو محمد حسین بن سعید انصاری البغوی المتوفی ۳۵۶ھ نے
کتب صحاح کے اسامیہ و مکررات کو حذف کر کے احادیث

صحیحہ کا ایک مجموعہ مرتب کیا اور اس کا نام مصابیح السنۃ رکھا خطیب ولی الدین ابی عبد اللہ
محمد بن عبد اللہ العمری القبریزی نے اس پر نظر ثانی کی۔ اولاً احادیث کو ابواب پر تقسیم کیا۔
ثانیاً روایات حدیث کے نام اضافہ کئے مثلاً شاہر حدیث کے ساتھ اس کے ماخذات کا حوالہ
لکھ دیا۔ اس ترتیب و تہذیب کے بعد یہ کتاب بالکل جدید تالیف ہو گئی اور اسے
مشکوٰۃ المصابیح کے نام سے موسوم کیا اور سلخ رمضان ۱۰۸۷ھ کو اس کی تالیف و تدوین
فرغت حاصل کی۔

لمعات التنقیح (زبان بی) لکھنے کا ارادہ کیا۔ عربی اور فارسی دونوں زبانوں میں اسکی
سفر حجاز سے واپس ہونے کے بعد شاہ صاحب نے اسکی شرح

بنیاد ڈالی۔ ۹ سنہ کی ۱۳ رزی الحجہ کو اس کام کا آغاز کیا۔ چھ مال کی محنت شاقہ کے بعد
۱۲ ربیع الاول ۱۰۸۷ھ کو عربی شرح مکمل ہوئی۔ اور فارسی شرح کا نصف حصہ تکمیل پایا۔

بقیہ نصف اس کے چار سال بعد ۱۰۸۹ھ میں تمام ہوا شاہ صاحب
اشعۃ اللمعات بزبان فارسی نے اس کا نام اشعۃ اللمعات رکھا اور اس میں عربی

شرح سے بہت زیادہ فوائد نفس و حقائق و حقیقہ بیان کئے۔ ابتدا میں ایک مقدمہ لکھا جس میں
اولاً احادیث کے اصطلاحات جمع کئے۔ اس کے بعد ان پندرہ جامعان حدیث کے تراجم

لکھے جن کی کتابوں سے صاحب مشکوٰۃ نے احادیث نقل کئے ہیں۔ اور ان کی تفصیل
یہ ہے۔ (۱) الامام الحافظ ابی عبد اللہ محمد بن اسماعیل الجعفی البخاری المتوفی ۲۵۶ھ ہجری

صاحب جامع الصمیم (۲) الامام الحافظ ابی احسین مسلم بن الحجاج القشیری النیشاپوری
 المتوفی ۲۶۱ھ ہجری۔ صاحب جامع الصمیم (۳) الامام مالک بن انس الحمیری الاصبہی
 المتوفی ۲۴۱ھ صاحب الموطا (۴) الامام ابو عبد اللہ محمد بن ادریس الشافعی المتوفی
 ۲۴۰ھ صاحب المسند (۵) الامام احمد بن محمد بن حنبل المتوفی ۲۴۱ھ صاحب المسند (۶)
 الحافظ ابی داؤد سلیمان بن اشعث السجستانی المتوفی ۲۵۰ھ صاحب السنن (۷) الامام الحافظ
 ابی عیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی المتوفی ۲۵۵ھ صاحب الجامع الصمیم (۸) الحافظ ابو عبد اللہ
 احمد بن شعیب النائی المتوفی ۲۵۵ھ صاحب السنن (۹) الحافظ ابو عبد اللہ محمد بن یزید بن
 ماجہ القفزی عنی المتوفی ۲۵۵ھ صاحب السنن (۱۰) الامام الحافظ عبد اللہ بن عبد الرحمن
 الدارمی المتوفی ۲۵۵ھ صاحب السنن (۱۱) الامام الحجۃ ابو احسن علی بن عمر البغدادی القطیفی
 المتوفی ۲۵۵ھ صاحب السنن (۱۲) الامام ابو بکر احمد بن حنین بن علی الخسروی جردی البیہقی
 المتوفی ۲۵۵ھ صاحب سنن الکبیر (۱۳) الامام زبیر بن معاویۃ العبدری السمرطی المتوفی
 ۲۵۵ھ صاحب بحرید الصحاح (۱۴) الامام الحافظ محی الدین ابو ذکریا یحییٰ بن شرف النووی
 الشافعی المتوفی ۲۵۵ھ شارح صحیح مسلم (۱۵) الامام ابی الفرج عبد الرحمن بن علی البغدادی
 المعروف بابن الجوزی المتوفی ۵۹۰ھ

تقلیدیں
شرح فتوح الغیب شاہ صاحب نے شرح مشکوٰۃ کے آٹھ تالیف میں غوث
 شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی رحمہ المتولد ۵۴۰ھ المتوفی ۵۶۱ھ کی کتاب فتوح الغیب
 کا فارسی میں ترجمہ کیا۔ لمعات الفتوح کو ختم کرنے سے پہلے اُس کے اسرار و غوامض حل کرنے
 کے لئے شرح لکھی اور اس کا نام مفتاح الفتوح رکھا۔

مدارج البنوۃ و مراتب الفتوۃ۔ شاہ صاحب مدت دراز سے ارلہ کر رہے تھے
 کہ ایک بھوٹا کتاب میر مصطفویٰ میں تالیف کریں۔ ان کے فرزند عزیز شیخ نور الحق بھی
 اس ارادے کی تائید کیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ سفر السعاده اور مشکوٰۃ المصابیح کے شروع

مبوط کی ترتیب تکمیل سے فراغت حاصل کرنے کے بعد مدارج النبوت کی تصنیف میں مصروف و مشغول رہے اور کئی سال کی محنت کے بعد سن ۱۲۸۶ھ کے حدود میں اسے تمام کیا اور اس کے مضامین حسب ذیل پانچ اقسام پر تقسیم کئے۔

قسم اول۔ در ذکر فضائل و کمالات جناب سید المرسلین صلی علیہ وسلم
 قسم دوم۔ در ذکر ولادت مبارک و نبوت و ہجرت
 قسم سوم۔ در ذکر وقائع سنوآت کہ از ہجرت تا مبادی مرض و وفات وقوع یافت
 قسم چہارم۔ در ذکر حدوث مرض و وفات و تجہیز و تکفین وغیرہ
 قسم پنجم۔ در ذکر اولاد طاہرہ و ازواج مطہرہ و اعام و عات و اخوات رضاعی و خدام و موالی و کتاب عمال و موزنین وغیرہ
 تکملہ در بیان بعضی از صفات کاملہ

کتابیات

شاہ صاحب کے حالات کتب ذیل میں دیکھئے۔

۱۔ منتخب التواریخ	ملا عبد القادر بدایونی	کلتکۃ جلد سوم	۱۱۳ ص
۲۔ توڑک جہانگیری	نور الدین محمد جہانگیر بادشاہ	لکھنؤ	۲۸۵ ص
۳۔ بادشاہ نامہ	ملا عبد الحمید لاہوری	کلتکۃ ۱۸۶۴ء جلد اول حصہ دوم	۳۴۱ ص
۴۔ طبقات شاہجہانی	محمد صادق	نسخہ خطی طبقہ دہم باب اول	
۵۔ کلمات الصادقین	محمد صادق	ذکر صد و دہم	
۶۔ عمل صالح	محمد صالح کنبوہ	نسخہ خطی خاتمہ در ذکر علماء و صلحا	
۷۔ مائثر الکرام	میر غلام علی آزاد بلگرامی	طبع اکبرہ سنہ ۱۲۹۲ء	۵۲ ص
۸۔ سبجۃ المرجان	میر غلام علی آزاد بلگرامی	مبئی سنہ ۱۳۰۳ء	۵۲ ص

- ۹۔ منظر آدم ترجمہ المرجان مولوی محمد شمس الدین احمد لکھنؤ ۱۸۷۵ء ص ۸
- ۱۰۔ آثار الصنادید ڈاکٹر سر سید احمد خاں مرحوم کانپور باب سوم ص ۶۳
- ۱۱۔ ابجد العلوم نواب صدیق حسن خان قنوجی بہوپال ص ۹۰
- ۱۲۔ استقامت النبلا نواب صدیق حسن خان قنوجی بہوپال ص ۱۰۳
- ۱۳۔ حقایق الخفیه مولوی فقیر محمد لکھنؤ ۱۸۹۱ء ص ۲۰۹
- ۱۴۔ تذکرہ علمائے ہند مولوی رحمان علی ریوانی لکھنؤ ۱۸۹۲ء ص ۱۰۹
- ۱۵۔ بحر زخار مولوی وجیہ الدین لکھنوی خطی
- ۱۶۔ محبوب الالباب بہر خانیہ مولوی خدا بخش خاں حیدر آباد ص ۵۵
- ۱۷۔ مفتاح التواریخ طامس ولیم بیل لکھنؤ ۱۸۶۰ء ص ۱۴۶
- ۱۸۔ تاریخ ہندوستان سر جان ایلیٹ لندن جلد ششم ص ۱۴۵
- ۱۹۔ اورینٹل بیا گرافیکل ڈکشنری طامس ولیم بیل لندن ص ۵
- ۲۰۔ فہرست مخطوطات فارسی برٹش میوزیم۔ چارلس ریو جلد اول ص ۱۴
- ۲۱۔ انسائیکلو پیڈیا آف اسلام جلد اول ص ۳۹

ضمیمہ

(۱)

آفتاب اس از منتخب التواریخ تالیف ملا عبد القادر بدایونی در سنہ ۱۲۸۴ھ

شیخ عبد الحق دہلوی حقی تخلص نیکند کہ مجموعہ کمالات و منبع فضایل است جمیع علوم عقلی و نقلی را درس می گوید۔ دور تصوف رتبہ بلند دارد۔ و از جملہ تصانیف

او ترجمه تایخ مدینه سکینه و کتابی ست در احوال مشایخ و متاخرینند که ذکر الاولیاء
 تایخ آن ست - از عنفوان شباب در طلب داشت - و چند گاه ہی در فتح پور بنابر
 الفت قدیم بالک الشرا شیخ فیضی و مرزا نظام الدین احمد صاحب بود - و فقیر نیز
 بتقریب ایشان شرف خدمتش را در یافته پیوسته از نواید صحبتش محظوظ بودم -
 و توفیق رفتن کعبه شریفه رفیق او شد از دہلی بطریق جذبہ ہیچ چیز مقید
 نشده بہ گجرات رفت و بحسن سعی مرزا نظام الدین احمد و مددکاری او در جہاز نشسته
 بہ سفر حجاز رفت -
 با حاجی بیگم از حج بازگشته با گره آمد
 و ملک الشرا شیخ فیضی بعد از آمدن از ولایت دکن بابر روش قدیم ستم ظریفان
 کہ ایران را برائے گرمی مجلس و ہم زبانیش بجا می خواست - اقامت
 خطی چند مشتمل بر اظہار شوق طلب شیخ حقّی از لاهور فرستاد و او از نہایت آزاری کہ
 در دل داشت نیامد و مکاتیب عذر آمیز نوشت -

(۲)

اقتباس از کتاب طبقات شاہ جہانی تالیف ملا محمد صادق جہانی در سال ۱۲۶۶

طبقہ دہم باب اول

در سال نہصد و نو و پنج بطریق جذبہ بحرین شریفین رفت و با شیخ عبدالوہاب
 متقی کہ خلیفہ اعظم و جانشین شیخ علی متقی رضی اللہ عنہما بودہ صحبت داشت و علم حدیث
 تصحیح نمود - و اسناد عالی حاصل کرد - از طریقہ قادریہ و شاذلیہ مجاز شد و بہرست
 شیخ عبدالوہاب متقی بوطن اصلی مراجعت نمود - و بہ دہلی آمد - در سال ہزار و ہشت
 حضرت قطب الدین خواجہ محمد باقی ادیسی نقشبندی قدس سرہ بدارالمعارف دہلی ارزانی

و فرمود مستعدان و خداپرستان عالی فطرت گرد آں مرکز دائرہ قطبیت جمع آمدند
حضرت مخدوم را فراوان ثنیت و اخلاص بہ حضرت خواجہ پیدا شد۔ بعد از اشارہ
حضرت غوث الثقلین شاہ محی الدین جیلانی اخذ طریقہ نمودہ بہ طریقہ نقشبندیہ
مشغول شد و بعد از چند گاہ اعجازہ ارشاد طریقہ نقشبندیہ از آنحضرت یافت۔
و بعد از وفات حضرت خواجہ حلاوت پاشتی خلوت و عزلت در مذاق حضرت
مخدوم غالب آمدہ ترک آمد و رفت خانہ عالمیاں کرد۔ تا آن سال کہ سال ہزار
و چہل و شش است پائے شکیبائے ازاں پیچیدہ بدیس و تلقین
نیازمندان علم و عرفان دہلی بردارند و تمامی اوقات با برکات بہ مطالعہ و درس
حدیث و تفسیر مصروف است و عام خاص از انقاس متبرکہ وے مخطوط و مسرور است
و پیوستہ بہ تصنیف کتب دینیہ اشغال دارد۔ و در علوم عقلی و نقلی تصانیف
کردہ است و تمام تصانیف وے صغیر و کبیر تا سال مذکور قریب صد باشد۔ ازاں
جلہ شرح سفر السعادۃ و شرح مشکات و ترجمہ مشکات در سیر مدارج النبوت دریں
ایام بہ کلک تحریر سپردہ۔

(۳)

اقتباس از توزک جہانگیری

شیخ عبدالحق دہلوی کہ از اہل فضل و ارباب سعادت است دریں آمدن
دولت ملازمت دریافت کتابی تصنیف نمودہ بود مشتملہ احوال مشایخ ہند بطنسہ
درآمدہ خیالکہ زحمات کشیدہ مدتهاست کہ در گوشہ دہلی بوضع توکل و تجرید بسر می
بود مرد گرامی است صحبتش بے ذوق نیست با انواع مراحم و لنوازے کردہ و رخصت
فرمودم۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

پروردگار عالم جل جلالہ و عم نوالہ بفرستادہ خود و برگزیدہ درگاہ خود صلی اللہ علیہ
 وآلہ و صحبہ وسلم میفرماید قل لو کان البحر مداد الکلمات ربی لنفد البحر قبل ان تنفد کلمات ربی
 ولو جئنا بمثله مداد و در جائے دیگر میگوید و لو ان مانی الارض من شجرة اقلام والبحر مدہ من
 بعده سبعة البحر مانفت کلمات اللہ باید دانست کہ مراد بایں کلمات کہ اگر ہفت دریایا ہی
 شود و درختان ہمہ قلم گردد و ہنوز سپری نشود علوم و معانی است کہ دانائے غیب از کتاب
 لاریب بہ بعضی از بنندگان خود کہ تلامذہ درس قدس و خوانندگان کتاب مبین اویند
 تعلیم و تلقین نمودہ است و جو اہر حقائق و اسرار کہ از خزان جود و مہبت ثار وقت
 عارفان ساختہ و کنوز معارف و مواہب کہ از عالم لاہیاتیہ لہ در بواطن قدس موطن ایشان
 نہادہ و برسان وقت و حال و زبان تقریر و تحریر ایشان جاری گردانیدہ است و الا
 آنچه صفات حق و ہو و ذات مطلق است بمنزہ و مقدس است کہ بایں تمثیل و تنطیس
 از اں تعبیر و تقریر نمایند آنجا بے نہایت گفتن اثبات تجدید و ثنائے و تقیید تبریہ و تقصیر
 و کوتاہی ست چہ جائے ایں مبالغہ کہ تا نظریہ تقیید و مشربہ تجدید ست ۵

آنجا کہ بینہایتی علم اقدس است تمثیل را بہ مجرد درختاں مجال نیست
ہر پایہ کمال کہ در فہم ماریسد در بارگاہ عزت باری کمال نیست
این بینہایتی صفت خلق خالق است نسبت بذات مطلق حق جز خیال نیست
اول سوجی کہ از دریائے وحدت جوش زد و نختین کلماتی کہ در کتاب لاریب فیہ
نوشته آمد علوم و فیوض غیر متناہی الہیست کہ بر روح پر فتوح محمدی کہ روح کل و عقل اول
و موجود ثانی است و مرآت صور تمامہ حقائق و جوبی و امکانی و جفر جامع حروف و اسمائے الہی
و کتابی است فائض و نازل گشت و ہر چہ در کتاب غیب و شہادت و وحدت و کثرت
و ذات و صفات و مکتوب و مسموع و مذکور بود ہمہ در لوح محفوظ ضمیر و کتاب مبین قلب و ی
ثبت یافت حقیقت محمدی را در یائے دال کہ ماہیات اشیاء و حقائق موجودات ہمہ امواج
آں بحر موج اند بعضی مثل آنہا و جدا اول و بعضی مثل اسقیہ و قرب و بر فی مثابہ کوزہ و اقداح
و پارہ بہ مثابہ عرف و قطرات و ہر یکے بقدر استعداد و استعداد نصیب فیضی از آں دریا دارند
نخست شاگرد رشید استاد ازل اوست کہ تحصیل علوم غیب استفادہ معارف لاریب
کہ کلمات اللہ و کلمات ربی عبارت از اں است تحصیل کردہ و تکمیل نمودہ ہمہ در اں عالم بدر
محمدیہ و ربانیہ کہ بنا کردہ صانع قدیم ست خلافت عن اللہ بر بند تدریس جلوہ فرمودہ بر ارواح
انبیاء کہ طلبہ علم غیب و خوانندگان کتاب لاریب اند افادہ و افاضہ نمودہ و ہمہ را تعلیم و تربیت
فرمود کنت نبیاً آدم بین المائد الطین اشارتی بہ شرح بیان آں داستان است
یعنی پیش از خلق اجساد و اشباح روح من در عالم ارواح بہ صفت نبوت و انباء و تقدیم
و ترتیب ارواح انبیاء متصف بودم و انبیاء و رسل ہمہ حکم امت داشتند و ازینجا کہ نبی الانبیاء
و مہارسل از القاب و صفات منقبت آیات اوست

خیر الوری امام رسل خواجہ و وکول او از خدا و ہر چہ جزا و منتہی از د
شاگرد کردگار جہاں استاد خلق در پائے علم و مخزن دین کان گفت و گو

او جان جمله عالم حق جان جان شمار حق را بنیر واسطه ذات او جو

وصل

بعد از نزول و انتقال از آن عالم حضرات انبیا صلوات الله و سلامه علیهم اجمعین که
حاضران مجلس علم و شاگردان حوزه درس او بودند و هر یکی کتابی از علم و بابی از دین خوانده
و تحصیل نموده بود و بر سرند افاده نشسته کلمات اسرار بر خلق افاده و افاضه فرمودند مقدم
ایشان آدم صفی آمد که با وجود نسبت ابوت در درس آن خلف صدق زانوی اربوده
صباح لغات اسما را تعلم نموده بود و بر سرند خلافت تکیه زده - ساکنان ملا اعلی را تسلیم
و تعین نموده حق استادی برایشان ثابت گردانیده مقدم و مسجود ایشان گشت و غلغله
در کشور ملکوت افکند و تمامه کائنات از تحیر و تعجب انگشت بردمان نهادند و دست بر
دست زدند که این حیثیت که لعبتی از خاک بپا زند و چنین بنوازند و بر پاک زادان عالم
ملکوت سرفراز گردانند و ندانسته که این خاک گنجینه اسرار احدی و مستودع جوهر محمدی
و اسرار الهی و مجموعه کلمات نامتناهی است و به حقیقت مقصود اقامت حجت ربوبیت
و تعلیم آداب عبودیت و اثبات افضلیت علم بر عبادت و اتمیت کلمات الله بر تسبیح
و اظهار احجیت و توفیت حاضران مدارس علم بر ساکنان سوامع قدس بود و آدم محبت
منظریات اسما و صفات الهی را نسخه بود جامع و کتابی بود وافی مشتمل بر آیات و کلمات
الهی تعالی و تقدس ملائکه را بمطالعه آن علوم و معارف معلوم و مشکشف شد که هرگز آن را
نخوانده و ندیده بودند و باین جهت نیز آدم را بر ملائکه حق استادی بهم رسید مگر کوردلی
و سیه بختی که این آیات خوانده و در کوچه و محله و در غلغله و طرد و لعن موسوم آمد
از دیوان سعادت نام این محوشد بغور بالمد من ذلک بعد از آن چون بحکم ترکیب بشری
و مقتضای حکمت الهی خطیه از آدم بوجود آمد تعلق کلمات انابت و رحمت از پروردگار
قائل و تقدس که فلقه آدم من ربه کلمات قتاب علیه به مقامی بالاتر از اجتناب

و ہدایت نشست و جامعیت دگر یافت و بعد از آدم صفی این کلمات از ابراہیم خلیل
 رب جلیل ظہور یافت کہ بعد از اتمام و ادائے حقوق آں بمنصب امامت و مقام خلعت
 اختصاص یافت و اذا ابتلی ابراہیم و بکلمات فاتمہن قال انی جاعلک للناس اماما
 و بعد از ابراہیم موسیٰ کلیم اللہ مشرف و مخصوص بکلمات گشت و بے واسطہ کلام حق شنید
 و کلم اللہ موسیٰ تکلیما و پس از کلیم عیسیٰ روح اللہ آمد و مسمی بکلمۃ اللہ شد و در مہد سخن کرد و
 در عہد طفولیت کتاب اللہ خواند و بآں کلمات مردہ را زندہ گردانید و ابراہیم و ابرہہ
 کرد و ہمہ انبیاء و اولیا منظر کلمات اللہ و محل خطاب او بیند بلکہ ہمہ ذرات کائنات و اجزائے
 عالم ماطق بہ شنائے حق و شاہد بر کمالات الہی و منظر کلمات نامعد و ذاتناہی وی
 تعالیٰ و تقدس اند چنانکہ اگر مہفت دریا سیاہی شوند و ہمہ در خان قلم گردند ہمہ ذرات
 زبان باشند سپری نگردد۔ ۵

ہمہ ذرات آیات آکہ اند	بر اثبات وجود او گواہ اند
زبان حال ہر اکب گشتہ گویا	کہ موجود حقیقی لمیس الا
کلام آخر ہمیں فی صورت حرفت	کہ قانون بیانش بخود و فرست
کلام البتہ موقوف زبان نیست	اگر نبو زبان آنرا زبان نیست
و گر ہم بہت ہر یک را زبانیت	بزیہر زبان شیریں بیانیت
ہمہ کس باز زبان خویش گویا است	بعلم کش خدا دادست و داناست
ہر آنچہ کرد بر معنی و لالت	بود لفظی کلام از وے جہالت
باین معنی ہمہ عالم کلام ست	بگوش اہل دل زانو پیام ست
زہر زہرہ شنو گر گوش داری	بآواز بلند اوصاف باری

و صل

بعد از ظہور عالم اجسام و انقضای دور نبوت انبیائے کرام علیہما الصلوٰۃ والسلام

حکمت الهی اقتضای آن کرد چنانچه ابتدائی کارخانه نبوت و فتیاب فیض و نفوت و
تعلیم و تربیت بر روح پرفتوح محمدی بود صلی الله علیه و سلم ختم و انتهای این کار نیز بوی کرد
و دوره ایجاد و ابداع بوی تمام شود پس همان روح اعظم و عقل کل بصورت غنصری و شکل
بشری وی متعلق شده از علوم و فیوض که تعلق باین نشاء داشت افاده و افاضه
شرح و بیان کلمات الهی نموده عالم و عالمیان را تا دور قیامت مملو و مشحون گردانید
نخست عصابه صحابه که به استفاضه و استفاده قربت نزد جامع اهل بیت بنو کله بطهارت
و اصابت مخصوص تر بودند جد اول و انهار آن دریا و کواکب و اقمار آن بفضا گشتند
و عالم را از آثار علم و انوار هدایت مستفیض و مستضی گردانیدند و بعد از ایشان تابعین و
تابع تابعین که پیران راستین و وارثان عالم دین اند که مجد و اجتهاد بسته و در نشر علم اصولاً
و فروعاً کوشیده لواء دین در آیات اسلام بحکم و کلمه الهی العلیا بعلی علیین بردند
و آفاق و انکاف عالم را شرقاً و غرباً با نوار علوم و فهم روشن ساختند و از یک کلمه کلمات
و از یک حرف حکایات استنباط نمودند و شجره طیبیه علم را که مثال کلمه طیبیه است بصفت
اصلها ثابت و فرعها فی السماء از حفیض ثری با وج ثریا بردند قال رسول الله صلی الله
علیه و سلم لو کان الدین معلّقاً بالثریا لنالہ رجال من فارس و بعد از ایشان جابهیر
ثقات و مشاهیر علما اخبار و آثار روایت کرده انواع علوم و اقسام فنون فراهم آورده
و قواعد و اصطلاحات بت و کتب و دفاتر ساخته و ابواب و فصول ترتیب داده
از حد حصرو حیطة قیاس بیرون بردند و همچنین قرن بعد قرن و علما و فضلا و فضحا و بلغا
که افاضل ملت و اکابر و اعیان این خیر امت و کثرال سواد علم و شتنبهائے بلاد فضل
و نبلائی وقت و فضلائے روزگار ندیده پیر اقلی دهر و لایقی و هر شهری درین مدت
یکهزار و کسری پیدا شدند که در هیچ ملتی و امتی از اتم سابقه و ملل سالفه با وجود ابداع و
طول اعمار بوجود نیامده و ظهور نیافتند خصوصاً از طایفه درویشان از اهل صفوت و

ولایت وزادت و عبادت و ریاضت و مجاہدت کہ مطالع انوار معرفت و نمازن
اسرار محبت و منظر کرامات و مصدر خوارق عادت و اصحاب کلمات و عبارات ظاہر و
اہل رموز و اشارات و احوال و مقامات اس طایفہ علیہ است قدس اللہ اسرارہم و اظہر انوارہم

وصل

وچوں اس انوار سرمدی از مطالعہ انوار محمدی علیہ من الصلوٰات افضلہا و من التحیات
اکملہا بر اطراف و اکلاف ہندوستان تافہ برعمورہ دہلی کہ مرکز دائرہ ولایت و کرامت
و قبتہ الاسلام دین و ملت ست قرار یافت جمعی کثیر و جم غفیر از طوائف انام و قبائل
اہل اسلام از مشایخ عظام و علماء کرام و فصحاء شیریں کلام از آفاق عالم از ولایت عجم
و عجم نزول اجلال نمودہ دریں بلدہ کرامت انجام اقامت فرمودند۔ و اطراف و اکلاف
اس دیار کہ بظلمت کفر و جہل تنگ و تیرہ شدہ بود بہ نور ایمان و علم روشن و کشادہ
گردانیدند و کاتب سطور عصم اللہ اوقاتہ بحسن الضیاع و الفتور نہ کردہ ملوک و امرا در تاریخ
نامہ اس دیار کہ مسمی بذکر ملوک و متضمن تاریخ تصنیف است نسبتاً نمودہ ذکر مشایخ
صلحاء در کتاب اخبار الانبیاء کہ موسوم بہ سمت شیوع و اشتہار است ذکر کردہ اما ذکر فضلاء

لے ذکر ملوک۔ ہندوستان کی عام تاریخ ہے اس میں سلطان مغزالدین محمد بن سام کی فتوحات سے شہنشاہ
اکبر کی تخت نشینی تک سلاطین ہائی اور ان کے ان بھصرا دشاہوں کا ذکر ہے جو بحکالہ دکن گجرات مالوہ۔ جون پور۔ ملتان
اور کشمیر وغیرہ ممالک میں برسر حکومت ہے ہیں۔ یہ کتاب سنہ ۹۹۹ میں تصنیف ہوئی ہے۔ ذکر ملوک ایچی نام ہے۔ اسکی
مفصل کیفیت ہمارے مضمون موخین ہند میں دیکھیے۔ اس کا ایک قلمی نسخہ جو اورنگ زیب عالمگیر کے اونیویورسٹی
جلوس میں مکتوب ہوا ہے۔ کتب خانہ آصفیہ میں فن تاریخ کے نمبر ۶۰۲ پر تاریخ حقی کے نام سے موجود ہے۔

۷۲ اخبار الانبیاء۔ ہندوستان کے مشایخ صوفیہ کا بہترین تذکرہ ہے۔ ۹۹۹ میں تصنیف ہوا ہے ذکر الاولیاء اس کا

تاریخی نام ہے۔ نام و تاریخ اس کتاب عزیز گر گئی ذکر اولیاء احسن
اس میں خواجہ بزرگ شیخ عظیم الدین

چشتی رح کے عہد سے زبانہ تالیف کتاب تک دو سو چوراسی بزرگوں کے حالات ہیں۔ ہندوستان میں کئی مرتبہ طبع ہوا
بمقام میرٹھ۔ مطبع ہاشمی سنہ ۱۲۸۲۔ بمقام دہلی۔ مطبع محمدی سنہ ۱۲۸۳۔ و مطبع مجتبیٰ سنہ ۱۳۰۲

از علما و شعرا بعد از خرم و یقین بہ انکہ بسیار بودند چون نام و نشان ایشان پیدا نیست
و افعال و آثار تصنیفات و تالیفات ہویدا نتوانست نوشت۔

شعر

ان آثار نامدل علیہما فانظر و بعدنا الی الآثار
و اگر چه میتواند کہ بوجود آمدہ باشد اما چون باقی نماند و مشہور نشد حکم بہا بنموشا
دارد و قبول و اشتہار نعمتی دیگرست کہ از اختیار بندہ بیرون است ۵
قبول خاطر آن در دست کس نیست بہ مقبولی کسی را دست رس نیست
ز قفا اللہ مگر چندے کہ نام و نشان ایشان مذکور و تصانیف و تالیف مکتوب و
مسطور است یکی از افاضل کہ در زمان کرامت نشان سلطان ناصر الدین بن سلطان
شمس الدین التمش انار آمد بر مانہ کہ اورا سلطان نصیر الدین غازی گویند قاضی منہاج الدین
جوز جانی بود مولف تاریخ طبقات ناصری کہ بنام سلطان مذکور نوشتہ یادگاری بر لے
۱۰ سلطان ناصر الدین محمود بن سلطان شمس الدین التمش۔ یہ بادشاہ ۶۳۳ھ سے ۶۶۲ھ بمقامی میں
برسر حکومت رہا ہے۔ طبقات اکبری ص ۳۵ منتخب التواریخ طبع لکھنؤ ص ۲۵ تاریخ فرشتہ جلد اول ص ۸
۱۱ قاضی منہاج الدین۔ پورا نام منہاج الدین بن سراج الدین جوز جانی ہے اس کے حالات نہایت اختصار کے ساتھ
اخبار الاخیار ص ۷ میں مذکور ہیں اس کا اور اس کے اجداد کا مفصل تذکرہ نواب ضیاء الدین احمد خان المتخلص بہ تیر نے
طبقات ناصری سے اخذ کر کے مرتب کیا ہے جو برٹش میوزیم میں مشرقی شعبہ کے نمبر ۸۸ پر محفوظ ہے نیز یورپی لائبریری بھی ترجمہ
طبقات ناصری کے دیباچہ میں اس کے حالات کسی قدر تفصیل کے ساتھ تحریر کئے ہیں۔

۱۲ طبقات ناصری دنیا کی عام تاریخ ہے اور ۵۰۰ھ کے قریب تمام ہوئی ہے اس کے مضامین (۲۳) طبقات پر
منقسم ہیں (۱) ذکر انبیاء علیہم السلام (۲) ذکر خلفاء راشدین (۳) ذکر خلفاء بنی امیہ (۴) ذکر خلفاء عباسیہ (۵) ذکر سلاطین
عجم (۶) ذکر سلاطین عرب (۷) ذکر سلاطین طاہریہ (۸) ذکر سلاطین صفاریہ (۹) ذکر سلاطین سامانیہ (۱۰) ذکر
سلاطین دیلمیہ (۱۱) ذکر سلاطین سبکتگینیہ (۱۲) ذکر سلاطین سلجوقیہ (۱۳) ذکر سلاطین سنجاریہ (۱۴) ذکر سلاطین

خود گذارہ ہے اگرچہ در بلاغت و براعت چندان ید طولانی ندارد اما کلام او از اختصار و ایجاز بے گوشہ متانت و سنجگی نیست برخی از احوال وی از آنچہ و ملفوظات مشایخ مذکور ست در اخبار الاخبار مسطور است رحمۃ اللہ علیہ

دیگر ضیاء البرنی صاحب تاریخ فیروز شاہی کہ بعد از طبقات ناصری از ابتدای سلطنت سلطان غیاث الدین بلبن تا احوال شش سالہ فیروز شاہ نوشتہ است و مایقہا در سالہاے دیگر نیز وارد و مرید شیخ نظام الدین اولیا است قدس سرہ چیزی از احوال و اقوال وی نیز در اخبار الاخبار مذکور ست رحمۃ اللہ علیہ

(بقیہ گذشتہ) فیروز (۱۵) ذکر سلاطین کردیہ (۱۶) ذکر سلاطین خوارزم شاہیہ (۱۷-۱۸-۱۹) ذکر سلاطین شنبانہ (۲۰-۲۱-۲۲) ذکر سلاطین ہندوستان (۲۳) ذکر خروج چنگیز خاں - ریورٹی نے پہلے چہہ طبقات کو چھوڑ کر باقی کتاب کا انگریزی میں ترجمہ کیا ہے جو دو جلدوں میں ۱۸۶۳ء سے ۱۸۹۶ء تک لندن میں طبع ہوا ہے۔ ڈاکٹر طریس نے فارسی متن کے آٹھ طبقے ۱۱۶-۱۸-۱۹-۲۰-۲۱-۲۲-۲۳ء میں بمقام مملکتہ سلسلہ کتب ہندیہ میں چھپوائے ہیں۔

۱۷ خواجہ ضیاء الدین برنی - اخبار الاخبار کے صفحہ ۱۰۰ پر ان کے حالات کیسی قدر تفصیل کے ساتھ ملتے ہیں مولوی سید جن برنی نے تاریخ فیروز شاہی سے اخذ کر کے خواجہ صاحب کا ایک مہبوط تذکرہ مرتب کیا ہے جو دہلی کے رسالہ جامعہ بابتہ ماہ دسمبر ۱۹۲۸ء میں شائع ہوا ہے۔ خواجہ صاحب نے ۱۸۵۷ء کے بعد انتقال کیا اور مقبرہ سلطان الشاہ شیخ نظام الدین اولیا کے جوار میں مدفون ہوئے۔

۱۸ تاریخ فیروز شاہی - طبقات ناصری کا مکمل ہے اس میں سلطان غیاث الدین بلبن کی تخت نشینی (۱۶۶۲ء) سے سلطان فیروز شاہ کے چھٹے سال جلوس (۱۸۵۷ء) تک تحت گاہ دہلی کے آٹھ بادشاہوں کا مفصل تذکرہ تحریر ہے۔ ڈاکٹر سید احمد خاں مرحوم نے اسکی تصحیح کر کے ۱۸۶۲ء میں بمقام مملکتہ سلسلہ کتب ہندیہ میں طبع کرایا ہے۔

۱۹ خواجہ ضیاء الدین کی دیگر تصنیفات کے بعض نام یہ ہیں - مائراذات - حررت نامہ - تاریخ آل برامکہ وغیرہ آخر الذکر کتاب ۱۸۸۶ء میں بمبئی میں چھپی ہے۔

و بعد از دی مودی دیگر تہ احوال سلطان فیروز شاہ و احوال بادشاہان
 گجرات مسلمی بتاریخ بہادر شاہی نوشتہ رفتہ است و تاریخ محمدی نیز تاریخی ست کہ
 شخصی نوشتہ و تاریخ دیگر شمس سراج عقیف نوشتہ است
 و یکی از آہنہا کہ مشہور ست بہ تصانیف و توالیف نظام و نثر اُضیاء بخشی است
 کہ در بداون بود اگرچہ سنحان اونہ در ان مرتبہ است کہ توان ذکر کرد اما مودی بود در
 لہ تاریخ بہادر شاہی۔ یہ کتاب اس وقت نہایت نایاب ہے۔ بہادر شاہ بادشاہ گجرات (۹۳۲ھ تا ۹۴۳ھ)
 کے ایام سے تصنیف ہوئی ہے اس میں امیر ناصر الدین بکتکین کے زمانہ سے بہادر شاہ کی تخت نشینی تک
 سلاطین ہند و گجرات کے حالات مرقوم ہیں۔ عہد مغلیہ میں جو تاریخیں لکھی گئی ہیں ان میں اس کا حوالہ
 اکثر جگہ ملتا ہے مثلاً طبقات اکبری ص ۳۱ تاریخ فرشتہ جلد اول ص ۱۷۷ مرآۃ سکندری ص ۱۷۷
 منہج مصنف مرآۃ سکندری نے اس کی نسبت اپنی حسب ذیل رائے ظاہر کی ہے ”بعد از ان شخصے تاریخ
 بہادر شاہی نوشتہ بعبارتی کہ مدعا از ان مفہوم نمی شود مگر بہ قرینہ و قیاس“
 لہ تاریخ محمدی۔ یہ کتاب بھی اس وقت نہایت نایاب ہے۔ خواجہ نظام الدین احمد بخشی نے اس کا
 نام بھی طبقات اکبری کے ماخذات میں درج کیا ہے۔ طبقات اکبری ص ۱۷۷
 لہ شمس سراج عقیف کی کتاب کا نام تاریخ فیروز شاہی ہے اس میں مصنف نے سلطان فیروز
 (۷۵۶ھ تا ۷۹۰ھ) کے حالات ولادت سے وفات تک نہایت تفصیل کے ساتھ تحریر کئے ہیں۔ ڈاکٹر
 ناموس نے ۱۹۱۱ء میں بہ مقام کلکتہ سلسلہ کتب ہندیہ میں اسے طبع کرایا ہے۔
 لہ مولانا ضیاء الدین بخشی۔ ان کے حالات اخبار الاخیار میں صفحہ ۱۰۱ پر مرقوم ہیں انھوں نے نظم و نثر میں
 بہت سی تصنیفات اپنی یادگار چھوڑی ہیں مثلاً سلک السلوک یہ کتاب تصوف میں ہے اور ۱۲۱۷ھ
 میں مطبع مجتہبی دہلی میں طبع ہوئی ہے۔ گلرزیہ۔ یہ ادبی تصنیف ہے اسے مرزا آزاد و محمد کاظم
 شیرازی نے تصحیح کر کے ۱۹۱۲ء میں بہ مقام کلکتہ سلسلہ کتب ہندیہ میں چھپوایا ہے۔ کلیات و جویا
 عشر مشرہ۔ چہل ناموس طوطی نامہ۔ ان کتابوں کے قلمی نسخے برٹش میوزیم اور انڈیا آفس کے

گوشہ غربت خمول افتادہ و از بیج وزم رد و قبول و اعتقاد و انکار خلق دم بستہ و خود زباں کشادہ ذکر و بی نیز در اخبار الاخیار کردہ شدہ است و نقلی چند از سلاک سلوک کہ از میاں تالیفات دی در بیان ستخان این قوم بدل نزدیک تراست ایزاد یا قہ و در بد اول

(بقیہ حاشیہ گذشتہ) کتب خانوں میں محفوظ ہیں۔

طوطی نامہ کو مولانا نے سنکرت سے فارسی میں ترجمہ کیا ہے۔ اس میں طوطے کی کہی ہوئی باتوں کو بیان مذکور ہیں۔ ترکی۔ فارسی۔ اردو جرمنی اور انگریزی زبانوں میں اس کے متعدد خلاصے اور ترجمے ہوئے ہیں جنکی تفصیل ہماری کتاب اردو سے قدیم کے ضمیمہ دوم میں مذکور ہے اور اس کا اختصار یہ ہے۔ فارسی زبان میں طوطی نامے کے دو خلاصے ہوئے ہیں (۱) از شیخ ابوالفضل علانی اس کا نسخہ کتب خانہ آصفیہ میں موجود ہے فن مقصص ۱۲۵ (۲) از سید محمد قادری بہ سنہ ۱۲۵۰ میں یہ مقام کلکتہ اور سنہ ۱۲۵۱ میں یہ مقام لندن چھپا ہے۔

مولانا ضیاء الدین کا اصل طوطی نامہ حسب ذیل زبانوں میں ترجمہ ہوا ہے۔

(۱) ترکی زبان میں بعد سلطان سلیمان اعظم ۹۶۶ھ ۹۷۴ھ ترجمہ ہوا اس ترکی ترجمہ کو جان راسین نے جرمنی میں ترجمہ کیا ہے جو سنہ ۱۸۷۰ء میں لنینگ میں چھپا ہے۔

(۲) دکنی زبان میں دو ترجمے ہوئے ہیں اور دونوں منظوم ہیں پہلا خواصی کا ترجمہ ہے۔ جو سنہ ۱۲۵۱ء میں تمام ہوا ہے دوسرا ترجمہ ابن نشاطی نے سنہ ۱۲۵۰ء میں کیا ہے۔

(۳) انگریزی میں جیرنس نے ترجمہ کیا ہے جو سنہ ۱۸۷۰ء میں لندن میں چھپا ہے۔

سید محمد قادری کے خلاصے کے حسب ذیل تراجم شائع ہوئے ہیں۔

(۱) دکنی نثر میں۔ مترجم کا نام معلوم نہیں یہ ترجمہ سنہ ۱۲۵۲ء میں تمام ہوا ہے۔

(۲) اردو نثر میں سید حیدر بخش حیدری نے ڈاکٹر جان گل گرسٹ کی فرمائش پر سنہ ۱۲۵۱ء

میں ترجمہ کیا اور طوطا کہانی اس کا نام رکھا۔

مردی بود شہابِ مہمروہ در اشعارِ امیرِ سر و ذکر وی آئندہ است کہ اورا تقدیم گوئند
ازاں مفہوم میگردد آنجا کہ گفتہ است

زلزلہ افکند در گور شہابِ مہمروہ

و دریں زمانہ از سخاں وی چہرے مشہور نیست۔

تاجِ ریزہ نیز شاعری بود کہ برائے شمس الملک کہ صدر زماں سلطانِ علاء الدین
بود و کتاب فضائل نمود و اکثر فضلاء عصرِ برودی تلمذ میکردند و شیخ نظام الدین اولیا
قدس اللہ سرہ نیز در آواں طالب علمی نزد وی مقاماتِ حریری خواندہ گفتہ است
صدر اکنوں بکام دل دوستان شدے مستوفی ممالک ہندوستان شدے
و در زمان دولت سلطان علاء الدین دہلی قحطِ جالِ افاضل و مجمعِ فضلاء کابل بود
با وجودِ چہل و مکابرہ و بیگانگی و بے پروائی و عدم اعتنا و التفات کہ اں مرد با
طائفہ داشت خاصیتِ آن زمان چنین اقادہ بود عمدہ فضلاء و اشعارِ شہر
شعر اے آن وقت میر حسن و میر خسرو بودند علیہما الرحمہ والغفران اما

(بقیہ حاشیہ گذشتہ (۳) انگریزی میں گلابیہ وین ترجمہ کیا جو فارسی متن کے ساتھ سندھ میں
کلکتہ میں چھپا ہے۔

(۴) جرمن میں پروفیسر ایکن نے ترجمہ کیا جو ۱۸۲۲ء میں اسٹاکرٹ میں چھپا ہے۔

لہ شہاب الدین مہمروہ ان کے والد کا نام جلال الدین تھا۔ مہمروہ واقع ملک فارس میں پیدا
ہوے۔ ہندوستان میں آکر بدایون میں سکونت اختیار کی۔ سلطان رکن الدین فیروز بن سلطان
شمس الدین التمش کے معاصر اور شیخ ضیاء الدین نخشی کے استاد تھے۔ امیر خسرو کے قصاید میں ایک شعر
بھی ملتا ہے جس میں شہاب مہمروہ کا ذکر آیا ہے۔

در بدایون مہمروہ سرست بر خیزد ز خواب گر برآرد غلغلہ مرخانِ دہلی زیں نوا

شیخ عبدالقادر بدایونی نے اپنی تاریخ میں ان کے چند قصاید بھی نقل کئے ہیں۔

امیر خسرو سلطان الشعرا و برہمان الفضلا است و وہی عالمی بود از عوالم خداوندی
 انجہ اورا اطوار سخن و اقام کلام از صنائع و بدائع و مضامین و معانی دست داده
 کم کسی را داده باشد شعر بسیار گفتہ اما انتخاب نمودہ و دواوین متعدد جمع کردہ و ترتیب
 داده است و در بیان کثرت اشعار خود سخنی خوش طبعانہ بطریق ابہام و ابہام گفتہ کہ
 اشعار من از چہار صد ہزار کمتر است و از سیصد ہزار بیشتر و اما میر حسن اگر چہ شعر کم گفتہ
 لے امیر خسرو کے حالات مولانا شبلی نے شعر الجم اور مولوی سعید احمد مارہروی نے
 حیات خسرو میں تفصیل سے لکھے ہیں۔ نیز دیکھئے کتب ذیل تذکرہ دولت شاہ سمرقندی طبع لاہور
 ص ۱۵ اخبار الاخیار ص ۹۱ بہارستان جامی ص ۹۲ میخانہ ص ۵۵ بہفت آسمان ص ۳۳ خزائن عامرہ ص ۲۹
 سفینۃ الاولیاء ص ۵۵ نتائج الافکار ص ۱۱

لے امیر خسرو نے اپنے اشعار پانچ دواوین میں مرتب کئے ہیں (۱) تحفۃ الصغر جس میں سو لہویں سال سے انہویں
 سال تک کا کلام جمع ہے (۲) وسط الحیوۃ جس میں چوبیسویں سال سے بتیسویں سال تک کا کلام شامل
 (۳) غزۃ الکمال اس میں وہ کلام جمع ہے جو بتیسویں سال سے بیالیسویں سال تک منظوم ہوا ہے۔ (۴)
 بقیہ بقیہ اس میں جو کلام جمع ہے اس کا تعلق عمر کے پچاسویں سال سے چونتھویں سال تک ہے۔
 (۵) نہایت الکمال۔ اس میں آخری عمر کے منظومات جمع ہیں۔

امیر خسرو نے چار روادیں ترتیب دینے کے بعد ان کا ایک انتخاب مرتب کیا اور اس کا
 نام اربع عناصر رکھا۔ یہ مجموعہ اس وقت بھی موجود ہے اور شکستہ امیر میں نول کشور پریس میں طبع ہوا ہے
 لیکن متن کے اس جملہ سے ”اما انتخاب نمودہ“ معلوم ہوتا ہے کہ یہ انتخاب جہانگیر کے عہد تک
 گننام تھا اور عام طور پر مروج و مقبول نہیں ہوا تھا۔

لے امیر حسن سنجری۔ ان کے حالات دیکھئے کتب ذیل میں۔ اخبار الاخیار ص ۹۱ تذکرہ
 دولت شاہ ص ۱۲ بہارستان جامی ص ۹۲ نتائج الافکار ص ۱۱۔ ان کا دیوان گزشتہ سال
 دہلی میں طبع ہوا ہے۔

اما انچہ گفتہ سنجیدہ گفتہ و شیریں گفتہ سخن شیخ ایشاں در تمیز و تفرقہ سخن ہر دو سبب است کہ فرمود خروما در یائے شورا است و حسن جوی شیریں۔

وصل

بعد از دور علانی علوم مرتبہ علم و فضل رومی بہ تنزل و انحطاط تہاد و سخن رنگ دیگر گرفت تا آنکہ سلطان محمد تغلق از اقام فضایل خطی و انفرادی داشت اما آنقدر فضل و کمال کہ در زمان علاء الدین فراہم آمدہ بودند در زمان وی نبودند یکی از مشاہیر علما و اساتذہ شہر مولانا معین الدین عمرانی بود کہ بر کتب و منار و حسامی و تخلص و منقول حواشی مفید و متین دارد و سلطان محمد اوراہ طلب قاضی عضد الملک و الدین الایچی بشیر از فرستادہ و تحلیہ و توشیح کتاب موافق بنام خود استدا نمودہ بود چون مولانا نزد قاضی رفت و بر سیر ولایت ہندوستان ترغیب نمود و آنچہ سلطان محمد درخواستہ بود اظہار کرد بادشاہ آں وقت نزد قاضی عضد آمد و تمامہ ولایت با سلطنت پیش کش نمود قاضی طریقہ حیا و انصاف را سلوک نمود ہواے سیر ہندوستان از سر بر آورد و موافق را ہم بنام بادشاہ بادشاہ خود ساخت۔

و در عہد سلطان فیروز نیز علما و فضلا و فقہا بودند کہ بر مسند درس و اقادہ جای داشتند و تا مار خان ^{رحمۃ اللہ علیہ} کہ کتب بے طویل و بیط در علم فقہ است ہم در عہد دولت لہ سلطان بن تغلق شاہ نے ۷۵۲ھ سے ۷۵۲ھ تک حکومت کی ہے۔

۷۵۲ھ معین الدین عمرانی ان کے لئے دیکھئے سحۃ المرجان ص ۳۔ ماثر الکرام ص ۱۸۴۔
۷۵۳ھ تا مار خان شمس سراج عقیق کی تاریخ فیروز شاہی ص ۲۹۲ سے معلوم ہوتا ہے کہ خان اعظم آثار سلطان فیروز شاہ کے امراء عظام سے تھا اور اسے علوم شرعیہ میں خوب مہارت تھی۔ اس نے علوم دینیہ میں دو مبسوط کتابیں مدون کرائی ہیں۔ ان میں سے ایک تفسیر ہے جس میں مفسرین کے تمام توضیحات جمع کئے ہیں۔ دوسری فقہ سے تعلق رکھتی ہے اس میں فقہ کبیرا مسائل فقہاء کے اختلافات اور ہر مسئلہ

سلطان فیروز بنام تانارخاں کہ از ارکان دولت دی بود تصنیف یافتہ و مصنف و مولانا عالم اندہ پتہی است و بعضی گویند این تانارخاں کہ اس کتاب بنام اوست از امر لے علانی بود واللہ اعلم

ویکی از علمائے زمان فیروز شاہ مولانا خواجگی ^{رحمہ اللہ} بود استاد قاضی شہاب الدین دولت آبادی و مولانا احمد تہا نیری و قاضی عبدالمقتدر شریحی نیز از فضلائے اس وقت بودند و قاضی عبدالمقتدر ^{رحمہ اللہ} با وجود علم شعر نیز میگفت و شعر عربی وی بہتر از (بقیہ حاشیہ گذشتہ) کی نسبت ان کے قادی جمع ہیں یہ دونوں کتابیں تفسیر تانارخانی اور قادی تانارخانی کہلاتی ہیں۔ تفسیر نایاب ہے۔ قادی بھی اگرچہ کیا ب ہے لیکن اس کے نسخے اکثر کتب خانوں میں مل جاتے ہیں۔ کتب خانہ آصفیہ میں اس کا ایک نسخہ جو نویں صدی کا مکتوبہ ہے نو جلدوں میں فن قادی کے نمبر ۵ تا ۶۶ پر محفوظ ہے۔

مخفی قادی کا ذکر حاجی خلیفہ نے ہی کیا ہے اور اس کے مصنف کا نام امام الفقیہ عالم بن علما بتایا ہے۔ امام ابراہیم بن محمد الجلی المتوفی ۹۵۶ھ نے اسکی تمحیص کی ہے۔ کشف الطون جلد اول ص ۱۱۱ لہ اندیہتی۔ اندھیت۔ ایک قریہ کا نام ہے جو دہلی کے قریب دجوار میں آباد تھا یا پنج فیروز شاہی ^{۱۳۲۶ھ} مولانا خواجگی۔ مرید خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلی۔ شاگرد مولانا معین الدین عمرانی و استاد قاضی شہاب الدین دولت آبادی۔ امیر تمپور کی یورش کے بعد دہلی سے نقل مقام کر کے کاپی میں سکونت پذیر ہوئے اور اسی جگہ ان کا انتقال ہوا۔ اخبار الاخیار ص ۱۳۹ ماثرا الکرام ص ۱۸۵ تذکرہ علمائے ہند ص ۵۵۵ قاضی عبدالمقتدر بن قاضی رکن الدین الشریحی الکندی الدہلوی۔ حنیفہ شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی و استاد قاضی شہاب الدین دولت آبادی وفات ۸۶۶ھ / محرم ۱۱۹۱ھ مزاران کا دہلی میں حوض شمس کے جانب جنوب واقع ہے۔ اخبار الاخیار ص ۱۴۶۔ سجتہ المرجان ص ۱۹۰ ماثرا الکرام ص ۱۸۳۔ تذکرہ علمائے ہند ص ۱۳۳

شعر فارسی اوست و لامیتہ العجم کہ قصیدہ مشہور است و فصحا و بلغاء عجم و عرب
بہ معارضہ آں دست زدہ وی نیز بہ معارضہ آں ایستادہ از عہدہ آں بروجہ حسن
برآمدہ است و مولانا احمد تہانیری نیز زبان عربی شعر گفتہ و قصیدہ والیہ وال است
بر فضل و بلاغت وی و اینہا ہمہ در اخبار الاخبار مسطور است۔

و بعد از زمان سعادت نشان فیروز شاہ کہ اورا ختم بادشاہان ہند میگویند
و بعد از وی مجموعہ سلطنت این دیار قطعہ شدہ و مانند ملک آفاق در ہرناصیہ
بادشاہی پیدا آمدہ در زمان سلطان ابراہیم شرقی کہ در جانب جوپور پیدا شد
قاضی شہاب الدین زاوی دولت آبادی کہ شہاب ثاقب و کواکب دری
لہ لامیتہ العجم۔ عربی زبان کا مشہور قصیدہ ہے جسے سید الدین اسماعیل بن حسین بن علی محرر الکتاب
الطغرائی المتوفی ۸۱۲ھ نے سنہ ۷۸۶ھ میں بہ مقام بغداد نظم کیا ہے اور اس میں اپنی حالت
اور زمانہ کی شکایت بیان کی ہے۔ کشف الطنون جلد دوم ص ۲۴۸

۱۲ مولانا احمد تہانیری۔ مرید شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی۔ قبر آپ کی قلعہ کالپی میں واقع ہے
اخبار الاخبار ص ۱۴ سبجۃ المرجان ص ۱۱۶ ماثرا الکرام ص ۱۸۶ تذکرہ علمائے ہند ص ۱۵
۱۳ سلطان شمس الدین ابراہیم بن مبارک شاہ۔ جوپور کی سلطنت شرقیہ کا تیسرا حکمران سنہ ۷۳۵ھ سے
سنہ ۷۴۴ھ تک حکمران رہا ہے بڑا ذی علم اور علم دوست و فرماں روا گذرا ہے اس کے حالات کے لئے
دیکھئے تاریخ فرشتہ جلد ۲

۱۴ قاضی شہاب الدین بن شمس الدین بن عمر الزاوی دولت آبادی شاگرد مولانا خواجگی و قاضی
عبدالمقتدر الشریحی۔ وفات ۲۵ رجب ۸۴۹ھ۔ مقام جون پور مسجد سلطان ابراہیم کے جانب
جنوب ان کا مزار واقع ہے اخبار الاخبار ص ۱۴۔ سبجۃ المرجان ص ۳۹ ماثرا الکرام ص ۱۵
تذکرہ علمائے ہند ص ۱۵

ایں دیار است پیدا شد اور از زمان او ملک العلماء میگفتند اگر چه در اں زماں دیگر علما ہم بودند اما قبولی و شهرتی کہ اور ا حاصل شد دیگری را نبود خود تصنیفات دارد آثار موسوم بہست قبول و اشتہار مثل حواشی کافیہ کہ منقح ترین تصنیفات اوست و ارشاد و بدیع البیان و بزرگ و می نیز شرحی دارد اتمام و تفسیری دارد مسمی بحجر مواج بعبارت فارسی کہ در رعایت جمع تخلصها نموده و بحجرت آل الفاظ لے حواشی کافیہ۔ کافیہ امام جمال الدین ابن حاجب المتوفی ۶۴۶ھ کا مشہور متن ہے۔ قاضی شہاب نے اس پر موطا حواشی لکھے ہیں جو شرح کافیہ کے نام سے مشہور ہیں۔ حاجی خلیفہ نے بھی اس کا ذکر کیا ہے۔ کشف الطنون جلد دوم صفحہ ۱۵۰ اس کا ایک خطی نسخہ کتب خانہ آصفیہ میں فن نخو کے نمبر ۱۶۵ پر موجود ہے۔

۱۵۰ ارشاد۔ یہ رسالہ علم نخویں ہے اور ۹۳۰ھ میں حیدر آباد میں طبع ہوا ہے اس کا ایک خطی نسخہ جو ۶۸۹ھ میں مکتوب ہوا ہے۔ کتب خانہ آصفیہ میں فن نخو کے نمبر ۵۵ پر محفوظ ہے۔ ۳۰۰ بدیع البیان۔ یہ رسالہ علم بلاغت میں ہے۔ مولانا غلام علی آزاد بلگرامی نے اس کا نام بدیع المنیر لکھا ہے۔ سجتہ المرجان ص ۳۹۰ مآثر الکرام ص ۱۸۹

۳۰۰ شرح بزدی۔ امام فخر الاسلام علی بن محمد بزدی المتوفی ۷۸۲ھ نے اصول فقہ میں ایک متن لکھا ہے جو نہایت مشہور ہے اور عام طور پر اصول بزدی کہلاتا ہے قاضی شہاب الدین نے اسی کی شرح لکھی۔

۳۰۰ بحر مواج۔ ضخیم تفسیر ہے۔ کتب خانہ آصفیہ میں اس کا ایک خطی نسخہ چار جلدوں میں فن تفسیر کے نمبر ۱۳۵ تا ۱۳۸ پر موجود ہے۔ علاوہ ازیں دو ناقص نسخے اسی فن کے نمبر ۹۶ و ۲۹۸ پر موجود ہیں۔ پہلی جلد جس میں صرف سورہ بقرہ کی تفسیر ہے ۱۲۹۰ھ میں لکھنؤ میں طبع ہوئی ہے۔

و عبارات حشو و لا طائل بسیار آورده و با قطع نظر از ان کتابی مفید و نافع و قابل تنقیح و تہذیب است و بعد از قاضی شہاب الدین مولانا شیخ الہمداد جوینپوری کہ مردی ملا درویش بود نیز قلم بہ تالیف و تحریر جاری ساخت و حواشی قاضی را شرح کرد و بہرہء مدارک و بزرودی نیز شرح نوشت سوا الہامی وی قوی تر از جواب ماست و جہاں دیگر از اہل آل دیار نیز حواشی قاضی را شرح کردہ اند و لیکن شرح میان الہمداد نسبت باینہا قوی تر و موجہ تراست و متعارف در ان دیار از علوم صرف و نحو و فقہ و اصول فقہ بود و علوم دیگر از معقولات قلیل و نادر بلکہ معدوم بود و یکے از شعرائی زمان سلطان فیروز بلکہ بالاتر از ان منظر کرکڑہ بود سخن وی خالی از فصاحتی و لہ شیخ الہمداد جوینپوری۔ ۱۲۲۹ھ میں ان کا انتقال ہوا ہے سلطان سکندر لودھی کے محاصرہ تھے حالات کے لئے دیکھیے اخبار الاخبار ص ۱۸۸۔ سبۃ المرجان ص۔ ماثر الکرام ص ۱۹۲۔ تذکرہ علماء ہند ص ۱۲ منتخب التواریخ ص ۱۶

۱۲ حواشی قاضی سے قاضی شہاب الدین دولت آبادی کی کتاب حواشی کافیہ مراد ہے۔ دیکھو نوٹ (۱) متعلقہ صفحہ (۱۶)

۱۳ ہدایہ فقہ کی مشہور کتاب ہے جسے شیخ الاسلام برہان الدین علی بن ابی بکر المرعینی المتونی ۵۹۳ھ نے تصنیف کیا ہے۔

۱۴ مدارک سے مشہور تفسیر مدارک التنزیل و حقائق التادل مراد ہے جسے امام حافظ الدین عبد اللہ بن احمد النفی المتونی ۸۱۲ھ نے تصنیف کیا ہے۔

۱۵ شرح کردہ اند۔ شیخ صفی الدین بن نصیر الدین۔ قاضی شہاب الدین دولت آبادی کے دختر زادے تھے انھوں نے بھی قاضی صاحب کے حواشی کافیہ کی شرح لکھی ہے جس کا نام غایتہ التحقیق ہے۔

۱۶ مولانا منظر متوطن شہر کرکڑہ۔ مرید شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی دیکھو اخبار الاخبار ص ۱۸۸۔ ملا عبد الباقی بدایونی نے لکھا ہے کہ ان کے دیوان میں پندرہ ہزار بیت ہیں اور ان کی اولاد اکبر کے عہد تک لکھنؤ

و بلاغتی نیست دیوانی دارد در قصاید کہ دریں روزگار کیا ببلکہ نایاب ست
 در اخبار الاخبار چند بیت از وی در ذکر شیخ نصیر الدین محمود قدس سرہ نوشتہ
 شدہ است و در ہمان جہر و زمان مغیث المانوی نیز شخصی بود کہ بعالم فضیلت نسبتی
 داشت در بیان صنائع و بدایع رسالہ دارد اما مشہور نیست و ذکر ی ازین مرد
 نیز در ذکر شیخ نصیر الدین محمود رفتہ است۔

دیگر ظہیر دہلوی بود کہ شیخ جمالی اورا پلہیر بخواند جہت عدم رطوبت سخن وی
 و ایں شیخ جمالی در زمان سلطان سکندر لودھی و نصیر الدین ہمایون بادشاہ و از اکابر
 (بقیہ حاشیہ گذشتہ) میں سکونت پذیر تھی۔ منتخب التواریخ ص ۶۷

۱۵۔ شیخ مغیث الدین المانوی دیکھو اخبار الاخبار ص ۱۷ محمد بن قوام بن ہستم لجنی نے ۹۵۰ھ میں
 مخزن الاسرار نظامی شرح لکھی ہے اس کے دیباچہ میں شیخ مغیث الدین کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ
 وہ اس زمانہ میں علم و فضل میں بے نظیر اور معانی و بیان میں بے عدیل ہیں اور ان کی تصنیفات
 سے ایک کتاب بدیع الحکایات بھی بتائی اور اسے چند ابیات بھی نقل کئے ہیں۔

۱۶۔ مولانا ظہیر دہلوی۔ سلطان محمود شاہ بن محمد شاہ بن فیروز شاہ تغلق (۷۹۶ھ تا ۸۱۸ھ)
 کے درباری شعرا سے ہیں۔ ملا عبد القانی بدایونی نے اپنی تاریخ میں ان کے چند قصاید نقل کئے ہیں
 اور ان کی نسبت لکھا ہے کہ الحق بعد از قاضی ظہیر شاعرے کہ شعرش کرے خواندن کند در
 ہندوستان برخواست۔ منتخب التواریخ ص ۳۷ و ص ۳۸

۱۷۔ مولانا جمالی دہلوی۔ شیخ سماء الدین دہلوی کے مرید اور سلطان سکندر لودھی کے ندیان خاں
 انھوں نے عرب و ایران کی سیاحت بھی کی تھی۔ دوران سفر میں مولانا عبد الرحمن جامی اور شیخ
 جلال الدین دوانی سے ملاقات کرنے کا بھی اتفاق ہوا تھا۔ ہمایون بادشاہ کے زمانہ میں
 ۹۳۲ھ کو ان کا انتقال ہوا اور دہلی میں مدفون ہوئے۔ میرزا عارفین کے نام
 ہندوستان کے مشائخ کرام کا تذکرہ لکھا ہے۔ اس کو خواجہ بزرگ شیخ معین الدین چشتی سے

بود دیوانی دارد مثل برقصیدہ وغزل و کتاب ثنوی نیز دارد مسمی بہ ہر و ماہ و بعد از وی
پسروی حیاتی فطرت و سلیقہ درست داشت اگر دریں زماں می بود در شعر سرآمد
روزگار می شد میگویند کہ تاریخ نویشتہ بود بنام سلیم شاہ مصنوع مطبوع کہ باقی نماند
و در زماں ما قریب بایں زماں والد کاتب الحروف شیخ سیف الدین بودند کہ
سیفی تخلص میکردند و در میان اقران خود از اہل ہندوستان در سلامت سخن و درستی
زبان ممتاز بودند و رفتن آں عزیز از سر این بیکین مطابق آں بیت است کہ میر حسن و
در مرثیہ پدر خود گفتہ است ۴

سیف از سرم گذشت دل من دونیم نماند و ریا رواں شد و در تیسیم ماند
و ایشان را راسایل ست بر طریقہ تصوف و توحید و اشعار بسیار بود کہ اگر مقید
بجمع و تدوین آں می شدند دیوانی بہم میرسید و لیکن بے توجہی و بے تعلقی ایشان
بہ مراسم عرف و عادت براں داشت کہ مقید براں نشدند و بر مشرب ایشان فدا و توحید
غالب بود جملہ از احوال ایشان در خاتمہ اخبار الاخبار مذکور است از انجا بر حقیقت
حال کہ ممکن نیست اطلاع براں مطلع میتوان شد و عم بزرگوار این خاکسار

(بقیہ حاشیہ گذشتہ) شروع اور اپنے رشد شیخ سہا الدین کے تذکرہ پر ختم کیا ہے۔ یہ تذکرہ
۱۲۱۱ھ میں دہلی میں چھپ گیا ہے بقول ملا عبد القادر بدایونی کے ان کے دیوان میں آٹھ نوہر
ابیات ہیں۔ ثنوی ہر و ماہ کتب خانہ آصفیہ میں موجود ہے۔ حالات کے لئے دیکھو اخبار الانجا
ص ۲۱ نقب التوائخ ص ۵۶ و ص ۵۷ تاریخ فرشتہ جلد اول ص ۱۵۸ محبوب الالباب ص ۲۲ تذکرہ
علمائے ہند ص ۴۲

۱۵ حیاتی فرزند مولانا جالی ان کا نام عبدالحی ہے ۲۳ھ میں پیدا ہوئے اور ۷۵ھ میں انتقال کیا
اخبار الاخبار ص ۲۱

ص ۱۹۴

۱۶ شیخ سیف الدین سیفی ان کا انتقال ۱۷۵ھ میں ہوا۔ حالات کیلئے دیکھئے کمالہ اخبار الاخبار ص ۲۸

شیخ رزق اللہ مشتاقی تخلص داشتند از نوادر روزگار و مروی کامل و مستقیم و سالک طریق توہیم بود و از اہل عشق و محبت بود و بزبان فارسی و ہندوی سخنان دل پسند دارند و بیان ایشان کہ بزبان ہندلیست مشہور داشت و تاریخ واقعات مشتاقی کہ در احوال سلطان بہلول لودھی و غیر اوست تصنیف ایشان است و در فارسی مشتاقی تخلص دارند و در ہندوی راجن و مولانا حسین نقشبندی و شیخ تاج الدین و مولانا علی احمد نشانی نیز از فضلا و شعرا و اصفیائی وقت بودند رحمۃ اللہ علیہم اجمعین و دیگر از علماء و فضلا و شعرا دریں شہر و شہر ہائے دیگر از ہندوستان بودند کہ ذکر ایشان طوی دارد و قصد متعلق بذکر جامعہ از گذشتگان شدہ کہ اثری و تالیفی گذاشتہ نہ ذکر اسما و اشخاص و یکی از آہنہا کہ دریں خبر و زمان زبان بشاعری کشادہ و داد سخنوری دادہ است فیضی آگرہ است کہ در فصاحت و بلاغت و متانت و رصانت سخن ممتاز

۱۵ شیخ رزق اللہ مشتاقی - ۱۹۹۰ء میں پیدا ہوئے۔ ۲۰ بیع الاول ۱۳۹۹ھ کو انتقال کیا۔ حالات کے لئے دیکھو اخبار الاخیار ص ۱۶۔ تذکرہ علمائے ہند ص ۶۳۔ ان کا تخلص فارسی میں مشتاقی اور ہندی میں راجن تھا۔ ہندی میں انھوں نے دو سالے لکھے ہیں۔ پیتم آں اور جوت نرجن یہ دونوں منظوم ہیں واقعات مشتاقی کے لئے دیکھو ایلیٹ کی تاریخ ہند جلد چہارم ص ۵۳۲۔

۱۶ مولانا حسین نقشبندی اور ان کے فرزند علی احمد نشانی در اکبری کے شاہیر علماء سے تھے ملا عبد القادر ایوبی نے لکھا ہے کہ پدر و پسر دونوں کو مہر کنی میں کمال حاصل تھا۔ لوگ ان کی ہر دوں کو نادرہ روزگار سمجھتے کہ بطور یادگار ایران خراسان اور عراق میں لے جاتے تھے۔ منتخب التواریخ ص ۳۵۔ علی احمد نشانی جہانگیر

کی مجلس سرود میں جلوس کے پانچویں سال شب دوازدہم محرم ۱۰۹۹ھ کو انتقال کیا ان کے انتقال کا واقعہ خوب جاگیر اپنے توڑک میں تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے دیکھو تزک جہانگیری جلد اول ص ۱۵۹۔ شیخ فیضی فرزند شیخ مبارک ناگوری۔ ان کے حالات و تصنیفات کے لئے دیکھو دربار اکبری

شعرا بحم جلد سوم ص ۳۱

روزگار بود لیکن حیف که بجهت وقوع و همبوط در ما ویه کفر و ضلالت رقم زد و
 انکار و ادبار بر خود کشیده است و زبان اهل دین و ملت و دوستان و منتیان
 جناب نبوت را از بردن نام وی و جماعه شوم دی پاک دارد تاب الله علیهم
 ان كانوا مومنین و از آنچه بشارت میدهند بخت اهل این روزگار به نعمتی که واجب است
 شکر آن بزرگوار اهل انصاف وجود فرزند مسعود و نور دیده دانش و بنیش نور الحق آب
 به مشرقی ست که شروق تیر فضل و کمال وی در هر دو طریق دانشوری و سخنوری با وسط
 السماء است و او اعتدال نزدیک به سمت الراس رسیده است یقین نیست که اگر وی
 توجه برگمارد و بر طریقه شعرای زمانه شب و روز به شق سخن و فکر بشعر روی آورد چنانچه
 نظامی و خسرو را تتبع تواند کرد و جواب گفت و لیکن توجه و اشتغال وی بجانب علم
 و صلاح نفس الامر غالب آمده نمیکند از آنکه بطرف شعر و طریقه شعر روی آورد و در روزگار
 جل و علا کو کب سادت و اقبال او را از انول و نزول نگاهدارد و فرزند غریزه محمد
 نیز در علم فضل تالی و تابع برادر است و جوهر طبع او بحدودت و سلامت و قوت و در علم و
 عمل خصوصاً بعلم شریف حدیث موصوف و ممتاز است بلغ الله مبلغ الرجال

و صل

چون سخن بانبار سید قلم حیران بایستاد و سر رشته گم کرد گویا فراموش کرد که من
 از تمهید و ترتیب این مقدمات و ذکر این حکایات و شرح کلیات چه بود و موضوع
 مسئله که بود و من چون از اهل مقصود واقف بودم و بر باطن وی نیز اطلاع داشتم
 دانستم که چه میخواهد و کرامی جوید و یاد که میکند خود را از من بلکه از خود نیز وز دیدم
 و روی در گریبان حیا و تشویر پیچیدم پس نگاهبی بجانب من کرد که حال چیست و
 موجب ملال چه و گفت چه می اندیشی شرم از که داری بگو آنچه باید گفت و بیار آنچه
 له نور الحق مشرقی ان کا اتقال ۹۳ من هوا ہے۔ حالات کیلئے دیکھو سجدہ المرجان ص ۳۵ مآثر الکرام ص ۱۲۲ تذکرہ علمائے ہند

داری گفتم شرم ازاں دارم که سخن در باب علم و فضل و علماء فضلا می رود و آنکه در هر دوری
نوبت به که رسید و سکه بنام که زدند که این کار را نو کرد این امر را تجدید نمود و من مغلس بنوای
بیه پایه را چه یاراکه در اینجا دم زخم و چه مجال که درین مقام باستم و به چه نسبت خود را بنیام
و بکدام مناسبت زبان کشایم گفت تواضع نیکوست و چشمه کرام است من تواضع
تواضع الله رفعا و لیکن در راستی جای و صدق مقام تکلف است آنچه راستی است
بیه تکلف باید گفت و گو هر صدق در رشته انصاف بسقت

براه تکلف مرسوم با اگر صدق داری بیار و بیا

دیگر محذره حسیست من خود هم زبان و هم راز و هم دم و هم ساز تو ام و هر چه از دل تو بر آید
بر زبان من رفته و در ضمیر من نشسته است حالت سخن ترا من نیک می دانم و عیار دانش ترا
بهتری شناسم و آنکه حاسه فطرت وی سلیم است و ذائقه ادراک وی صحیح نیز لذت آن خواهد
یافت و داد انصاف داد رحم الله من انصف

بر سر هر نامه که آصف نوشت قدر رسم الله من انصف نوشت
و خود طالبان بسیارند و ذوقها مختلف و مقاصد و مطالب متعدد و یکی طلب و
ذوق چیزهای دارد و مقصود و مطلوب او طریقی است و دیگری را حال بر عکس افتاده
اگر یک معلول منکوس الحال صفراوی مزاج را حلاوت چیز در کام و وقت شیرین نفیقه
زبان ندارد و همه چیز برای همه کس نیست و لبت الحمد که در سخن از جاده دین بیرون نیفتاد
و غان بدست نفس و هو انداده و اگر احياناً بجهت غلبه حال و انبساط وقت از من طبعانی
و جوشی پیدا آمده و مستی سر بر زده باشد تو بدستاری توفیق و نصرت و تائید حق بدستی
و نرمی مرا ازاں در طبع بیرون کشیده براه راست آورده در حاق وسط طریق مستقیم
جاری گردانیده و این وصیت که مشایخ برای تو نوشته و لای تکلم باحقایق و الزامات
بل بین الناس علم المعاملات و ماینستیون به عن العیوب بجائے آورده سخن را از اها

و ابهام و شطح و طامات نگاہداشتہ و بنجوض در کشف حقایق وجود و حقیقت ذات
حق و صفات وی غر و علا جرات و گستاخی ننمودہ و از دائرہ عبودیت بیرون رفتہ
و چون دیگران در مقام غرت جاب بنوت و ادعای کمال بہ متابعت و تحلی باحوال
شریف و انصاف بصفات وی صلی اللہ علیہ وسلم از طریق تادب بدرنقاہ و غرور
و اعتماد بنفس در احوال و مقامات مقربان در گاہ و بزرگان را نہ پیمیدہ و زبان
از طعن و تنقیص غریزان و بزرگان نگاہداشتہ از راہ دیانت و احتیاط پائی نکشیدہ
در ورطہ گستاخی و خلاف فروز رفتہ و اگر فضلا و شعرا دفاتر و دواوین در فنون شعر و مدح
لموک و امرا و در اطوال عشق بازی مجازی افانہ خوانی و قصہ پردازی کردہ در دام ہزل
و لہو و لعب افتادہ اند تو باری کتب و صحائف در علوم شرعیہ و تفسیر کتاب اللہ و شرح
و احادیث رسول اللہ و نعت و منقبت انبیاء و اولیاء و حالات و مقامات و حکما
ایشان جمع کردہ و بصراط مستقیم و طریقہ قویم دلالت و ہدایت نمودہ در مہوای ضلالت
و کو طبعیت فروز رفتہ زدار و زردین انشاء اللہ کتاب را اصحاب الیہین بدست راست
تو دہند و بخوانند کتاب الابرار کہ در عین است امر کنند آن زبان کہ چہ خواندہ و
چہ نوشتہ چنانکہ امیر خسرو گفتہ است ۵

باش تا پردہ برانداز و جہاں از روی کا
آہنجہ اشب کردہ فردات گداز آشکار
و در قرآن السعدین خطاب بنفس خود کردہ فرمودہ است **مثنویات**
نامہ عمرت بسوادی گزشت
عمر بہ پیودن بادے گزشت
سوخت و لت زین رقم دود خام
پختہ نشد در پے سوداے خام
ز انچہ بگفتی بہ خطا و صواب
چونت پرسند چہ گوئی جواب
ایں رستم، مروز کہ سوداے تست
سلسلہ گردن فرداے تست
گیر کہ نعلت سخن از در کند
کس بہ دروغی چہ تفاخر کند

تا بود اندر فنِ شجرتِ ہوس جز بدروغتِ نبرد نام کس
 جاہلِ تزویر کم و کاستی است رستنِ مرد از سببِ راستی است
 راستی آور کہ دروغت بس است ہرچہ چنین ست چہ نیکو کس است
 و گفتم قلم من میدانم کہ بعد از امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ دریں شہر و دیار انجہ از تو
 در کثرتِ تصنیف و وجودِ اشتہار یافتہ از دیگرے نشدہ فرق ہمیں است کہ تصنیفات
 حضرت میر در شعر است و تالیفات تو در شرع اگر طبائع اہل عالم باشعار موع و ثنوت
 اما حالِ خواص اہل دین بخلاف آن موصوف ست و شکر دیگر آنکہ بخنان ترا گواراے
 ہست و کلمات ترا حلاوتی بخشیدہ اند کہ در دروں اہل قبول جای میکند و بکامِ ارباب
 ذوق شیریں می آید و بر مان باطن بریں بشارتست کہ از زبان بعضی ناطران عالم غیب کہ
 خوانندگان صحیفہ لاریب اند یافتہ و نشان ظاہر آنکہ خواطر خواص از اں راضی و ایدی عوام
 بہ نوشتن آن متقاضی است بر ہر تقدیر انجہ از غیب است بے عیب است ہرچہ تازہ است
 لذیذ است بیار انجہ میدانی و توکل علی اللہ الذی نزل الکتاب و ہوینہ
 الصالحین۔

وصل

عالی کہ قلم ایں بخنان خوش آمد آمیز من گفتم چوں روئے بر راستی داشت
 تا اثری کرد از خوابِ نیستی و گم نامی کہ فرو گرفتہ بود قدری بیدار ساخت و بین النوم
 و الیقظہ چیزے حالتی دست داد گوش بر آواز وئے ہنادم کہ چہ میگوید و بگفتہ
 و تفصیل سخن در زرفتہ و اول و آخر آں بہ تمام نہ فہمیدہ ایں مقدار فرا گرفتہ کہ دلی می دہ
 و ہمتی می بخشد نفسی بخود آدم و خواستم کہ جہنم و کمری بر بندم و در خانہ وجود و موجود
 خود نگاہ کنم مگر چیزے بیابم کہ پیشکش اصحاب کنم بہ قیاس عقل در زرفتہ و حساب کار فہمید
 بحکم صاحب البیت اوری با فیہ دریافتہ کہ متاعی در خانہ نیست کہ بر سر بازار توان

آورد در وی خریدار توان دید- خاطر ازین معامله جمع کرده و از سود و سرمایه آن نو می گشته
 بموجب فی الیاس راحه سر بر بستر استراحت نهادم و بقلم که مبالغه درین کار داشت
 گفتم که اے دوست دلنواز و لے یار غمگسار مرا درین معامله معذور دار که در چهار گوشه
 خانه خود بیدیده امعان و انصاف دیدم چیزی نمی یابم که بکار آید جز آن که در طاق خانه
 ورقی چند ابر و پریشان افتاده می بینم تو خود در دبه می اگر چه کار آمد نیست برگیر و بویس
 و بنا این معامله بتومی سپارم و ترا وکیل و خلیفه خود می سازم که اگر سهو و خطای راه یابد
 منسوب بتو باشد و من تهمت زده نشوم و در اهل وجود و ظهور آن همه نیست و قوئی نگارند
 و از کتم ضمیر بر زبان آورنده آن سخت علم بالقلم ذکر کرد و بعد از آن علم الانسان بالمعین
 گفت توئی نادان فیض توئی کاروان علم توئی پاسبان فهم توئی نگهبان دانش گفت
 چنینستم وستم من جنی ام مرا از زمین برداشته و بر دست غایت و اهتمام گرفته بکرت قری
 میدارند و آلت کار کتابت می سازند غایت کار و مبالغه در اعتبار من آنست که مرا در
 مرتبه زبان بهمت که البیان باللسان و حقیقت زبان آلت عبارت و سخن افراشتن
 است و من واسطه کتابت و حروف نگاشتن عرائس معانی از وی لباس الفاظ و عبارات
 پوشنده و از من در حلیه حروف و کتابت جلوه گر شوند تو مرا از خاک ندلت بردار و بدست
 عزت بگیر و تربیت کن و کار فرما اے از تو و کارگزاری از من خادم پروری از تو و خدمتکاری
 از من این سخن از قلم شنیدم و جواب ناداده خواب تعافل رفتم چوں هم درین خیال بخواب
 رفته بودم در آن عالم نیز می بینم که همی فکر و همی اندیشه دامن گیر حال و پیرامون گرد خیال
 است و صورت خواب در کلل بر منیزم و چشم میکشتم قلم رامی بنیم بر لباط بهمت دل نهاده
 و سر از پامی نشناخته در خدمت ایستاده زبان خواهش دراز و نغمه آرزو ساز دارد و مرا
 بمن نمی گذارد و سر ازین سودا باز نمی دارد این بار چوں رسم تکلف از حد گذشت و مجال
 حیل تنگ آمد گفتم به گوچه می گوئی و بخواه هر چه میخوای طاهرا میخوای که این خرافات

چند کہ آنرا تصنیفات و الیفات نام می‌نهند بروئے کار آرم و عدد آنها بشمارم و نام می‌آید
 آن را بر صفحہ اظہار بہ نگارم و آن را در رشتہ تنسیق و ترتیب در آرم گفت ایس خود حوی
 و غرض از اول ہم نیز ہمیں بود ایس چنداں کاری نیست و بر طبع از اں باری نہ آں ہمہ
 نوشتہ گیر و نیم ششہ شما اکنون آرزو سے و خواہشی دیگر در دل راہ می‌یابد کہ از گزشت
 احوال خود چیزے بگوئے و از مبادی حال تا اکنون کہ آخر صحبت است بخوانی کہ چہ کردی
 و کجا بودی و چہ دیدی و چہ نمودی اکنون و رچہ فکری و چہ خیال داری بگو اگر طاقت مجال
 مقال داری سے

سخن دوستان خوشست بگو نالہ عاشقان نکوست بنال
 گفتہ ایس سخن بے فائدہ و لا طائل است و موجب تضییع وقت و حکم تحصیل حاصل دارد
 مجموع اوقات و احوال سے حالت است طفلی و جوانی و پیری طفلی نادانی است جوانی پریشا
 پیری ناتوانی - طفلی قصور است جوانی غرور پیری فتور طفلی پستی است و جوانی مستی و پیری
 سستی مرا خود حاصل غم ہمیں دولت ط بود - خردی و پیری و جوانی ندانم کہ چیست و متمتع
 از جوانی کیت سے

من ندانم کہ زندگانی چیست	کامرانی چہ و جوانی چیست
روزگاری خوشی کرا گویند	دل خوش در جہاں کجا جویند
و نمل با کام دل چہ می‌باشد	کامیاب از جہاں کہ می‌باشد
آنکہ او دید چہرہ مقصود	کیت در عالم و کہ خواہد بود
آنکہ مقصود یافت در عالم	کہ بود نہ دینا بہ اعلم

مجل احوال فقیر دریں فقرہ مندرج است دیوانی حتی کہ حیران و سرگردان راہ
 تنزل و ترقی است - محبوبی بود کہ چند گاہ بہ تاثیر صحبت فرزندان بکلمہ بجنون فنون در
 احاطہ و احراز فنون کوشید و در آخر بہ مصداق بجنون فنون بے حوصلگی منودہ ہم بر سر

جنوں رفتہ

قصہ ام را مکن اے ہمدم حاصل تکرار کا دل و آخر او جملہ جنوںست و جنوں
 گرفتوں جملہ شد آں نیز جنوبی بودست بشنوا از مردم حافل کہ فنون است جنوں
 اگر اختصار کنند حاصل قصہ عالم دریں یک کلمہ تمام است کہ گویند پیداکشت
 و ناپیداشد بود و ناپودشد نمودند و رپودند گفت حقیقت ہمیں است کہ گفتی و گوہر راز در
 رشتہ اختصار و ایجاز سفتہ اما در سماع تفصیل حال سالکان و بہ مقصد رسیدگان عبرت
 مرطالباں را کہ باعث طلب را قوی گرداند و مازیانہ ایست کہ مرکب شوق را نیز راند و گرنہ آں
 باشد باری بر ہر تقدیر بر سامعہ ترانہ نواز کہ دل را مشغول بہ آں سازد و گفت من می دانم کہ
 غایت و توفیق الہی دستگیر حال تو شدہ ترا در کارے داشتہ و از نعمتہائے نامتناہی
 خود محروم نگذاشتہ است از عجب دریا برآمدہ و از شیوہ خودستانی و خودنمایی مطلق تہی شدہ
 بگوی دوراہ کذب و مبالغہ مپوی و اما بنعمتہ رکاب فحش گفتہ تفصیل آں نیز در مواضع متحد
 مذکور و سطور است مبادی احوال در خاتمہ اخبار الاحیاء کہ در ذکر مشائخ ایں دیار است او ا
 در جذب القلوب کہ یحیی مدینہ مطہرہ است و غنتھا در زاد المتقین کہ در ذکر مشائخ حرمین
 شریفین است و لیکن مجلی ازاں بہ طریق اختصار و بعضی از انچہ کہ در اں کتب مذکور و مختار شدہ
 بیارم تا بہ ذکر ایں غرض کہ تعداد و ترتیب تالیفات ست اتصاال و البحر اریاء بہ بدانکہ چون
 صانع پروردگار از اول خطرت ایں غریب خاکسار را نشان خاص مخصوص گردانیدہ بود۔ ہم
 در غنفوان جوانی کہ آوان نشو و نما کامرانی است اقسام علوم عقلی و نقلی تحصیل کردہ و تکمیل
 نمودہ و بعد از تحصیل و استفادہ بدرس و افادہ مشغول شد و ہمدریں ایام بہ توفیق و تائید
 الہی بہ حفظ قرآن مجید مشرف شدہ و بہ جاذبہ غیبی ترک دیار مفارقت اہل و عیال گفتہ
 و در وادے طلب و غربت اقادہ بہ موطن ارواح و مستقر قلوب کہ بیت رب العالمین و
 سید المرسلین است روئے آورد و بہ انعام عام و خاص بہ طریق عموم و اختصاص
 در گاہ

از آنحضرت مشمول و مخصوص گشته و به سعادت لقای شریف وی صلی الله علیه و سلم مکرر مشرف
 شده و استماع حدیث در تمام از حضرت سید انام علیه الصلوٰۃ و السلام به واسطه نمودن
 و اشارتها به مقصود یافته مدتی به تجوید قرآن عظیم و علم قرات و خدمت علم حدیث رسول کریم
 مشغول شده و به اجازت نامه عام شامل و کامل تامل کتب احادیث و سایر علوم دینی
 از علماء کرام آن عالی مقام علیهم رحمۃ الله الملک العلم خصوصاً از حضرت شیخ اجل اکرم
 اوصد و اعدل عبد الوهاب متقی قادری شاذلی قدس المدر و اوصل النبیانی فیوضه
 فتوحه بلفظین ذکر و اشیاء خلوت و خلافت و برکت و مشرف و فائز شده به نعمتهای بشارت
 از خدمت وی در حصول انوار و آثار نتایج و ثمرات برکت و التزام مقام صدق و استقامت
 در نشر علوم دینی و حصول بهو اہیب یقینی شرف و مبشر گشته رجوع و عود بوطن مالوف مامور
 و مکلف گشت و هر چه بر زبان قلم من ازین باب جاری شده همه از رشحات باطن و طایفه
 آن خاطر دریا مقاطرست و این توالیف که معدود خواهند شد وجود آن بعد از قدوم
 برکت لزوم این سفر مبارک اثر است مگر اخبار الایثار و آداب الصالحین و یک دو
 رساله دیگر در نحو و مناظره که تسوید آن پیش ازین در آستانے طالب علمی صورت یافته بود
 و تبییض و ترتیب و تنقیح آن نیز بعد از آن اتمام یافت و اکنون بعد از احصار توالیف سخن
 تمام کنیم و چون در اسامی آن رساله جدا مسمی به بالیف قلب الالیف بکتاب به فهرست التوالیف
 نوشته شده بود به همان صورت نقل کنم و چون آن کتب و رسائل در ہم بود بعضی به لفظ عربی
 و یار به زبان فارسی و صف عربی به عربی کرده شد و فارسی به فارسی و هذا

فہرست تصنیفات شیخ عبدالحق محدث دہلوی

الموسوم:

تالیف قلب الالیف بکتابتہ فہرست التوالیف

الحمد للہ منزل الکتب السماویہ والصحف المکرمة المرفوعة المطهرة علی الارواح
القدسیہ العلویۃ الرسلیۃ لہدایۃ النفوس السفلیۃ الارضیۃ والصلوۃ التامة المبارکۃ
الزکیۃ البہیۃ علی الجوہر الاول والآخر المحمدی حافظ اللوح المحفوظ مبین الکتاب المبین
وعلی اہل بیئہ الاطہار وصحابۃ الاحیاء واتباعہ الابرار مفسر الکتاب ومفصل الخطاب
ومجی علوم الدین پاس وستایش مرپروردگار علی الاطلاق ومفیض اقام ارزاق راکہ عطاءے
اورا پایاں نیست وفیض اورا انقطاع نہ خدایے بے مانند بے ہمتا کہ بخشندہ عطایا و ثجائندہ
خطایاست تعالی شانہ وعظم برانہ وجل جلالہ وکثر افضالہ ودرود نامعدود رحمت نامعدود و
فہرست دیوان رسالت و تلخیص کتاب سفارت کہ ہتر عالمیان و دانش آموزان و جان و
استاد پیشینیاں و راہ نمائے پسینیاں ست و بر فرزند ان و یاران او کہ مجموعہ فضل و کمال
وجامع مراتب علم و حال و کتب علوم دین و ابواب و فصول کتاب مبین اندافاض اللہ علینا
من انوارہم و نفعتا ببرکاتہم وبرکات علومہم۔ بعضے از اصحاب فضل و کرم کہ اہتمام بشان
فضل و علم و عنایتی بجالاں ایں ضعیف داشتند بعضے از مسودات ایں مسکین را طلب می نمود

تمام مطالعہ کنند یا اس کتاب نمایند و چون در نظر دانش و بنیش حسیری چنان نبود کہ بجا آید
و اگر بود در آنجا اقام فنون متعدد بود از علوم بعضی بلبان عربی و بر خے بزبان پارسی و ہنرمند
کس کار آمدنی نہ ہستی در تعداد آن نگاشتہ عرض داشتہ تا ہر چہ از ان اختیار افتد و بہ مذاق
وقت موافق آمد بخد مت فرستم و بعد از ان نیز ہر کس از ان الوان کہ برآمدہ ام ہر چہ خوش
دار و فائدہ بردارد و نامترب اقلتہ بہ ضاعت و عدم استطاعت و ضعف بالی و ثنات حالی
و قصور نظری و فتور فکری ملتس از اہل فضل و ارباب کرم آنکہ عیوب و زلات این مسکین را
بہ پوشند و در اصلاح و تصحیح آنچہ از خطا و سہو راہ یافتہ باشند بکشند و ارجو من اللہ الکریم
حسن القبول و نیل المامول اوست عیب پوش و غدر نیوش و ہوا الکریم الواب۔

۱۔ **فمنہا لمعات النقیح فی شرح مشکاة المصابیح** و ہوا جل و اعظم و الطول و اکسیر
ندہ التصنیفات و قد جاء بتوفیق اللہ و تائیدہ کتابا حافلا شاملا مفیدا انا فعانی شرح الاما حد
النبویۃ علی مصدرہا الصلوۃ و الحجۃ شملتہ علی تحقیقات مفیدۃ و تدقیقات بدیعہ و فوائد شرفہ
ونحات لطیفہ و احوال کیفیات مکتوبہ فی دیباچۃ قریبہ من ثمانین الف بیت
۲۔ **ومنها اسماء الرجال و الرواۃ** المذکورین فی کتاب المشکات اثنا عشر الف بیت کہ

اسے لمعات النقیح۔ امام بغوی ابو محمد حسین بن سعید الفراء البغوی المتوفی سلفہ نے کتب صحاح کے اسانید
و کمرات کو حذف کر کے احادیث صحیحہ کا ایک مجموعہ مرتب کیا اور اس کا نام مصابیح السنۃ رکھا۔
ولی الدین ابی عبد اللہ محمد عبد اللہ الخطیب نے اس پر نظر ثانی کی اولاً احادیث کو ابواب پر تقسیم کیا۔ ثانیاً
رواۃ حدیث کے نام اضافہ کئے۔ ثانیاً ہر حدیث کے ساتھ ان کا حوالہ بھی لکھ دیا جن سے صاحب مصابیح
انہیں اخذ کیا ہے اس ترتیب و تیویب کے بعد یہ کتاب بالکل جدید تالیف ہو گئی اور اسے مشکوۃ المصابیح
کے نام سے موسوم کیا اور سلخ رمضان ۱۱۸۸ھ کو اسکی تالیف و تدوین سے فراغت حاصل کی۔ لمعات کیا ہے
اس کے دو نسخے کتب خانہ آصفیہ میں موجود ہیں۔ فن حدیث ص ۳۱۲ ۳۱۳ ۳۱۴ ۳۱۵۔

۳۔ **ومنہا اشعۃ اللمعات فی شرح المشکات** شرح فارسی مشکات کہ در قدر و مرتبہ بلو شرح عربی است و در تنقیح و تہذیب و ضبط و ربط راجح و فائق و در حجم ضخامت زیادہ ازاں آں نیز بہ تائید و نصرت الہی سبحانہ شرحی نفیس لطیف مہذب مرغوب و مقبول آمدہ کتابت آں مقدار صد و سی ہزار بیت باشد۔

۴۔ **ومنہا جامع البرکات** منتخب شرح المشکات مجموعہ آمدہ است شامل فوائد کثیرہ و عواید غریزہ در ہر باب یک دو متن حدیث ذکر کردہ و در باقی احادیث بر مضامین آں اقتصار کردہ و اختصار نمودہ شدہ است و کتابت آں مقدار سی و دو ہزار بیت باشد۔

۵۔ **ومنہا مدارج النبوة و مراتب القوة** در سیر حضرت سید مختار و امام المتقین والابرار علی اللہ علیہ وسلم مقدار چہل و دو ہزار بیت۔

۶۔ **ومنہا مطلع الانوار الہیہ فی الجلیۃ النبویہ** مقدار یک ہزار بیت

ومنہا ذکر اجازت الحدیث فی القدیۃ والحديث

۸۔ **ومنہا** اسماء الاستادین جمۃ العظیمین

۹۔ **ومنہا** فصول الخطب بیل اعلی الرب

۱۰۔ **ومنہا** تنبیہ العارف بما وقع فی العوارف فی باب اخلاص الصوفیہ قدس اللہ

اسرارہم الصفیۃ من الحکم علی ما صدر من اخبارہم عن احوالہم تحدیثا بنعمۃ اللہ انہا من باب اسرار

۱۱۔ **اشعۃ اللمعات**۔ بزبان فارسی شاہ صاحب نے ایسے لمعات کے بعد تصنیف کیا ہے برٹش میوزیم

میں اس کا جو مخطوطہ محفوظ ہے اُس کی جلد آخر سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہ صاحب نے ۱۰۸۰ ہجری میں

تمام کیا ہے یہ کتاب دو جلدوں میں ۱۰۸۰ھ میں نو لکھو پریس لکھنؤ میں چھپ گئی ہے۔

۱۲۔ **مدارج النبوت**۔ یہ کتاب ۱۲۰۰ھ میں مدراس میں اور ۱۲۰۱ھ میں لکھنؤ میں چھپی ہے۔

مولوی عبدالمجید ساکن پبلی ہیٹ نے اس کا اردو میں ترجمہ کیا ہے جو منہاج النبوت کے نام سے

۱۲۰۰ھ میں لکھنؤ میں چھپا ہے۔

و غلبۃ الحال و بیان ان ہذہ الرسائل الاربعۃ مقدار ثلثۃ او اربعۃ آلاف تخمیناً
۱۱۔ ومنہا الطريق القويم فی شرح الصراط المستقیم نام اصل متن سفر السعادت است کہ
 و مشہور میان مردم بہ صراط مستقیم شدہ و در وقت کتابت شرح چوں باسم اول مذکور
 و منظور شد بہ ہمیں نام مسطور گشت و اگر اسم ثانی را در نظر آرند سلوک طریق الانفاذہ فی
 شرح سفر السعادت نام نہند و کتاب مذکور تصنیف شیخ مجد الدین شیرازی صاحب قاموس
 ست و مقصد وی دین کتاب آنست کہ اعمال شریفہ حضرت نبوت را از عبادات و عادات
 باحادیث اثبات کردہ تصحیح نمودہ و بر دو آن کار پرانچہ مخالف آن از مذاہب اربعہ واقع
 شدہ تصریح کردہ است پس در شرح تائید مذاہب اربعہ و اثبات آن باحادیث خصوصاً
 مذہب حنفی و معارضتہ کلام مصنف کہ ادعاے صحت احادیث موافق مدعاے خود نمودہ و رقم
 رود بظلال برخلاف آن کشیدہ است کردہ شد و این حکایت در دیباچہ کتاب بہتر
 ازین گفتہ شدہ است کتابی آمد حافل شامل نافع جامع طریقہ فقہ و حدیث مقدار کتابت
 وی قریب سی ہزار بیت خواہد بود

۱۲۔ ومنہما جذب القلوب الی دیار المحبوب تیارخ مدنیہ مطہرہ در بیان اسماء فضائل و مناقب
 این بلد کریم و احوال ساکنان وی از زمان قدیم و ذکر فضائل مسجد شریف و مقامات تبرک و احکام
 و آداب زیارت قبر شریف و اقامت در آن عالی مقام در جوع بوطن بالخیر والسلام و بسط
 کلام در اثبات حیات انبیاء علیہم السلام و ذکر فضائل و آداب صلوة بر سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

لے سفر العادۃ شیخ مجد الدین محمد بن یعقوب بن محمد بن ابیہیم الفیروز آبادی التولد ۸۲۹ھ بہ کار زون
 و التوفی ۸۸۵ھ بزید ہے شیخ صاحب کی شرح ۸۸۱ھ میں نوکلشور پریس لکھنؤ میں طبع ہوئی ہے اور ضخیم کتاب ہے
 جذب القلوب۔ یہ کتاب ۱۲۶۳ھ میں کلکتہ میں اور ۱۸۶۹ھ میں لکھنؤ میں چھپی ہے۔ مولوی
 عبدالحق بن غلام رسول بن ولی اللہ نے ۱۲۶۹ھ میں بہ زبان اردو اس کا ترجمہ کیا جو مرغوب القلوب
 کے نام سے ۱۲۸۴ھ میں لکھنؤ میں چھپا ہے۔

و ذکر بعضی از صنغ صلوات ماثورہ از صحابہ و سلف صالحین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین
و ایں کتاب در متانت و رصانت الفاظ موافق شرافت و کرامت معانی آن نزدیک
بدرجہ قبول اہل وصول واقع شدہ است نزدیک بہ ہفت ہزار و پانصد بیت

۱۳۔ **ومنها** احوال الأئمہ الاثنی عشر خلاصہ اولادید بشر مقبول و منتخب از
کتاب مستطاب فصل الخطاب و ترجمہ عبارات عربی وے و ترک سخنان فارسی علی حالہا کہ
بامر واجب الاتمال بعضی از ارباب کمال نوشتہ شدہ مقدار ہزار و پانصد بیت

۱۴۔ **ومنها** زبدۃ الآثار منتخب بہجۃ الاسرار فی مناقب الغوث الاعظم والنور الام
الشیخ محی الدین عبدالقادر الحسنی الجیلانی رضی اللہ عنہ و کتاب بہجۃ الاسرار کتابیت مقرر معتبر
نذکور مشہور بین المشائخ والعلماء صنفہا بعض عطاء المشائخ المقرئین و بیہ و بین الشیخ رضی اللہ
و استطان و قد کتبت ترجمہ فی طبقات المقرئین الذہبی اختصر الشیخ محمد الخرزی و قال
قرأت ہذا الكتاب علی الشیخ عبدالقادر الاسطوطی و کان من کبار المشائخ بمصر اکثر من
ثلثۃ آلاف بیت

۱۵۔ **ومنها** شرح فتوح الغیب مسمیٰ بہ منقح الفتوح لفتح البواب المنصوص و
فتوح الغیب از تصانیف عظیمہ حضرت غوث اعظم ست کہ در تحقیق مقالات دین و کمالات

لہ اس کتاب کا پورا نام بہجۃ الاسرار و معدن الانوار فی مناقب السادۃ الاخیار من المشائخ الابرار ہے۔ اور اسے
شیخ نور الدین ابی الحسن علی بن یوسف الحسن الشافعی المعروف بابن جہم الحمدانی مجاور حرم نے حدود سلطنت
میں تصنیف کیا ہے اس میں چالیس مشائخ ابرار اور صوفیائے کبار کے حالات ہیں۔ ابتداً غوث اعظم شیخ عبدالقادر
جیلانی کے تذکرہ سے کی ہے اور ایسے نصف سے زیادہ حصہ میں نہایت شرح و بسط کے ساتھ تحریر کیا ہے۔ یہ کتاب
میں مصر میں چھپی ہے۔ شاہ صاحب نے اس سے صرف حضرت غوث اعظم کے حالات اختصار کے ساتھ نقل کئے ہیں
اور مولوی عبد الاحد نے اردو ترجمہ کے ساتھ سنہ ۱۳۱۷ھ میں بہ مقام دہلی چھپوایا ہے۔

۱۶۔ یہ کتاب دہلی لکھنؤ اور بیڑی میں کئی بار چھپی اور عام طور پر پڑتی ہے مولوی یحییٰ بوکسن نے اس کا اردو میں ترجمہ کیا ہے
جو لکھنؤ میں طبع ہوا ہے۔

اہل یقین موافق لسان رسالت و زبان نبوت است چنانکہ شان معارف صدیقان است
فرمودہ اند دہ ہزار بیت

۱۶ **و منها** الانوار الجلیۃ فی احوال المشائخ الشاذلیۃ ذکر فیہ ثمانیۃ رجال من عظامہم
و علماہم باعث بر تصنیف این رسالہ و تحصیل این سعادت و وقوع ذکر این اعزہ بود و سائل
این فقیر نقل کلمات و حکایات ایشان چنانکہ در خطبہ رسالہ گفتہ شدہ است کلمات لطیف
و فوائد شریف و سخنان غریب از انفاس یقینہ این قوم دارد کہ بغایت نافع و سودمند
است قریب بہ چہار ہزار بیت

۱۷ **و منها** زاد المتقین فی سلوک طریق الیقین در احوال شیخ عارف کامل تبع
علی متقی و خلیفہ راستین و می شیخ ولی مقتدا عید المواب متقی قدس اللہ سرہا و بعضی
دیگر از مشائخ از دیار عرب و عجم و اہل حریم شریفین زادہا اللہ تشریفاً و تعظیماً رسالہ ایست
بے مفید و نافع مرصعان اصراط متقیم و سالکان طریق توہم را دریں رسالہ تقریب بعضی
احوال این غریب و تشریف بخد مت حضرت شیخ نیز مذکور شدہ است مقدار چہار ہزار بیت
۱۸ **و منها** اخبار الاخیار فی احوال الابرار و ذکر احوال مشائخ و علما و صلحا و اہل
دیار نسخہ اصل مقدار پانزدہ ہزار بیت بود و متوسط دو از دہ ہزار و منتخب اخیر کہ قرار یافتہ نہ ہزار
و کسری و مثبت دریں مجموعہ نسخہ متوسط است و این اول تصنیفے است کہ رقم زدہ کلک این
سکین شدہ است اگرچہ بہ حسب لفظ و عبارت نہ در اں مرتبہ است و لیکن بہ سبب اشتمال
بر احوال و حکایات و کلمات بزرگان بغایت شیوع و اشتہار موسوم گشتہ است۔

۱۹ **و منها** تلخیص سلاطین ہند اصل مسودہ مقدار سہ ہزار بیت بود و بعد از
ضم احوال سلاطین اکناف و اطراف این ولایت کہ در جمع سابق ناقص ماندہ بود بہ چہار

سہ اس کتاب کے لئے دیکھئے کتاب ہذا کے صفحہ ۶ کا حاشیہ نمبر (۲)

سہ اس کتاب کے لئے دیکھئے کتاب ہذا کے صفحہ ۶ کا حاشیہ نمبر (۱)

نہار بیت و چنری رسید و سہمی نذر کر ملوک کہ متضمن تاریخ اوست گفت
 ۲۰۔ **ومنها** تحقیق الاشارة الى تعيم البشارة في اثبات البشارة بالجنة لغیر الاصحاب ^{المشہور}
 المبشرة وعدم اختصارهم بها و بیان سبب انتہار ہم بذکر وعدة مباحث متعلقتہ
 بهذا الباب مع ذکر شی من قواعد اصول الحديث في مقدمة الكتاب و ایراد نبذة من فضائل
 اهل بیت الرسالة سلام اللہ علیہم فی خاتمة الكتاب و اللہ الملمہم الصواب والیہ المرجع والمآب
 زہد ثلثة آلاف بیت

۲۱۔ **ومنها** جمع الاحادیث الاربعین فی ابواب علو الدین جمعت فیہ مقاصد
 مختلفة فی ابواب العلم وارجوا من اللذان یوفقی بشرحها انه خیر موفق و معین مقدار خمس مائت بیت
 ۲۲۔ **ومنها** ترجمة الاحادیث الاربعین فی نصیحة الملوك والسلاطین
 ۲۳۔ **ومنها** المطلب الاعلی فی شرح اسماء اللہ الحسنی وصفاته العلی نہار و پانصد
 ۲۴۔ **ومنها** ترغیب اهل السعادات علی تکثیر الصلوة علی سید الکائنات
 صلی اللہ علیہ وسلم مشتمل بر فوائد ایں عمل عظیم الشان و ذکر صیغ ما ثورہ و آں و ذکر صلوات
 منقول از بعضی مشائخ عظام علیہم التحیہ و الاکرام قریب نہار بیت و پانصد بود بعد از ان
 ضعیفین آں ہد ر کشتہ۔

۲۵۔ **ومنها** الاجوبة الاثنا عشر فی توجیہ الصلوة علی سید البشر سالتہ تحت توجیہات
 التشبیہ الواقع فی الصلوة علی نبی اکرم اللہم صل علی محمد و آل محمد کما صایت علی ابراہیم
 و آل ابراہیم جمعہا فی مجلس واحد من وقت السحر الی طلوع ذکا مع ما وقع فی البعین
 من الصلوة والورد والدعاء مقدار اربع مائت بیت و کسر۔

۲۶۔ **ومنها** تحقیق ما ثبت بالسنة من الاعمال فی ایام السنة اوردت فیہ الاحاد ^{بیش}

۱۔ یہ کتاب سنہ ۱۰۰۰ میں مطبع محبتی دہلی میں طبع ہوئی ہے۔ مولوی سبحان بخش نے اس کا اردو

میں ترجمہ بھی کیلئے۔ اس کے ساتھ بین السطور چھپا ہے۔

الواردة فيما جاء فيه من الاعمال في الايام والاشهر وليا ليها مثل الصلوة والصيام
في يوم عاشورا وليلة النصف من شعبان وغير ذلك من الزمان صحاحا وحسانا وضعا
وموضوعات نحو اسن الفی بیت او اکثر قریب من ثلثه

۲۷ **ومنها** التعلیق الحاوی علی تفسیر البیضاوی علی ربع الجز الاول نحو من

عشرة الاف ونال اللہ التوفیق بان یضاف علیہ ما شاء اللہ من غیر تحلف واعتراف

۲۸ **ومنها** ہدایۃ الناسک الی طریق الناسک رسالہ الیت مبسوط منقح

کذبہ مناسک حج و آداب زیارت بجهت سالکان این راہ وقاصدان این درگاہ ذکر
کرده شدہ نزدیک بدو ہزار بیت

۲۹ **ومنها** رسالہ نوریہ سلطانیہ در بیان قواعد سلطنت و احکام وارکان ابناء

و آلات تحصیل آن و اوضاع و آداب این امر عظیم الشان فرین باسم سامی سلطان اوت

ولمک الزمان خلدا اللہ فی مراضیہ ملکہ و سلطانہ و اعلا امرہ و شانہ نزدیک بہ ہزار بیت

۳۰ **ومنها** آداب الصالحین فتنجب از ربع العادات از کتاب احیاء العلوم ^{علیہ السلام}

در بیان آداب اکل و شرب و منام و معاشرت و مصاحبت باصناف انام از ازواج

و اولاد و اصحاب و خدام مقدار سہ ہزار و پانصد بیت

۳۱ **ومنها** مرج البحرین فی الجمع بین الطریقین در جمع میان شریعت و

حقیقت و ذکر بعضی از اوضاع و افعال مشائخ صوفیہ قدس السدا سرار ہم و مواخذہ

فقہا برایشان و جواب و توجیہ از ان سالہ است مفید و مانع در تحصیل اعتقاد صحیح و حق

صریح خالی از خوش عبارت و حسن بیان نیست مقدار ہزار و پانصد بیت

۱۰ تفسیر بیضاوی سے قاضی ناصر الدین ابوسعید عبداللہ بن عمر البیضاوی کی تفسیر انوار التنزیل فی

اسرار التاویل مراد ہے۔

۱۱ احیاء العلوم۔ امام حمزہ الاسلام زین الدین ابی حامد محمد بن محمد الغزالی المتوفی ۴۰۵ھ کی مشہور تصنیف ہے۔

۳۲ **ومنہا** تکمیل الایمان وتقویۃ الایقان در بیان عقاید اہل سنت و جماعت
بایراد عبارت عربی عقاید و شرح آن بہ زبان فارسی با ذکر فوائد شریفہ و نکات لطیفہ
و بطل کلام در بعضے مسائل خصوصاً مسئلہ خلافت قریب سہ ہزار بیت

۳۳ **ومنہا** تحصیل التعرف فی معرفۃ الفقہ والتصوف زما و ثلثہ الآت بیت

۳۴ **ومنہا** توصیل المرید الی المراد بیان احکام الاحزاب والاواراد در

بیان علوم و قواعد متعلقہ باواراد و ادعیہ و اخزاب و توفیق میان مذہب محدثین و
مشائخ کہ در التصحیح و تضعیف بعضے اعمال دریں باب اختلاف دارند مشتمل بر سی و صسل
و ایں رسالہ توطیہ و تمہید رسالہ دیگر است کہ در وی اواراد و اخزاب کہ بہ اجازت شیخ
پیوستہ و بہ عمل کاتب حروف در آمدہ جمع کردہ شدہ و مجموع رسالیتن سہمی است

باین اسم مقدار سہ ہزار بیت

۳۵ **ومنہا** تلئۃ المصابیل الاجر والثواب در بیان صبر بر مصائب و

بلا یا و تبتیہ بر وجود نعم خفایا و تحقیق معنی اجابت و منع در دعا و سلوک طریق رضا و تسلیم
در ودا حکام ارادیہ قہریہ و باب کریم و ادب الہی تبرک طلب و سوال با اختلاف اوقا
و احوال مقدار ہزار بیت و کسری -

۳۶ **ومنہا** شرح الصدور بہ تفسیر آیتہ النور ہزار بیت کسری

۳۷ **ومنہا** الدر الفریذ فی بیان قواعد التجوید رسالہ مختصرہ مفسوطل مع

شرحہ بہذا النمط منزوجاً بالمتن نحو امن الالف و خمائتہ بیت

۳۸ **ومنہا** البناء المرفوع فی ترصیص مباحث الموضوع فیہ مباحث شریفہ

من شرح الشمسیہ و شرح المطالع و حواشیہا مع ایراد بعض نکات الشیخ بالفکر الفاتر
فی بیان کوا منہا و غوامضہا نحو امن الف بیت و کسر

۳۹ **ومنها** الدرۃ البیہتہ فی اختصار الرسالۃ الشمسیہ وقع فی مجلس واحد لیر

شالمیہ کجج ما فیہا من میال المنطق اختصار الطفا عجیباً فی صفحہ واحدۃ واسطہ معدودۃ

۴۰ **ومنها** - شرح شمسیتہ قد وقع علی طریق البسط والتحقیق الی قولہ بحسب تقدیم

مباحث الموصل الی التصور علی مباحث الموصل الی التصدیق نحو امن الفی بیت وکسر -

۴۱ **ومنها** حاشیۃ الفوائد الضائیۃ الاتباع الہوی الصبائیۃ من الاول

الی وجہ حصر النظمۃ فی الاقسام ومن بحث الفعل الی آخر الکتاب بعون الملک العلام القزلباشی

فیہ الزب عن المخدم المکین الایمن فی اعترافات مولانا استاد اعصام الدین وانکان

وقع فیہا شئی من المتکلف فی الکلام علی ما تقیضہ شرطیہ الا ترام نحو امن ثانیۃ الالف بیت

۴۲ **ومنها** الافکار الصافیۃ فی ترجمہ کتاب الکافیۃ در صغر سن در اتیلہ حال

طالب علی بہ تقریب کسی نسبت معنوی و رابطہ قوی داشت تا آخر منصوبات تسوید نمود

شد و با بحث مرفوعات بہ بیاض رسید و عمر کاتب حروف در آن وقت پانزدہ یا شانزدہ

سال بود شمل بر سنجان بسیار مقدار ہشت ہزار بیت و کسری

۴۳ **ومنها** نظم آداب المطالعۃ والمناظرۃ لمن طالع الکتاب و ما ظہر رسالہ منظومہ

مثنویست در آداب بحث و مطالعہ خالی از لبطی و سلاستی نیست در ایام تحصیل نوشتہ شد

ہفت صد بیت و کسری -

۴۴ **ومنها** نکات العشق والمحبۃ فی تطیب قلوب الاجتہدہ در نکات و حکایات

محبت و عشق بازی مجازی کہ در زمان کودکی و بازی واقع شدہ بود نزدیک بہ دو ہزار

بیت و پانصد -

۴۵ شمسیہ علم منطق کا مشہور مقدمہ اول متن ہے اور اسے نجم الدین عمر بن علی القزلباشی نے شاکر خواجہ نصیر الدین طوسی نے

۴۶ فوائد الضائیۃ - کافیہ ابن حاجب کی شرح ہے اور مولانا نور الدین عبدالرحمن الجامی المتوفی ۸۵۰ھ نے

اسی سنہ میں تصنیف کیا ہے -

۴۷ کافیہ نحو کا مشہور متن جو شیخ جمال الدین ابن حاجب المتوفی ۸۵۰ھ کی تصنیف ہے -

۴۵ و منها نکات الحق الحقیقۃ من باب معارف الطریقۃ مقدار سہ ہزار بیت
 ۴۶ و منها صحیفۃ المودۃ مثنوی کہ در مراسلت و مکاتبت بہ برادر غریب
 و یاران و دوستان و احباب و اصحاب ارباب تیز نوشته شدہ بود شہر آشوب
 عالم محبت است خالی از سلاستی و ملاستی نیست و کسی کہ مطلع باشد بر احوال جماعہ
 مکتوب الیہم دادند کہ در ضمن بیان معانی انچہ نکتہا و ظرافتہا رعایت کردہ شدہ است
 چند صد بیت۔

۴۷ و منها انتخاب المثنوی للمولوی المعنوی دو ہزار و سی صد بیت و پیش از
 شروع در ان بیتی چند نوشته شدہ کہ از رشحات خامہ کاتب حروف است و صفحہ چند
 از نثر نیز نگاشتنہ آمد۔

۴۸ و منها حسن الاشعار فی جمیع الاشعار چند غزل و قصائد و قطعہا و رباعیات
 کہ بہ جہت شرم و حیاء تراختہ آں لازم است نامرتب در بیاضہا افتادہ بود و بہ نسبت
 بے حیای کہ لازمہ طریقہ شاعریت نوشتہ شدہ و در دیباچہ رسالہ جزوی از نثر در غدر کرم
 شعر کہ متضمن بہ معنی قباح ت فہمی ست ذکر کردہ شدہ است۔

۴۹ و منها ارسال المکاتیب و الرسائل الی ارباب الکمال و الفضائل
 وعدہ رسائل قریب بہ ہفتاد رسیدہ و من اللہ المزید مقدار ہشت ہزار بیت
 الرسالة الاولی۔ سلوک طریق الفلاح عند فقد الترمیمہ بالاصطلاح
 الرسالة الثانیہ۔ ذکر اصول طریقۃ الکشف الحقیقۃ

الرسالۃ الثالثہ۔ تعیین الطرقی ملال الارادہ بالزام و طائف الخیر و العبادہ

سہ نکات الحق یہ کتاب ۱۸۹۱ء میں لکھنؤ میں چھپی ہے۔ مولوی سید ظہور الحقین نے اردو میں ترجمہ

کیا ہے جو طائف الحق کے نام سے ۱۳۱۲ء میں دہلی میں طبع ہوا ہے۔

سہ یہ مجموعہ مطبع محبتبانی دہلی میں طبع ہوا ہے۔

- الرسالة الرابعة - تبيين اهل العلوم والهنى تبعاوت حال الابتداء والانتها
الرسالة الخامسة - تحصيل الكمال الابدى باختيار الفقر المجدى
الرسالة السادسة - قرع الاسماع باختلاف اقوال المشايخ واحوالهم فى السماع
الرسالة السابعة - درود الامداد بالاستقامة على الادوار
الرسالة الثامنة - رعاية الانصاف والاعتدال فى اعتقاد الصوفية من باب الادراك
الرسالة التاسعة - ايراد العبارات الفصيحة فى شرح قول النبى عليه السلام الدين النصيحة
الرسالة العاشرة - اقامة المراسم فى احوال المواسم
الرسالة الحادية عشر - لطيب الاكلان بمناصحة الخسلان
الرسالة الثانية عشر - اختيار الافراد والتخلى لانتظار الكشف والتجلى
الرسالة الثالثة عشر - تحصيل المطلوب بانتظار حضور المحبوب
الرسالة الرابعة عشر - تذكير اولى الاحلام بان لذات الدنيا كلها آلام
الرسالة الخامسة عشر - رفع صوت النحيب بالممام ضعف المشيب
الرسالة السادسة عشر - تقسيم الانام على اربع اقسام
الرسالة السابعة عشر - تبيين العقاب لغيراء الدنيا واربابها واغترابها لغيرها وانباها
الرسالة الثامنة عشر - سلوك اقرب السبل بالتوجه الى سيد الرسل
الرسالة التاسعة عشر - صدق التعطش والادام فى طلب المقصد والمرام
الرسالة العشرون - تثبيت القدم فى الاصطبار بترك صفة الاضداد والاختيار
الرسالة الحادية والعشرون - تجديد الذكر فى بيان حقيقة الشكر
الرسالة الثانية والعشرون - اتحاف الاحبة به بيان حديث المجتبه
الرسالة الثالثة والعشرون - حفظ الوقت بترك الاطلا مع الاضداد والاعلاط
الرسالة الرابعة والعشرون - التزام التمسك واللجاء بالوقوف بين الخوف والرجا

الرسالة الخامسة والعشرون كشف اسرار الظلم من وجه لسان الحال والقلم ج
 الرسالة السادسة والعشرون سلوك الطرق الفجاج بالاجتناب عن الانحراف والاعوجاج
 الرسالة السابعة والعشرون كشف الاسرار عن تحقيق معنى الكسب والاختيار
 الرسالة الثامنة والعشرون ترك الاختيار والتبذير بالاكتمال بتبذير العليم الخبير
 الرسالة التاسعة والعشرون تحقيق الباس عن قول ايمان الباس
 الرسالة الثلثون وجود انصافى احديه الذات بالغيبة من جميع النسب والجهات
 الرسالة الحادية والثلاثون هداية طريق التزكية والتعليم به بيان حقيقة الرضا والتسليم
 الرسالة الثانية والثلاثون التعظيم الامر الله والشفقة على خلق الله
 الرسالة الثالثة والثلاثون مشاهدة الابرار بين التجلى والاستتار
 الرسالة الرابعة والثلاثون هداية الانام الى التمسك بالشرائع والاحكام
 الرسالة الخامسة والثلاثون تبينه اولى الارباب على ملازمة الادعية والاحزاب
 الرسالة السادسة والثلاثون استيناس انوار القميص في شرح دعاء النس -
 الرسالة السابعة والثلاثون تجليه القلوب مقدس الملكوت بشرح دعاء القنوت
 الرسالة الثامنة والثلاثون تحصيل البركات والطيبات به بيان معنى التحيات
 الرسالة التاسعة والثلاثون تشبیهات الفوائد بتصور عظمت رب العباد
 الرسالة الاربعون كسل في المواظبة والمداومة على العمل
 الرسالة الحادية الاربعون تنوير القميلة البدر في تصوير معنى شرح الصدر
 الرسالة الثانية الاربعون تدقيق البيان في اسباب الشكر المزيده واستلزامه حصول
 المحبة والتوحيد
 الرسالة الثالثة الاربعون تحقيق الدعاء والاستمداد به لسان القال والسماع والاستعداد
 الرسالة الرابعة والاربعون - في لسان القلم به بيان معنى قولهم للراحة

الافى !لقدم العدم

الرسالة الخامسة والاربعون اظهر الحسرة والاستبعاد بتفصيل النفس فى اصلاح المبدأ والمبدأ
الرسالة السادسة والاربعون حرقه الجحان به تمنى الكشف والعيان
الرسالة السابعة والاربعون طيب المذاق به بيان الذوق فى مقام الاطلاق
الرسالة الثامنة والاربعون حراست الايمان من مكاييد الشيطان
الرسالة التاسعة والاربعون توصية الاصحاب بالصبر فى جميع الابواب
الرسالة العاشرىون تنبيه اهل الفكر على رعاية آداب الذكر
الرسالة الحادية والعشرون تذكرة اهل الذكر به بيان فضيلة الذكر على الفكر
الرسالة الثانية والعشرون الاعتصام به بل الصبر والثبات عند اجتماع اسباب اللذات واشتهات
الرسالة الثالثة والعشرون تسوية الادانى والاعالى بالخوف والسكوت فى حضرة اللابى
الرسالة الرابعة والعشرون تبصير الاغنيا الفقراء بآلة جمال الاغنيا
الرسالة الخامسة والعشرون استقاط اعتبار الاجاد والاشباح عند ملاقاتة القلوب الارواح
الرسالة السادسة والعشرون تحصيل الغائم البركات به تفسير سورة والعاديات
الرسالة السابعة والعشرون ترجمة مكتوب النيسى الابل فى تغزىة ولد معاذ بن جبل
الرسالة الثامنة والعشرون ايراد العبارات به لسان اهل الاشارات
الرسالة التاسعة والعشرون طلاقة اللسان بشكايت حال الفراق والهجران
الرسالة الستون اظهر القلق والاضطراب فى حصول المطلوب بلا ارتياب -
الرسالة الحادية الستون توصية الاخوان بالصبر على جفاء اهل الزمان -
الرسالة الثانية الستون طلب الغور فى ذكر باعث سفر لاهور
الرسالة الثالثة الستون سلوك الطريقة على نهج المجاز قنطرة الحقيقة
الرسالة الرابعة الستون تليته السائل به بيان المسائل

الرساله النخامسه الستون وجدان البرد باستشام الورد

الرساله السادسه الستون جمع كلمات العارفين من اهل الصدق واليقين

الرساله السابقه الستون الرد على الدعاء والباطلة التي صدرت لبعض النفوس ^{طله}

نمد این کتب و رسائل که بر صفحه بیان نگاشته آمد از سی متجاوزست و شمار

این رسائل از شخصت بالا اگر اینها را جدا جدا بشمارند و رسم دکان داری در میان آرند
دالے که عدد آن به چند رسد و هنوز سلسله سخن دراز است و در فیض الهی بازی کجارسد
و کجارساند اگر چه درین ایام قوت طبیعت بشری در ذبول است و علوم و وفور و نبی بهر
دارد و شوق پرواز بعالم دیگر غالب و اجابت داعی حق را منتظر است و انداعلم تا آخر کار
چیت و اگر عدد ابیات بر روشن کاتیان بشمارند میتوان گفت که از چهار صد هزار بیت
بیشتر است و از پانصد هزار کمتر و اگر حساب را تمام از پرده اجمال و ابهام بر آرند چهار صد
و شصت هزار بشمارند و چوں اطوار سخن متنوع و انواع علوم متعدد بود مجموعه به سه قسم اقسام
یافت و تهرمی در حکم دفتر و جلدی اقسام و اقسام پذیرفت و اگر این همه را یک صحیفه
سازند و در یک جلد شیرازه به بندند بیشک در نظر عرف و عادت از دایره مناسبت
و ملائمت بدرافتد و برداشتن بار آن بردست طبیعت گراں آید و چوں اطوار سخن متنوع
و انواع علم متعدد بود ترتیبی و تمیزی می بایست اعتبار کرد ازین جهت تالیف و ترتیب
در سه دفتر نهاده شد کتب و رسائل عربی در هر فن و هر باب که باشد جدا جمع کرده شد
و آنچه بزبان فارسی بود دو قسم شد و تحقیق این تقسیم تفصیل این اجمال در خطبه دفتر عربی
مبین شده است و مجموعه آسامی کتب و رسائل از خرد و بزرگ که در آن دفتر مکتوب
ست چهل و هشت چنانکه در دوائر که بر پشت دفتر کشیده شده اقسام یافته است و عدد
آنچه درین قسم ثانی مکتوب است - سیزده و آنچه در دفتر ثالث اقسام یافته چهار و
مجموع شخصت و پنج عدد رسائل که اخبار کتاب و ارسال المکاتیب و الرسائل ارباب

الکمال والفضائل شخصت و هفت و اگر آنها را جدا جدا شمارند صد و سی و دو گردد و عدد
 ابیات معلوم شد که قریب به پانصد هزار و اهل ست اگر چیزی ازاں به مرتبه قبول یافت
 الحمد لله و اگر نه همه بیچ مقصود در نمائے حق و عطاے اوست۔ انی لا اضع علی
 عامل منکم بشارتی می بخشد و لا اله الا الله الدین الخالص کرمی شکند و الا یمان بین الخوف و الرجا
 و ما عندکم نیکذ و ما عند الله باق و العاقبة بالخیر انشاء الله الخلاق۔

تمام شد

اطراف الاسماء

- آداب الصالحين - ۲۸ -
 ابراهيم شمس الدين بن مبارک شاه - ۱۵ -
 ابن جهم
 ابن نشاطي - ۱۰ -
 ابوالفضل علامي - ۱۰ -
 الاجوبه اثني عشر - ۳۵ -
 احمد تھانسي - ۱۲ - ۱۵ -
 احمد خاں ڈاکٹر - سيد - ۸ -
 احمد مارہروی - ۱۲ -
 احوال الائمة اثني عشر
 اخبار الاخبار - ۶ - ۸ - ۱۰ - ۱۵ - ۱۸ - ۲۴ - ۲۸ - ۳۴ -
 اربع عناصر - ۱۲ -
 اردو قديم - ۱۰ -
 ارسال المكاتب والرسائل - ۳۹ -
 ارشاد - ۱۶ -
 اسماء الرجال المروءات - ۳۰ -
 اشعة اللمعات - ۳۱ -
 الاخبار الصافية في ترجمة الكافية - ۳۸ -
 اکبر سلطان جلال الدين محمد - ۶۰ -
 انتخاب المتنوي مولوي - ۳۹ -
 انوار الجلبية في احوال المشايخ الشاذلية - ۳۲ -
 اوزنگ زيب عالمگير - ۶ -
 بحر موج - ۱۶ -
 بديع البيان - ۱۶ -
 بديع الحكايات - ۱۸ -
 بديع الميزان - ۱۶ -
 برهان الدين علي المرعياي - ۱۴ -
 بزدوي في الاصول - ۱۶ -
 بغوي ابو محمد حسين بن مسعود الفراء - ۳۰ -
 بقیہ فقہ - ۱۲ -
 البناء المرفوع في ترصيص مباحث المرفوع - ۳۴ -
 بہادر شاہ بادشاہ گجرات - ۹۰ -
 ہجۃ الاسرار - ۳۳ -
 سمان - ۲۰ -
 تنقہ تارخاں - ۱۳ - ۱۴ -
 تلج الدین - ۲۰ -
 تلج ریزہ - ۱۱ -
 تاریخ آل براكہ - ۸ -
 تاریخ بہادر شاہی - ۹ -
 تاریخ سلاطین ہند - ۳۲ -

تاریخ فیروز شاہی - ۸ - ۱۳

تاریخ محمدی - ۹

تحصیل التعریف فی معرفۃ الفقہ والمصنوف - ۳۰

تحفۃ الصغری - ۱۲

تحقیق الاشارة - ۳۵

تحقیق بانبت السنہ - ۳۵

ترجمہ احارث الاربعین - ۳۵

ترغیب اہل العادۃ - ۳۵

تسلیم المصاب نیل البخر والشواب - ۳۰

التعلیق الحاوی علی تفسیر البیضاوی - ۳۶

تفسیر تمار غانی

تکمیل الایمان وتقویۃ الایقان - ۳۰

تلخیص - ۱۳

توصیای المرید الی المراد - ۳۰

تبیین المعارف - ۳۱

نور راسخ - ۱۲

جامع البرکات منتخب شرح الشکو - ۱۱

جذب القلوب - ۲۰ - ۳۲

جلال الدین دوانی - ۱۸

جمال الدین ابن صاحب - ۳۸

جمالی دہلوی - ۱۸

جمع الاحادیث الاربعین - ۴۵

جہانگیر نور الدین محمد - ۱۲

جوت نرنجن - ۲۰

چہل ناموس - ۹

حاشیہ نواید النبیائہ - ۳۸

حافظ الدین عبدالمدین احمد النسفی

حامی فی الاصول - ۱۳۰

حسرت نامہ - ۸

حسن الاشعار - ۳۹

سید حسن برنی - ۸

میر حسن دہلوی

حسین نقشی - ۲۰

حیاتی دہلوی شاعر - ۱۹

حیدر بخش حیدری - ۱۰

امیر خسرو - ۱۱ - ۲۳ - ۲۴

خواجگی شیخ - ۱۲

الدر البہیہ فی اختصار الرسائلہ الثمینیہ - ۳۸

الدر الفریذ فی قواید التجوید - ۳۰

ذکر اجازت الحدیث - ۳۱

ذکر ملوک - ۳۸

راجن - ۲۰

رزق المدشتاتی - ۲۰

رسالہ نوریہ سلطانیہ - ۳۶

رکن الدین فیروز - ۱۱

ریوڑنی - ۰

زاد المتقین فی سلوک طریق الیقین

زبدۃ الآثار - ۳۳

سکندر لودھی - ۱۸

سہار الدین دہلوی - ۱۸ - ۱۹

- سلك السلك - ۹-۱۰
 سليمان اعظم - ۱۰
 سیر العارفین - ۱۸
 سيف الدين سيفی - ۱۹
 شبلی نعمانی - ۱۲
 شرح شمسیہ - ۳۸
 شرح الصدوق بتفسیر آیتہ النور - ۳۷
 شرح فتوح الغیب - ۳۳
 شرح مخزن الاسرار نظامی - ۱۸
 شمس سراج غنیف - ۹-۱۳
 شمس الملک - ۱۱
 شہاب الدین دولت آبادی - ۱۲-۱۵-۱۷
 شہاب مہمرہ - ۱۱
 صحیفۃ المودۃ - ۳۹
 صفی الدین جونپوری - ۱۷
 ضیاء الدین احمد خاں نیر - ۷
 ضیاء الدین بزنی - ۸
 ضیاء الدین بخش - ۹-۱۵
 طبقات ناصری - ۷-۸
 طریق الافادہ فی شرح سفر السعاده - ۳۲
 الطريق القويم فی شرح صراط المستقیم - ۳۲
 طغرائی - مویذ الدین اسماعیل بن حمین الکتاب - ۱۵
 طوطا کہانی - ۱۰
 طوطی نامہ - ۹-۱۰
 ظہیر دہلوی - ۱۸
 ظہور النحین - ۳۹
 عالم بن اندہ پتی - ۱۲
 عبدالرحمن جامی - ۱۸-۳۸
 عبدالقادر بیدایونی - ۱۱-۱۸
 عبدالقادر جیلانی غوث الاعظم شیخ - ۳۳
 عبدالمجید ساکن سیلی بہرٹ - ۳۱
 عبدالمقندر شریحی - ۱۲
 عبد الوہاب متقی - ۲۸
 عشر مشرہ - ۹
 عضد الدین الہامی - ۱۳
 علاء الدین خلجی سلطان - ۱۱-۱۳
 علی احمد ثانی - ۲۰
 غایۃ التحقيق - ۱۷
 غرۃ الکمال - ۱۲
 غلام علی آزاد بلگرامی - ۱۶
 خواصی - ۱۰
 غوث الاعظم - عبدالقادر جیلانی
 غیاث الدین بلبن - ۸
 قتادہ تاتارخانی - ۱۲
 فتوح الغیب - ۳۳
 فخر الاسلام علی بن محمد نیرودی - ۱۶
 فصل الخطب - ۳۱
 فقہ تاتارخانی - ۱۳
 نواید الفاضیہ - ۳۸
 فیروز شاہی - ۸-۹-۱۳-۱۲

مصباح السنه - ۳۰
 المطلب الاعلى فی شرح اسماء السعديين - ۳۵
 مطلع الانوار الکبیه
 منظر کره - ۱۴
 معز الدین محمد بن سام سلطان - ۶۰
 شیخ معین الدین چشتی - ۱۸ - ۹
 معین الدین عراقی - ۱۳ - ۱۲
 مغیث الدین مانوی - ۱۸
 مفتاح الفتوح - ۱۳ - ۳۳
 منار الانوار - ۱۳
 مشاهج النبوت - ۳۱
 منہاج الدین جوزجانی قاضی - ۷
 موافق - ۱۵
 مهر و ماه شنبوی - ۱۹
 ناصر الدین ابوسعید عبدالمدبفیادی - ۳۶
 ناصر الدین بکنگین (امیر) - ۹
 ناصر الدین محمود بن شمس الدین آتش - ۷
 نجم الدین عمر القزوينی - ۳۸
 نصیر الدین چراغ دہلی - ۱۲ - ۱۵ - ۱۸
 نصیر الدین طوسی - ۳۸
 نصیر الدین محمد ہایون - ۱۸
 نظام الدین احمد ہروی - ۹
 نظام الدین الاولیا - ۸ - ۱۸
 نظم آداب المپالقه والمناظره - ۳۸
 نکات الحق - ۳۹

فیضی فیاضی - ۲۰
 قرآن السعیدین - ۲۳
 کافیه - ۳۸
 کلیات و جزئیات - ۹
 کنز الدقایق - ۱۳
 کلائیڈین - ۱۱
 گلریز - ۹
 گل گرسٹ - ۱۰
 لامیۃ العجم - ۱۵
 لطایف الحق - ۲۹
 لمعات التفتیح شرح مشکوۃ المصابیح - ۳۰
 لبس ڈاکٹر - ۸ - ۹
 ماثر السادات - ۸
 مبارک ناگوری شیخ - ۲۱
 مجد الدین محمد فیروز آبادی - ۳۲
 محمد بن تغلق سلطان - ۱۳
 محمد بن قوام بن رستم بلخی - ۱۸
 سید محمد قادری - ۱۰
 محمد ہاشم - ۲۱
 محمود شاہ بن محمد شاہ بن فیروز شاہ تغلق - ۱۸
 محی الدین عبدالقادر جیلانی - شیخ - ۳۳
 مدارج النبوت - ۳۱
 مدارک التسنزل - ۱۴
 مرجع البحرین فی الجمع بین الطریقین - ۳۶
 مرغوب القلوب - ۳۲

نکات العشق والمحبۃ - ۳۸	وسط الحیوة - ۱۲
نور الحق مشرقی - ۲۱	ولی الدین ابی عبدالمد محمد بن عبدالخطیب التبریزی ^۳
نور الدین ابی الحسن علی الشافعی - ۳۳	شیخ الہدایہ جون پوری - ۱۷
نہایتہ الکمال - ۱۲	ہدایہ فی الفقہ - ۱۷
واقعات مشتاقی - ۲۰	ہدایۃ الناسک الی طریق المناکک - ۳۶

فہرست مندرجات تذکرہ مصنفین دہلی

مقدمہ	نوشتہ حکیم شمس الدقادی
(۱)	احوال شیخ عبدالحق محدث دہلوی
(۲)	تصنیفات شیخ عبدالحق محدث دہلوی
(۳)	متون مشاہیر مورخین نسبت ترجمہ احوال شیخ عبدالحق

تراجم تذکرہ مصنفین دہلی	
۱	قاضی منہاج الدین جوزجانی
۲	خواجہ ضیاء الدین برنی
۳	شیخ ضیاء الدین نجاشی
۴	مولانا شہاب الدین مہرہ
۵	مولانا تاج الدین ریزہ
۶	امیر خسرو دہلوی
۷	میر حسن دہلوی
۸	مولانا معین الدین عمرانی
۹	مولانا عالم بن علائندہ پتی

۱۴	مولانا خواجگی	۱۰
۱۴	قاضی عبدالقادر شریکی	۱۱
۱۵	مولانا احمد تھانیسری	۱۲
۱۵	قاضی شہاب الدین زادلی دولت آبادی	۱۳
۱۴	مولانا شیخ الہداد جون پوری	۱۴
۱۴	مولانا منظر کرہ	۱۵
۱۸	مولانا مغیث الدین مانسوی	۱۶
۱۸	مولانا ظہیر دہلوی	۱۷
۱۸	شیخ جمالی دہلوی	۱۸
۱۹	حیاتی ابن جمال دہلوی	۱۹
۱۹	شیخ سیف الدین سیفی	۲۰
۲۰	شیخ رزق الدشتاکی	۲۱
۲۰	مولانا حسین نقشی	۲۲
۲۰	شیخ تاج الدین دہلوی	۲۳
۲۰	مولانا علی احمد نشانی	۲۴
۲۰	شیخ فیضی اکبر آبادی	۲۵
۲۱	شیخ نور الحق مشرقی	۲۶
	محمد ہاشم دہلوی	۲۷
۲۹	فہرست تصنیفات شیخ عبدالحق محدث دہلوی	

سلسلہ متون تاریخی

نمبر (۴)

تاریخ سلطان محمد قطب شاہی

گو لکنڈہ کے سلاطین قطب شاہیہ کی تاریخ جو سلسلہ میں سلطان محمد قطب شاہ کے حکم سے تصنیف ہوئی ہے

فہرست مضامین

مقدمہ
سلاطین قطب شاہیہ کا نسب نامہ - امیر قراویوسف ترکمان اور اس کی اولاد کا تذکرہ مرقوم ہے۔

۹۵۰	۹۲۲	ذکر سلطان قلی قطب شاہ	مقالہ اول
۹۵۴	۹۵۰	ذکر جمشید قلی و سبحان قلی قطب شاہ	مقالہ دوم
۹۵۸	۹۵۴	ابراہیم قلی قطب شاہ	مقالہ سوم
۱۰۲۵	۱۰۲۰	ذکر محمد قلی قطب شاہ	مقالہ چہارم
۱۰۲۵	۱۰۲۰	ذکر محمد قطب شاہ	خاتمہ

قیمت دس روپیہ - پانچ جزد - جزد اول تیار ہے

